آئی سی سی ٹی 20 ورلڈ کپ 2012ء

18 ستمبر............ سری لنکا بمقابلہ زمبابوے............ ہمبن ٹوٹا
19 ستمبر............ آسٹریلیا بمقابلہ آئرلینڈ............ کولمبو
19 ستمبر............ بھارت بمقابلہ افغانستان............ کولمبو
20 ستمبر............ جنوبی افریقہ بمقابلہ زمبابوے............ ہمبن ٹوٹا
21 ستمبر............ انگلینڈ بمقابلہ افغانستان............ کولمبو
22 ستمبر............ سری لنکا بمقابلہ جنوبی افریقہ............ ہمبن ٹوٹا
22 ستمبر............ آسٹریلیا بمقابلہ ویسٹ انڈیز............ کولمبو
23 ستمبر............ نیوزی لینڈ بمقابلہ پاکستان............ پالیکیلی
23 ستمبر............ انگلینڈ بمقابلہ بھارت............ کولمبو
24 ستمبر............ ویسٹ انڈیز بمقابلہ آئرلینڈ............ کولمبو
25 ستمبر............ بنگلہ دیش بمقابلہ پاکستان............ پالیکیلی

سپرایٹ مرحلہ

27 ستمبر............ سی ون بمقابلہ ڈی ٹو............ پالیکیلی
27 ستمبر............ اے ون بمقابلہ بی ٹو............ پالیکیلی
28 ستمبر............ ڈی ون بمقابلہ سی ٹو............ کولمبو
28 ستمبر............ بی ون بمقابلہ اے ٹو............ کولمبو
29 ستمبر............ سی ون بمقابلہ بی ٹو............ پالیکیلی
29 ستمبر............ بی ون بمقابلہ سی ٹو............ پالیکیلی
30 ستمبر............ ڈی ون بمقابلہ اے ٹو............ کولمبو
30 ستمبر............ بی ٹو بمقابلہ ڈی ٹو............ کولمبو
یکم اکتوبر............ اے ون بمقابلہ سی ون............ پالیکیلی
یکم اکتوبر............ بی ون بمقابلہ ڈی ون............ پالیکیلی
2 اکتوبر............ اے ٹو بمقابلہ سی ٹو............ کولمبو

2 اکتوبر............ کوالیفائر بمقابلہ کوالیفائر............ کولمبو
4 اکتوبر............ پہلا سیمی فائنل............ کولمبو
5 اکتوبر............ دوسرا سیمی فائنل............ کولمبو
7 اکتوبر............ فائنل............ کولمبو

گروپ اے: انگلینڈ، بھارت، افغانستان
گروپ بی: آسٹریلیا، ویسٹ انڈیز، آئرلینڈ
گروپ سی: سری لنکا، جنوبی افریقہ، زمبابوے
گروپ ڈی: پاکستان، نیوزی لینڈ، بنگلہ دیش

نوٹ: افتتاحی میچ پاکستانی وقت کے مطابق شام سات بجے جبکہ سیمی فائنل اور فائنل شام ساڑھے چھ بجے شروع ہونگے، لیگ میچز دوپہر تین بجے اور شام سات بجے شروع ہونگے۔

آسٹریلیا کا دورہ انگلینڈ

29 جون .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... لارڈز
یکم جولائی .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
4 جولائی .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... برمنگھم
7 جولائی .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل ...... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 جولائی .... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل .... مانچسٹر

آسٹریلیا کا دورہ اسکاٹ لینڈ

23 جون .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل ...... بیلفاسٹ

جنوبی افریقہ کا دورہ انگلینڈ

19 تا 23 جولائی ...... پہلا ٹیسٹ .... اوول
2 تا 6 اگست .... دوسرا ٹیسٹ .... لیڈز
16 تا 20 اگست .... تیسرا ٹیسٹ .... لارڈز
24 اگست .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل ...... کارڈف
28 اگست .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل ...... ساؤتھمپٹن
31 اگست .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل ...... اوول
2 ستمبر .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل ...... لارڈز
5 ستمبر .... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل .... ناٹنگھم
8 ستمبر .... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ...... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 ستمبر .... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ...... مانچسٹر
12 ستمبر .... تیسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ...... برمنگھم

انگلینڈ دورہ اسکاٹ لینڈ

12 اگست .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل ...... ایڈن برگ

ویسٹ انڈیز کا دورہ انگلینڈ

17 تا 21 مئی............ پہلا ٹیسٹ............ لارڈز
25 تا 29 مئی............ دوسرا ٹیسٹ............ ناٹنگھم
7 تا 11 جون............ تیسرا ٹیسٹ............ برمنگھم
16 جون............ پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...... ساؤتھمپٹن
19 جون............ دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... اوول
22 جون............ تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... لیڈز
24 جون............ ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل............ ناٹنگھم

دو ممالک کے کرکٹ بورڈز کا فیصلہ ڈھاکہ کی عدالت نے بلڈوز کر دیا' بنگلہ دیش کا دورہ پاکستان منسوخ!!

عمل کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے' اگر نیت صاف ہو تو بڑے سے بڑا کام بھی آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہو تو پھر نتیجہ پاکستان بمقابلہ بنگلہ دیش سیریز کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ پاکستان کے ظاہری اور باطنی ''احسانات'' تلے دبی بنگلہ دیشی ٹیم کے کرتا دھرتا بڑے طمطراق سے پاکستان کے دورے پر آئے' سیکورٹی کا جائزہ لے کر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے واپس بھی گئے مگر اپنے ملک میں قدم رکھتے ہی ان کے چال ہی نہیں اعتماد بھی ڈگمگا گیا۔ وہ اس ملک میں اپنے کھلاڑیوں کی جان کو خطرے میں محسوس کر رہے ہیں جہاں ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور معمول سے بڑھ کر عزت و احترام ہی نہیں حفاظت کے ساتھ وطن واپس بھیجا گیا۔ کس قدر احمقانہ اور مضحکہ خیز صورتحال ہے کہ دو ممالک کے کرکٹ بورڈز کسی فیصلے پر پہنچ کر اس پر عمل کے لئے تیار ہوں اور ایک ''عام فرد'' کسی عدالت میں اسے چیلنج کر کے اس سارے عمل کو سبوتاژ کر دے جس کے تحت کوئی بڑا اور اہم قدم اٹھایا جا رہا ہو۔

پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی ایک ایسا مسئلہ بن چکی ہے جس کا کوئی حل بھی سامنے نہیں آ رہا ہے۔ آئی سی سی کی جانب سے روایتی دلاسے اور تسلیاں جاری ہیں مگر عملی میدان میں اس کی ناکامی عیاں ہو چکی ہے جس نے آفیشلز کی تعیناتی پر بھی حیلے بہانے شروع کر دیئے حالانکہ انٹرنیشنل پینل پر موجود کئی چھوٹے ممالک کے امپائرز اس فرض کو نبھانے کے لئے تیار تھے جن کو نظر انداز کر کے ہٹ دھرمی کے ساتھ یہ تاثر ابھارا جاتا رہا کہ پاکستان آئی سی سی کی نگاہ میں اب بھی ایک ''غیر محفوظ'' مقام ہے۔ کھیل کی گورننگ باڈی دراصل پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ کی بحالی میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے جو موجودہ حالات میں قطعی نہیں چاہتی کہ یہاں ایک مرتبہ بھی ایسا کوئی ایونٹ منعقد ہو جس کی بنیاد پر آنے والے عرصے میں آسٹریلیا' انگلینڈ اور نیوزی لینڈ سمیت دیگر ممالک کو بھی پاکستان آنے پر مجبور ہونا پڑے۔ اگر پاکستان میں بنگلہ دیش کے خلاف دو میچز بھی آسانی سے ہو جاتے ہیں تو پھر پاکستان کو یہ کہنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ ایک محفوظ سرزمین ہے اور آئی سی سی دوسرے ممالک کو بھی پاکستان آنے پر رضامند کرے اور ہارون لورگاٹ اینڈ کمپنی میں بیٹھے ہوئے بڑے ممالک کے عہدیدار اس دباؤ کا شکار نہیں ہونا چاہتے ہیں کہ ان کی ٹیموں کو ''خطرے کی سرزمین'' پر کرکٹ کھیلنے کے لئے بھیجنے کی بات بھی کی جائے۔

واضح طور پر ایک ''الزام'' ہی کہا جائے گا مگر حقیقت یہی ہے کہ بنگلہ دیش پر آئی سی سی کی جانب سے مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ اس دورے سے باز رہے جو کہ اس کی مستقبل کی منصوبہ بندی میں نمایاں تبدیلیاں لاسکتا ہے۔ پھر بنگلہ دیش میں موجود ''غیر ملکی'' افراد کے ٹولے نے بھی مجوزہ سیریز کے اعلان کے بعد جس طرح کے طرز عمل کا مظاہرہ کیا وہ بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ یہی اسٹوارٹ لاء بھارت میں تمام تر شورشوں کے باوجود محض پیسے کمانے کی خاطر ایک باغی لیگ میں اپنا فرض نبھاتے رہے مگر جب انہیں بنگلہ دیشی ٹیم کی کوچنگ مل گئی تو انہوں نے ایشیا میں موجودگی کے باوجود اسی خطے پر شکوک کا اظہار کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ وہ جس تھالی میں کھاتے اسی میں چھید کرنے کے مصداق مسلسل پاکستان کے دورے کو ''خطرناک'' قرار دیتے رہے اور نہ صرف اپنے کوچنگ اسٹاف کو ورغلایا بلکہ بنگلہ دیشی ٹیم کے کھلاڑیوں پر بھی دورے سے انکار کے لئے دباؤ ڈالتے رہے۔ انہوں نے جن ''آقاؤں'' کے کہنے پر یہ مہم چلائی وہی ان کو ''انعام'' کے طور پر ملک میں کوچنگ کا فریضہ سونپ کر ''حفاظت'' کے ساتھ واپس لے گئے ہیں اور بنگلہ دیش کے ''بے وقوف'' کھلاڑی حیرت کے عالم میں ہیں کہ جب ان کی کارکردگی میں بہتری آ رہی تھی تو کوچ انہیں چھوڑ کر کیوں بھاگ گیا؟

اگر اسٹوارٹ لاء میں اتنی ہی صفات تھیں تو انہیں بنگلہ دیش میں کوچنگ سے قبل آسٹریلین کرکٹ اکیڈمی میں کوئی فرض کیوں نہیں سونپا گیا؟ کیا پاکستان کے دورے سے انکار ہی وہ اہلیت تھی جس کا انہیں اب صلہ دیا گیا ہے۔

دوسروں کی بات ہی کیا خود بنگلہ دیشی حکام بھی پاکستان کے دورے پر ڈانوا ڈول نظر آ رہے تھے جنہوں نے آئی سی سی کی جانب سے آفیشلز نہ بھیجنے پر بھی دورے سے کم و بیش انکار کر دیا تھا۔ ادھر پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ کی بحالی کی خوشیاں مناتے ہوئے لاہور کے قذافی اسٹیڈیم میں آرائشی کام کا آغاز ہو چکا تھا اور پی سی بی کے سربراہ نے وفاقی وزیر داخلہ سے ملاقات کے بعد سیکورٹی پلان بھی آئی سی سی کو ارسال کر دیا تھا تو دوسری طرف بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے آپریشنز کمیٹی نے بھی دورہ پاکستان کی سختی سے مخالفت کر دی۔ کمیٹی کے اجلاس میں یہ بات واضح کی گئی کہ پی سی بی کے سربراہ مصطفیٰ کمال نے از خود ہی بنگلہ دیشی ٹیم کو پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے حالانکہ اس سیریز کے انعقاد سے نہ تو پاکستان کو فائدہ ہوگا اور نہ ہی پاکستان کے حالات اتنے سازگار ہیں کہ کسی ٹیم کو وہاں بھیجا جائے۔ کمیٹی نے یہ بھونڈا جواز بھی پیش کیا کہ جب پاکستان کو چار ماہ کے بعد اپنی آسٹریلیا کے خلاف سیریز میں سری لنکا میں کھیلنا ہے تو پھر بنگلہ دیش کے خلاف ہوم سیریز کے بعد پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کس طرح بحال ہو سکتی ہے۔ شاید بنگلہ دیشی حکام کی سوچیں منجمد ہو چکی ہیں جو یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ پاکستان میں میچز کا مقصد مستقبل میں یہاں بین الاقوامی میچوں کا راستہ کھولنا تھا اور جو سیریز جہاں طے ہو چکی ہے اسے تو بہر حال اس ملک میں کھیلا ہی جانا ہے۔ اس کے بعد تو پاکستان میں بین الاقوامی میچوں کا میدان سج ہی سکتا تھا مگر ''احسان فراموشی'' کی مسند پر بیٹھے بنگلہ دیشی کرکٹ حکام اوٹ پٹانگ جواز دے کر سیریز ملتوی کرانے کا سبب بن گئے جس کا جواب اسی صورت میں دیا جا سکتا ہے کہ بنگالیوں کے خلاف ''جیسے کو تیسا'' والی پالیسی اپنائی جائے جو کسی طرح کے احسان کے قابل نہیں اور پاکستان مخالفت میں پیش پیش رہتے ہیں۔

پی سی بی کے سربراہ اپنے بھارتی ہم منصب سے گفتگو کے بعد برف پگھلتی محسوس کر رہے تھے مگر بنگلہ دیشی عدالت سے آنے والے حکم نے انہیں بھی ایک سرد آہ بھرنے پر مجبور کر دیا جو سفارتی آداب کے تحت یہ کہہ سکے کہ دونوں ممالک کے تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے حالانکہ ہمیں تو کبھی یہ محسوس نہ ہو سکا کہ بنگلہ دیش سے ہمارے تعلقات ''مثالی'' رہے ہیں۔ ایشیا کپ فائنل میں آخری اوور کے دوران تنازعہ اور اس کی باضابطہ شکایت کوئی پرانا واقعہ نہیں ہے جب ''بنگالی'' یہ بھول گئے کہ ٹرافیاں رونے دھونے اور شکایت کرنے سے نہیں جیتی جاتی ہیں۔ پی سی بی کے سربراہ کی جانب سے اس بیان کے بعد کہ بنگلہ دیش نے دورہ منسوخ کیا تو آپس کے مقابلے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے' 15 اپریل کو آئی سی سی نے یہ اعلان کر دیا کہ دونوں ممالک دورے پر متفق ہیں اور میچوں کی تاریخ اور مقام کا تعین بھی ہو گیا مگر ڈھاکہ ہائی کورٹ کے فیصلے نے اس وقتی خوشی کو کافور کر دیا جس نے چار ہفتے تک بنگلہ دیشی ٹیم کے منصوبوں کو پابندی کا شکار کر ڈالا اور دسمبر میں شروع ہونے والی کوششیں غارت ہو گئیں۔ یہ حیرانگی کی بات ہے کہ دو ممالک کے درمیان ہونے والی ''قانونی'' سیریز کو عدالت میں گھسیٹا گیا اور معزز ججوں نے بھی اسی پر اپنا حکم صادر کر دیا جن کا خیال ہے کہ دورے کے لئے حالات سازگار نہیں ہیں۔ اس فیصلے نے یہ بات بھی ثابت کر دی ہے کہ دو ممالک کے مابین کسی بھی سطح پر تعلقات کو ایک یونیورسٹی ٹیچر اور ایک سپریم کورٹ کے وکیل کی درخواست بھی ٹھکانے لگا سکتی ہے۔ یہ ایک بدترین مثال قائم کی گئی ہے جس کے اثرات تادیر پاکستان بمقابلہ بنگلہ دیش مقابلوں پر حاوی رہیں گے اور آج پاکستان میں میدان ایک بار پھر تنہائی کا سوگ منانے پر مجبور ہوئے ہیں تو کل بنگلہ دیش میں بھی کسی موقع پر المیہ شہنائی ضرور گونجے گی۔

MAB

کرکٹ بورڈز میں حکومتی مداخلت کے خاتمے پر آئی سی سی کا اصرار اور صدر مملکت سے توقعات؟

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان میں ہر کام عین وقت پر کرنے کی عادت پختہ ہو چکی ہے۔ جب کوئی مسئلہ اچانک ہی سر اٹھانے لگے تو اسے فوری طور پر ختم کرنے اور اس کا حل نکالنے کی سعی کرنا چاہئے مگر یہاں تو باوا آدم ہی نرالا ہے کہ بلاوجہ تاخیری حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔ آئی سی سی کی جانب سے یہ ہدایت آئے کافی عرصہ ہو چکا ہے کہ کرکٹ بورڈز سے حکومتی مداخلت کا خاتمہ کر کے انہیں ''جمہوری'' انداز سے چلایا جائے مگر لگتا ہے کہ پی سی بی کے حکام اس بارے میں ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچے ہیں جس کی واضح اور ٹھوس وجہ یہ ہے کہ اگر کھیل کی گورننگ باڈی کے احکامات پر عمل کیا گیا تو اس کا براہ راست اثر ان عہدیداروں پر پڑے گا جو ''ایوان صدر'' کے راستے ''سیاسی بنیادوں'' پر مسند اقتدار تک جا پہنچتے ہیں۔ ایسے میں کون چاہئے گا کہ وہ جس ''شاخ'' پر بیٹھا ہے اسی پر کلہاڑی چلائے مگر آئی سی سی کی جانب سے بڑھتے ہوئے ''اصرا'' بلکہ ''دباؤ'' کے پیش نظر ایسا ممکن نہیں رہا ہے کہ اس معاملے پر خاموشی اختیار کی جائے۔ پی سی بی حکام کی کوشش ہے کہ وہ کسی بھی قسم کی محاذ آرائی سے گریز کرتے ہوئے جون میں شیڈول آئی سی سی کے سالانہ اجلاس سے قبل اس مسئلے کا حل تلاش کر لیں مگر لگتا نہیں کہ یہ اتنا سادہ اور عام سا مسئلہ ہے جسے آسانی کے ساتھ طے کر لیا جائے کیونکہ ''جمہوریت'' کے دعویدار کرکٹ میں جمہوری روایات کو پروان چڑھانے سے گریزاں ہیں۔

پاکستان میں یہ انوکھا طریقہ رائج ہے کہ کرکٹ کی ایسوسی ایشنز کے تو باقاعدہ انتخابات ہوتے ہیں جہاں سے منتخب ہونے والے کامیاب اراکین بورڈ میں اپنے ریجن' علاقے یا شہر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ یہ الیکشن ایک باقاعدہ طے شدہ طریقہ کار کے تحت ہوتے ہیں جن میں وہی ''عہدیدار'' کامیابی کا ''دعویدار'' ہوتا ہے جس کے پاس پہلے سے جمع کئے ہوئے ووٹوں کی تعداد ہوتی ہے او رزیادہ تر کلبس ان ''منتخب شدہ'' اراکین کے زیر سایہ یا زیر سرپرستی چل رہے ہوتے ہیں یا پھر ان کے حواری ہی ان کے کرتا دھرتا ہوتے ہیں۔ پاکستان میں بوگس اور جعلی کلبوں کی موجودگی میں کوئی حیران کن امر نہیں جو صرف اسی الیکشن مرحلے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں اور ان کا عملی طور پر کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسا گورکھ دھندا ہے جس کی تفصیل میں جائیں تو بات نہ جانے کہاں سے کہاں نکل جائے گی اور ان افراد کو بھی تکلیف پہنچے گی جو اسی ''شعبدے بازی'' کے بل پر برسہا برس سے ملک کی مختلف کرکٹ ایسوسی ایشنوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور ''جمہوریت'' کے لفظ کو انہوں نے آئین سے عملی طور پر کھرچ کر پھینک دیا ہے مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ جمہوری ملک میں موجود جمہوری طاقتیں بھی اس پر سدا سے خاموش ہیں کیونکہ ''غیر جمہوری'' فیصلوں کا آغاز بھی ان کے ناموں سے ہی ہوتا ہے۔

پاکستان میں عوامی طاقت کے بل پر حکومتی ایوانوں تک رسائی حاصل کرنے والے افراد رائے شماری کے ذریعے ملک کے صدر کا انتخاب کرتے ہیں جسے پاکستان کرکٹ بورڈ کے ''سرپرست اعلیٰ'' کا عہدہ خود بخود تحفے میں مل جاتا ہے۔ بورڈ کے آئین کے تحت سرپرست اعلیٰ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بورڈ کے سربراہ کا انتخاب کر سکیں اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ملکی کرکٹ میں حکومتی مداخلت اور سیاسی اثرات کو داخل کرنے کا راستہ مل جاتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر صدر مملکت کے عہدے پر فائز شخصیت یا تو بورڈ کا نظام کسی سابق فوجی کے حوالے کر دیتی ہے اور اگر صدر باقاعدہ سیاسی نظام کے راستے اقتدار میں آیا ہو تو کسی مضبوط سیاسی سیڑھی کے ذریعے اپنی من پسند شخصیت کو ان ''عہدیداروں'' کا چیف مقرر کر دیا جاتا ہے جو کہ کلبوں کی ''سیاست'' کے ذریعے بورڈ میں قدم رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ حالیہ دور حکومت میں بھی یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا ہے اور اعجاز بٹ کے بعد موجودہ سربراہ چوہدری ذکاء اشرف بھی ''سیاسی'' اثر و رسوخ کے باعث عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ حالیہ چیف نے ابھی تک اپنی ذمہ داریوں کو احسن طور پر نبھانے کی کوشش کی ہے اور پاکستان کرکٹ میں موجود خامیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کے ساتھ ہی ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کے لئے ان کی کاوشیں لائق تحسین ہیں۔

اگر آئی سی سی کی جانب سے آنے والی ہدایات کو پیش نظر رکھا جائے تو سب سے پہلے ملک کے صدر کو ''سرپرست اعلیٰ'' کے عہدے سے محروم کرنا پڑے گا اور بورڈ کا سربراہ الیکشن کے ذریعے منتخب ہو کر آئے گا جو ظاہر ہے کہ کرکٹ سے وابستہ کوئی شخصیت ہو گی جسے ووٹوں کے ذریعے ایسوسی ایشنز اور دیگر عامل قوتیں منتخب کریں گی۔ یہ جمہوری نظام بڑا سادہ اور آسان سا ہے جس میں کوئی راکٹ سائنس کارفرما نہیں ہو گی مگر ذرائع کا یہ کہنا ہے کہ پی سی بی کے صدر اور پیٹرن انچیف آصف زرداری نے آئی سی سی کی جانب سے کرکٹ میں سیاسی مداخلت کو روکنے کے بارے میں ترمیم کو یکسر مسترد کر دیا ہے جس کے بعد پی سی بی کے لئے بھی یہ فیصلہ کرنا کسی حد تک مشکل ہو رہا ہے کہ وہ اس پیچیدہ معاملے کو کس طرح حل کرے؟ کہا جا رہا ہے کہ پی سی بی کے حکام اس حوالے سے کھیل کی گورننگ باڈی سے کسی قسم کا اختلاف یا محاذ آرائی نہیں چاہتے۔ انہوں نے ایگزیکٹو بورڈ میٹنگ کے دوران بھی آئی سی سی کے حکام سے اس بارے میں بات چیت کی تھی اور کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ جون میں منعقدہ آئی سی سی اجلاس سے قبل اس معاملے کا حل نکال لیا جائے مگر جب صدر مملکت کی جانب سے ہی اس جمہوری اقدام کو مسترد کر دیا گیا ہے تو پھر اس کا دوسرا حل کیا ہو سکتا ہے؟ اور پی سی بی کے حکام محاذ آرائی سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔

آئی سی سی نے دنیا بھر کے کرکٹ بورڈز کو سیاسی مداخلت سے پاک رکھنے کے لئے آئندہ برس جون تک ڈیڈ لائن مقرر کی ہوئی ہے اور واضح طور پر یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ موجودہ حکومت اس معاملے پر روایتی ٹال مٹول اور تاخیری حربے استعمال کر کے اپنا وقت گزارنے کی کوشش کرے گی اور آخری لمحات میں شاید کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے یا آنے والی نئی حکومت کو ملک میں جمہوری کرکٹ کا بیڑا اٹھانا پڑے۔ پاکستان کے صدر جمہوری قوتوں کے امین ہیں اور ان کی جماعت لفظ جمہوریت کے بل پر میدان مارتی آئی ہے تو کیا ہی اچھا ہو کہ صدر زرداری وہ کام کر جائیں جس سے ملک میں کرکٹ کا نظام تو کم از کم جمہوری انداز سے چلایا جا سکے۔ آئی سی سی کا اصرار کسی طرح بھی غلط نہیں ہے کہ تمام عہدیداروں کی تقرری باقاعدہ انتخابات سے عمل میں لائی جائے۔ صدر مملکت کے لئے سرپرست اعلیٰ کا عہدہ چھوڑنا ایک کڑوا گھونٹ سہی لیکن ایک بار انہوں نے یہ کام کر دکھایا تو پاکستان کرکٹ میں اوپر سے نیچے تک وہ انقلابی تبدیلی آئے گی جس کے بعد من مانی اور من چاہے فیصلوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ گزشتہ روز ایک سابق وزیر اعظم اپنے دور حکومت کے کارنامے بڑے فخر کے ساتھ بیان کر رہے تھے اور ہماری خواہش ہے کہ جب پاکستان کی موجودہ حکمران جماعت اگلے الیکشن کے لئے اپنی مہم جوئی کا آغاز کرے تو آصف زرداری بھی لوگوں سے ووٹ مانگتے ہوئے بلند آواز میں یہ کہہ سکیں کہ انہوں نے پی سی بی میں جمہوری نظام رائج کیا جس کی کوشش بھی کوئی سابق سربراہ مملکت نہ کر سکا۔ جب ملک میں جمہوریت کھپے تو پھر پی سی بی میں کیوں نہیں؟

MAB

بنگال ٹائیگرز ڈر گئے، عدالتی حکم پر دورۂ پاکستان ملتوی

بنگلہ دیشی کرکٹ ٹیم کا مختصر دور پاکستان، اعلان کے صرف چار روز بعد ہی ملتوی کر دیا گیا۔ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ) بی سی بی (کی جانب سے یہ فیصلہ ڈھاکہ ہائی کورٹ کے حکم کی روشنی میں کیا گیا ہے جس کے مطابق بی سی بی آئندہ چار ہفتوں تک کسی کھلاڑی کو پاکستان نہیں بھیج سکتا۔ یوں رواں ماہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے مابین لاہور کے قذافی اسٹیڈیم میں ہونے والے دونوں بین الاقوامی میچز کا امکان ختم ہو گیا بی اس اعلان سے فی الحقیقت پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کے لیے جاری کوششوں کو شدید دھچکا پہنچا ہے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ پی سی بی کی جانب سے سیکورٹی کے متعلق تمام تر یقین دہانیوں، بنگلہ دیش کے خلاف اس کے ہوم گراؤنڈز پر اضافی سیریز کھیلنے کی شرط ماننے اور پھر آئی سی سی میں نائب صدر کے لیے بنگلہ دیشی بورڈ کے سربراہ مصطفیٰ کمال کی حمایت کا وعدہ کرنے کے بعد بڑے نازنخروں سے راضی ہونے والا بنگلہ دیشی بورڈ اب عدالتی حکم کے باعث چار ہفتوں تک کسی کھلاڑی کو پاکستان نہیں بھیج سکتا۔ یہ عدالتی حکم اس وقت سامنے آیا ہے کہ جب پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا جا رہا تھا اور پی سی بی کے غیر معمولی دباؤ کے بعد بی سی بی کی جانب سے دو بین الاقوامی مقابلوں کے لیے رضامندی کو بھی حوصلہ افزا قرار دیا جا رہا تھا تاہم اب ڈھاکہ ہائی کورٹ کے حالیہ حکم نے اس امید کی کرن کو بھی کسی قدر بجھا دیا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ پاکستان ۔ بنگلہ دیش کرکٹ تعلقات کو خراب کرنے کی کوششوں پر انتہائی حیرت زدہ ہے۔ پی سی بی کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ دوطرفہ کرکٹ میں رکاوٹ پیدا کرنے پر نہ صرف پی سی بی اور پاکستان بلکہ دنیائے کرکٹ کے تمام ہی شائقین کے لیے افسوس ناک ہے۔ بنگلہ دیشی ہائی کورٹ میں دور پاکستان کے خلاف پٹیشن میں رواں ماہ کے آخر میں بنگلہ دیشی ٹیم کے تین روزہ دورہ کو ملتوی کرنے اور اسپورٹس سیکریٹری اور نیشنل اسپورٹس کانسل و بی سی بی کے چیف مصطفیٰ کمال سے اس دورے کی بابت پوچھنے کی درخواست کی گئی تھی۔ مدعی کی جانب سے کہا گیا ہے کہ پی سی بی بین الاقوامی کرکٹ کونسل آئی سی سی کو سیکورٹی پلان نہیں دے سکا اور اگر پاکستان کسی اور غیر ملکی ٹیم کے لیے محفوظ نہیں تو بنگلہ دیشی ٹیم کو بھی ایسی صورتحال میں وہاں نہیں بھیجا جانا چاہیے۔ 2009 میں سری لنکن کرکٹ ٹیم پر حملے کے بعد سے پاکستان میں کرکٹ کے میدان ویرانی کی تصویر بنے ہوئے ہیں جنہیں دوبارہ آباد کرنے کی کوششیں ایک طویل عرصے سے جاری ہیں۔ دسمبر 2011 میں اس معاملے پر اہم پیشرفت نظر آئی جب بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ نے پاکستان میں سیریز کھیلنے پر حامی بھری۔ بعد ازاں ایک 9 رکنی وفد نے سیکورٹی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے پاکستان کا دورہ کرتے ہوئے مکمل اطمینان کا بھی اظہار کیا۔ اس موقع پر بین الاقوامی کرکٹ کونسل) آئی سی سی (نے رنگ میں بھنگ ڈالتے ہوئے کہا کہ وہ میچ آفیشلز یعنی امپائرز و دیگر عملے کو پاکستان نہیں بھیجے گا۔ علاوہ ازیں بین الاقوامی کرکٹرز کی انجمن فیڈریشن آف انٹرنیشنل کرکٹرز ایسوسی ایشن) فیکا (نے مطالبہ کیا کہ بنگلہ دیش کا مجوزہ دور پاکستان فوری طور پر منسوخ کیا جائے۔ ان تمام مشکلات کے باوجود پی سی بی کے سربراہ ذکا اشرف اور بی سی بی کے درمیان مبینہ طور پر چند بیک ڈور چینلز ہوئے مذاکرات اور میں کیے گئے عہد و پیمان کے بعد مختصر دورے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اب اس معاملے کا عدالت میں چلے جانے اور ابتدائی طور پر چار ہفتوں تک اس دورے کو ملتوی کرنے کے باعث پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کا خواب جلد شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہیں آتا۔ 2009 کھیلوں کی عالمی تاریخ کے انوکھے اور افسوس ناک واقعے کے ساتھ پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ مکمل طور پر بند ہو گئی۔
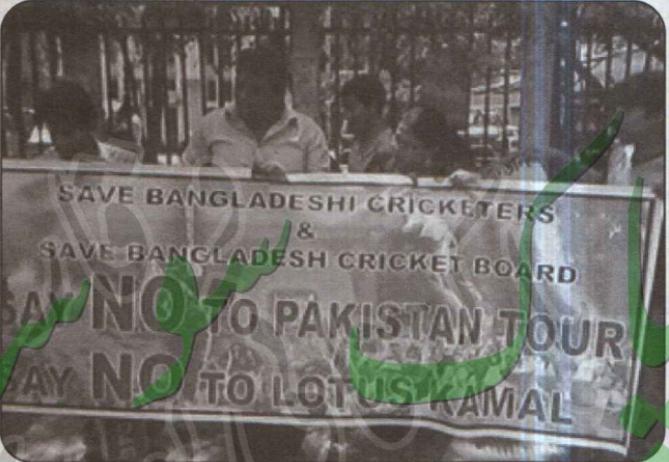
لاہور میں سری لنکا کی کرکٹ ٹیم پر دہشت گردوں کے حملے نے پاکستان کے میدانوں کو عرصے کے لیے ویران کر دیا اور اس پر طرہ یہ کہ اعجاز بٹ کی زیر قیادت نااہل انتظامیہ کے باعث پاکستان وقت کے ساتھ ساتھ دنیائے کرکٹ میں تنہا ہوتا چلا گیا۔ اس صورتحال میں، جب امن وامان بھی مثالی نہ ہو، وطن عزیز میں کرکٹ جیسے عظیم کھیل کی واپسی کی توقع کرنا عبث تھا۔ پاکستان مختلف ممالک میں اپنی 'ہوم سیریز' کھیلتا رہا یہاں تک کہ اعجاز بٹ کی جگہ ذکا اشرف کو پاکستان کرکٹ بورڈ کی سربراہی سونپی گئی اور انہوں نے اپنا پہلا ہدف ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کو قرار دیا جو کہ نہ صرف پی بی بلکہ ہر پاکستان کی خواہش ہے۔ بنگلہ دیشی عوام محض دو روزہ دورہ پاکستان قبول کرنے پر بھی بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ اور اس کے سربراہ مصطفیٰ کمال سے نالاں نظر آ رہے تھے اس ضمن میں گزشتہ سال کے آخری ایام میں پاکستان نے بنگلہ دیش کا ایک اضافی دورہ کیا، جس کے بارے میں کہا جا رہا تھا کہ یہ اس شرط پر کیا گیا ہے کہ جواب میں بنگلہ دیش پاکستان کا دورہ کرے گا۔ بہرحال، پاکستان نے متحدہ عرب امارات میں انگلستان کے خلاف ہوم سیریز مکمل کی تو پھر پاکستان کی جانب سے بنگلہ دیشی ٹیم کے مجوزہ دورہ پاکستان کو حتمی شکل دینے کا مطالبہ شدت پکڑ گیا یہاں تک کہ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے سربراہ مصطفیٰ کمال کی سربراہی میں ایک 9 رکنی وفد نے پاکستان میں حفاظتی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے ایک دورہ تک کر ڈالا اور اپنے مکمل اطمینان کا اظہار کیا۔ یوں آخری رکاوٹ بھی عبور ہو گئی اور آئی سی سی، عالمی ذرائع ابلاغ، سیاست دانوں اور افواہوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود فیصلہ ہو گیا کہ بنگلہ دیش پاکستان کے خلاف ایک ٹی ٹوئنٹی اور ایک ون ڈے میچ کھیلنے کے لیے لاہور آئے گا اور یوں مارچ 2009ء کے بعد پہلی بار پاکستان کی سرزمین پر کوئی بین الاقوامی مقابلہ ہوگا۔ یہ بات اپنی نہاد میں جہاں پاکستانی کرکٹ کے لیے خوش آئند ضرور تھی لیکن اس کے ساتھ کئی سوالات بھی ابھرتے ہیں۔ سب سے پہلا سوال یہ کہ کیا بنگلہ دیش کا دو روزہ دورہ دیگر ممالک کو قائل کرنے کے لیے کافی ہوگا کہ وہ پاکستان کو ایک محفوظ ملک سمجھتے ہوئے اپنی ٹیموں کو یہاں بھیجیں؟ فی الحال تو ایسا بالکل بھی نہیں دکھائی دیتا کیونکہ ایک جانب جہاں بنگلہ دیش نے دور پاکستان کی منظوری دی، وہیں خود اس کے ملک میں بڑے پیمانے پر مخالفت شروع ہو چکی تھی۔ علاوہ ازیں ایشیا کپ کے فائنل میں شکست کے بعد بنگلہ دیشی بورڈ کے نازنخروں سے بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ

اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ پاکستان کے لیے ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کو واپس لینے کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہوگا

اگر آئی سی سی کی نائب صدارت پر پاکستان کی حمایت نہ درکار ہوتی تو عین ممکن تھا کہ بنگلہ دیش پاکستان آنے سے انکار کر دیتا۔ پھر محض دو دن کا دورہ کسی بھی ملک کے لیے تشفی طلب نہیں تھا۔ کوئی ٹیم کم از کم پاکستان میں ایک ماہ قیام کرے اور تین شہروں میں جا کر کھیلے تو کسی حد تک ہمارا کرکٹ بورڈ قائل کرنے کے قابل بن سکتا ہے ورنہ اب تک تو اتنی دوڑ دھوپ کے بعد حاصل ہونے والی یہ سیریز سعی لاحاصل لگتی تھی۔ ادھر بنگلہ دیش کی صورتحال یہ تھی کہ اس کے آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے کوچ اسٹورٹ لا نے اپنے عہدے سے استعفی دے دیا۔ دوسرا مسئلہ خود بنگلہ دیشی ٹیم کے اندر بھی پیدا ہو گیا کہ ٹیم کے چند اراکین پاکستان کے دورے کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں اور بورڈ کو بالآخر یہ کہنا پڑا ہے کہ وہ کسی کھلاڑی پر دورے کے لیے زور نہیں ڈالے گا، اگر کوئی کھلاڑی پاکستان نہیں جانا چاہتا تو اسے رخصت دے دی جائے گی۔ لہذا یہ پاکستان کرکٹ بورڈ کے لیے بہت بڑی مشکل کھڑی کرنے والا معاملہ تھا، جسے اس امر کو یقینی بنانا تھا کہ بنگلہ دیش ایک معیاری کرکٹ ٹیم بھیجے، نا کہ دوسرے درجے کی ٹیم بھیج کر پاکستان کو جگ ہنسائی کا باعث بنائے۔ اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں ہمیکہ پاکستان کے لیے ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کو واپس لینے کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہوگا۔ ایک جانب بھارت ہے، جس کا اپنی مالی پوزیشن کی وجہ سے بین الاقوامی کرکٹ کونسل اور عالمی کرکٹ کے دیگر کرتا دھرتا حلقوں پر بہت زیادہ اثر ہے اور اس کی پاکستان کرکٹ کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ وہ ضرور بنگلہ دیش اور دیگر چھوٹے و بڑے بورڈز پر دباؤ ڈالے گا کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے پاکستان کرکٹ کو کوئی فائدہ پہنچے۔ دیگر بڑے کرکٹ بورڈز، جو پاکستان کے حق میں نہیں دکھائی دیتے، ان میں انگلستان اور آسٹریلیا سرفہرست ہیں۔ انگلستان کے 2010 میں اسپاٹ فکسنگ تنازع کے باعث پاکستان سے کچھ اچھے تعلقات نہیں ہیں گو کہ اس نے چند ماہ قبل پاکستان کے خلاف سیریز کھیل کر اس برف کو کچھ پگھلایا ہے لیکن ابھی دونوں کے تعلقات اس نہج پر نہیں پہنچے کہ پاکستان اپنی کوئی بات منوانے کی پوزیشن میں ہو۔ دوسری جانب آسٹریلیا ہے، جس نے اسٹورٹ لا کو استعفے کے فوراً بعد جس طرح اپنا لیا ہے، وہ اس امر کی واضح مثال ہے کہ وہ پاکستان کا خیر خواہ نہیں ہے۔ آسٹریلیا نے نائن الیون کے بعد سے پاکستان کا کوئی دورہ نہیں کیا اور جب بھی فیوچر ٹورز پروگرام کے تحت اسے پاکستان آنا پڑتا، وہ سیکورٹی کی صورتحال کا بہانہ تراش کے پاکستان کو کسی اور میدان پر گھسیٹتا، چاہے وہ سری لنکا ہو، متحدہ عرب امارات یا پھر انگلستان۔ پاکستان کو 1998 کے بعد سے آج تک اپنے میدان پر آسٹریلیا کے خلاف سیریز کھیلنے کا موقع نہیں ملا۔ یہی وہ پہلی ٹیم تھی جس نے سب سے پہلے پاکستان میں امن و امان کی صورتحال کا بہانہ بنا کر فرار کی راہ اختیار کی حالانکہ انگلستان، جنوبی افریقہ، نیوزی لینڈ جیسی ورلڈ کلاس ٹیموں حتی کہ بھارت کو بھی پاکستان آنے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی، چاہے وہ کتنا ہی مختصر قدم کیوں ہی نہ ہو، ایک بہت بڑی پیشرفت ہوگی پاکستان کو اس کے ثمرات پر نظر رکھنی ہوگی، اپنا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہوگا اور ایک جانب جہاں حفاظتی انتظامات کو واقعتاً فول پروف بنانا ہوگا وہیں اس سیریز سے فائدہ اٹھانے کی حکمت عملی بھی ترتیب دینا ہوگی۔ اس ضمن میں پاکستان کرکٹ بورڈ کی پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ جلد از جلد کسی ٹیم کے ساتھ ایک اور سیریز کے انعقاد کو ممکن بنائے اور کوشش کرے کہ سیریز طویل ہو جس میں ٹیسٹ، ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی تینوں میچز شامل ہوں تا کہ اسے دیگر ممالک اور آئی سی سی کو قائل کرنے میں آسانی ہو۔

پاکستان میں فی الفور بین الاقوامی کرکٹ واپس نہیں آسکتی......جیفری بائیکاٹ

پاکستان کرکٹ بورڈ ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی میں کامیاب تو نہیں ہو سکا، لیکن اس نے معاملے کو دنیائے کرکٹ کے گرما گرم 'ایشوز' میں سے ایک ضرور بنا دیا ہے۔ گو کہ ملک میں ایسے وقت میں دیگر ٹیموں کی واپسی کی توقع کرنا عبث ہے جبکہ امن و امان کی صورتحال سب کے سامنے ہے، لیکن اس کے باوجود پی سی بی کی سرتوڑ کوششیں اس سمت میں جلد ہی کسی مثبت پیشرفت کے امکان کو تازہ کیے ہوئے ہیں۔ انگلستان کے سابق کپتان اور معروف تبصرہ نگار نے بھی انہی حالات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر پاکستان میں ایک اور ٹیم پر حملہ ہو گیا تو آنے والے کئی سالوں تک ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کا خواب بھی نہیں دیکھا جا سکے گا۔ اس لیے موجودہ حالات میں 'اوکھلی میں سر دینا' ایک بے وقوفانہ حرکت ہوگی کیونکہ اس کے نتیجے میں پاکستان دنیائے کرکٹ میں تنہا ہو سکتا ہے۔ معروف ویب سائٹ کرک انفو کے پروگرام 'Bowl at Boyes' میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جیف بائیکاٹ نے کہا کہ پاکستان بہت اچھے کھلاڑیوں کی سرزمین ہے اور وہ بلاشبہ عالمی کرکٹ کی بڑی ٹیموں میں سے ایک ہے۔ لیکن پاکستان کے حوالے سے تمام تر خیر خواہی بھی اس حقیقت کو نہیں بدل سکتی کہ ملک میں امن و امان کی صورتحال مخدوش ہے اور اب بھی دور پاکستان اور وہاں کرکٹ کھیلنے کے بارے میں ذہنوں میں بہت سے خدشات موجود ہیں۔ بائیکاٹ نے کہا کہ یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ کھلاڑیوں اور دیگر حکام کی حفاظت فوج کرے گی کیونکہ فوج کو اس وقت سری لنکا کے کھلاڑیوں کو بچانے کے لیے بھی موجود ہونا چاہیے تھے جب انہیں گولیاں ماری جا رہی تھیں۔ انہوں نے بنگلہ دیش کے مجوزہ دورۂ پاکستان کے حوالے سے کہا، جو اب ملتوی کر دیا گیا ہے، کہ اس مرتبہ بہت اعلی حفاظتی انتظامات کے دعوے کیے جا رہے ہیں لیکن یہ سب کچھ تو پچھلی مرتبہ ہونا چاہیے تھا۔ اگر صاف الفاظ میں کہا جائے تو پاکستان میں اس

وقت زبردست شورش برپا ہے اور اگر پاکستان دیگر ملکوں کی کرکٹ ٹیموں کو کھیلتے دیکھنا چاہتا ہے تو اسے امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب سمجھتے ہیں کہ بین الاقوامی ٹیموں کی آمد پاکستان میں نوجوان کھلاڑیوں کے لیے کتنا اہم ہے۔ اپنے عزم و حوصلے کو تقویت بخشنے والی کرکٹ نہ دیکھنے کے باعث نوجوان کھیل میں دلچسپی ختم کر کے کسی اور جانب متوجہ ہو جائیں گے۔ اس لیے یہ اہم ہے کہ پاکستان اپنی سرزمین پر بین الاقوامی کرکٹ کھیلے۔ نوجوانوں کے لیے اپنے ہیروز اور قومی کرکٹ ٹیم کو دیکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ بھی اہم ہیکہ لوگ جمع ہوں اور میچز کا لطف اٹھانے کے لیے جائیں۔ ہم میں سے کوئی بھی فرد کسی پاکستانی کے منہ سے یہ جملہ نہیں سننا چاہتا "بین الاقوامی کرکٹ نہیں ہو رہی؟ نہ ہو، میری دلچسپیاں کچھ اور ہیں۔" اس لیے بہر حال یہ بات تو اپنی جگہ مسلم ہے کہ پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کھیلی جائے، لیکن شائقین اسے پاکستانی کرکٹ انتظامیہ کی وجہ سے غلط ڈھنگ اختیار کرتے دیکھنا نہیں چاہتے۔

بائیکاٹ نے کہا کہ پاکستان کرکٹ کے کئی مثبت پہلو ہیں، میں کئی سابق و موجودہ کھلاڑیوں، انفرادی شخصیات اور منتظمین کو جانتا ہوں اور ہم سب پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی چاہتے ہیں، لیکن یہ کام کرکٹ بورڈ کے کرتا دھرتا اور امن و امان قائم کرنے والے اداروں کا ہے کہ وہ اس مرتبہ بین الاقوامی سیریز کو زیادہ بہتر انداز سے منظم منعقد کریں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ صورتحال سیکورٹی فورسز اور منتظمین کے لیے بہت کٹھن مرحلہ ہے لیکن ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کے لیے درست ترین وقت کا تعین کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان نے 2009 کے اوائل سری لنکا کو مکمل یقین دہانی کے بعد دورے کے لیے قائل کیا تھا لیکن بدقسمتی سے لاہور میں کھیلے جانے والے ٹیسٹ میچ کے دوران نامعلوم دہشت گردوں نے ٹیم کے قافلے پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں متعدد پولیس اہلکار جاں بحق اور سری لنکن ٹیم کے متعدد اراکین زخمی ہوئے۔ اس افسوسناک واقعے کے بعد سے ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کا خاتمہ ہو گیا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کی نئی انتظامیہ کی کئی ماہ کی کوششوں کے بعد بنگلہ دیش نے دورہ پاکستان پر رضامندی کا اظہار کیا تھا لیکن گزشتہ روز ڈھاکہ کی عدالت عالیہ کے حکم امتناعی کے باعث اب بنگلہ دیشی ٹیم اگلے ایک ماہ تک پاکستان کا دورہ نہیں کر سکتی۔ اس صورتحال نے پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی ممکنہ واپسی کے امکانات ایک مرتبہ پھر ختم کر دیے ہیں۔

بنگلہ دیش کا انکار......عالمی کرکٹ کی واپسی کیلئے پی سی بی نئی پلاننگ میں مصروف

بنگلہ دیش کرکٹ ٹیم کا دورہ پاکستان منسوخ ہونے کے بعد اب پاکستان کرکٹ بورڈ نے تمام تر توجہ اکتوبر میں پاکستان پریمیئر لیگ پر مرکوز کرلی ہے۔ البتہ فوری طور پر ورلڈ الیون کو بلانے کے پلان کو مسترد کردیا گیا ہے۔ پی پی ایل کے پہلے سال بڑے غیر ملکی کھلاڑیوں کی شمولیت کا امکان نہیں ہے۔ پی سی بی نے آئی سی سی کی نائب صدارت کے لیے مصطفیٰ کمال کا نام واپس لینے کی باتوں کو بھی قبل از وقت قرار دیا ہے۔ پی سی بی کے چیف آپریٹنگ آفیسر سبحان احمد نے بتایا کہ فی الحال دورے کی منسوخی کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کا جائزہ لے رہے ہیں، فی الحال اس بات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ بنگلہ دیش بورڈ نے یہ فیصلہ کس بنیاد پر کیا بنگلہ دیش بورڈ کے صدر مصطفیٰ کمال کی آئی سی سی کی نائب صدارت کے لیے نامزدگی واپس لینے کے حوالے سے سبحان احمد نے کہا کہ میڈیا میں یہ باتیں آرہی ہیں کہ ہم ان کے نام سے دستبردار ہوگئے ہیں۔ فی الحاق اس بارے میں غور نہیں کیا گیا۔ سوچ سمجھ کر مستقبل کی حکمت عملی بنائیں گے۔ سبحان احمد نے کہا کہ بنگلہ دیشی دورے کی منسوخی کے بعد فی الحال کسی اور ٹیم کو پاکستان بلانے کی منصوبہ بندی نہیں کررہے ہیں، اب ہماری تمام تر توجہ پاکستان پریمیئر لیگ کے کامیاب اور شاندار انعقاد پر مرکوز ہے ہمیں ابھی تک چند کمپنیوں نے پرزنٹیشن دے دی ہے اور کچھ اور کمپنیاں پرزنٹیشن دیں گے۔ ان تمام کا خیال ہے کہ پہلے سال بڑے اور مشہور غیر ملکی کھلاڑی نہیں آئیں گے البتہ غیر ملکی کھلاڑیوں کو ضرور بلانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ پاکستان پریمیئر لیگ کا خاکہ تیار ہے چند مزید کمپنیوں سے پرزنٹیشن لے کر فیصلہ کریں گے کہ کس کو پارٹنر بنا کر اس منصوبے کو مکمل کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ورلڈ الیون پالیشنگ کو بلانے کے منصوبے فی الحال التوا کا شکار ہیں پریمیئر لیگ کے ذریعے غیر ملکی کھلاڑیوں کو پاکستان لائیں گے۔

بنگلہ دیش کرکٹ ٹیم کا دورہ پاکستان نہ ہونے کے باوجود پاکستانی کھلاڑیوں نے قذافی اسٹیڈیم میں ٹارگٹ میچ کھیلا۔ اب انگلش سیزن کے لئے کئی پلیئرز چند روز میں انگلینڈ روانہ ہوجائیں گے جبکہ شیڈول کے مطابق پاکستان کرکٹ ٹیم 27 مئی سے سری لنکا کا دورہ کرے گی جس میں تین ٹیسٹ، پانچ ون ڈے انٹرنیشنل اور ایک ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل ہوگا۔ ذرائع کے مطابق لاہور میں بنگلہ دیش کے خلاف سیریز کے لئے قومی سلیکشن کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ سلیکٹرز نے میٹنگ کے بعد کپتان مصباح الحق اور کوچ واٹ مور سے میٹنگ کرنا تھی، اسی دوران کھانے کا وقفہ کردیا گیا۔ مصباح الحق، واٹ مور اور سلیکٹرز کھانا کھا رہے تھے کہ انہیں بتایا گیا کہ بنگلہ دیش ہائی کورٹ کا فیصلہ آگیا ہے اور دورہ کھٹائی میں پڑ گیا ہے اسی دوران سلیکٹرز نے میٹنگ ختم کردی۔ پاکستان کے متعدد کھلاڑی اگلے چند دن میں لیگ اور کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے انگلینڈ روانہ ہورہے ہیں۔ سابق کپتان اور ماضی کے عظیم وکٹ کیپر راشد لطیف نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش ٹیم کے دورہ پاکستان کی منسوخی کے بعد پاکستان بورڈ کو تمام تر توجہ پاکستان پریمیئر لیگ پر مرکوز کرنی چاہیے۔ ورلڈ الیون کو بلوا کر بھی غیر ملکیوں کے تاثر کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ راشد لطیف نے کہا کہ پاکستان چار دن کے لئے غیر ملکی ٹیم کی میزبانی کرسکتا ہے۔ قومی ٹی ٹوئنٹی ٹورنامنٹ کے فائنل میں 35 ہزار تماشائیوں کا آنا میچ کا کامیاب انعقاد اس بات کا اشارہ ہے کہ پاکستان میں مختصر انٹرنیشنل سیریز ہوسکتی ہے۔ تاہم بنگلہ دیش ٹیم کا نہ آنا پاکستان کرکٹ کے لئے اچھی خبر نہیں کیونکہ پی سی بی کافی دنوں سے تیاریوں میں مصروف تھا۔ راشد لطیف نے کہا کہ اب پاکستان کو پاکستان پریمیئر لیگ کرا کر دنیا کے بڑے کھلاڑیوں کو مدعو کرنا چاہئے۔ کرکٹرز بھی دوستوں کو دعوت دے سکتے ہیں۔ ورلڈ الیون کے لئے میں بھی پیشکش کرچکا ہوں۔ اس منصوبے پر پیسے خرچ ہوں گے۔ لیکن ورلڈ الیون کو بھی بلوایا جاسکتا ہے۔ پی سی بی کو چاہیے کہ وہ 2013 میں کسی غیر ملکی ٹیم کو ٹیسٹ سیریز کے لئے بلانے کی منصوبہ بندی کرے۔ اس دوران ملک کے حالات بھی بہتر ہوسکتے ہیں۔

اٹھائیس ماہ بعد پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ کی بحالی کیلئے پاکستان کرکٹ بورڈ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ پی سی بی کی بنگلہ دیش کرکٹ ٹیم کو پاکستان لانے کی کوششیں اس وقت دم توڑ گئیں جب بنگلہ دیش کی ڈھاکہ ہائیکورٹ نے اپنی کرکٹ ٹیم کے دورہ پاکستان کیخلاف حکم امتناع جاری کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ ٹیم کو چار ہفتوں تک پاکستان کے دورے پر نہ بھیجا جائے جس کے بعد بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ نے ٹیم کا دورہ پاکستان موخر کردیا پاکستان کرکٹ بورڈ نے فیصلے پر سخت ردعمل کا اظہار کیا چیئرمین پی سی بی ذکا اشرف کا کہنا ہے کہ فیصلے سے دکھ ہوا تاہم کرکٹ کے معاملات میں عدالتیں ملوث نہیں ہوتیں۔، سیکورٹی کے انتظامات مکمل تھے، میں خود حیران ہوں پہلے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا، یہ معاملہ دونوں ملکوں کے بورڈز کو دیکھنا چاہئے تھا، معاملے کو عدالت میں لے جانا پاکستان اور بنگلہ دیش کے کرکٹ تعلقات خراب کرنے کے مترادف ہیں، کچھ قوتیں بنگلہ دیش ٹیم کے دورہ پاکستان کو سبوتاژ کرنا چاہتی تھیں، یہ قوتیں بنگلہ دیش میں بھی ہوسکتی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ تاریخ میں پہلی بار کرکٹ معاملات میں عدالت نے مداخلت کی اس دورے کی منظوری وزیراعظم شیخ حسینہ نے دی تھی ذکا اشرف نے اسلام آباد میں وزیر داخلہ رحمٰن ملک سے ملاقات کر کے حفاظتی انتظامات پر بات چیت کی تھی اور وزارت داخلہ کا سیکورٹی پلان بنگلہ دیش بورڈ اور آئی سی سی کو روانہ کردیا گیا تھا۔ رحمٰن ملک نے حکومت پاکستان کی طرف سے مہمان ٹیم کو فول پروف سیکورٹی فراہم کرانے کی یقین دہانی کرائی تھی۔ پی سی بی کے ترجمان کے مطابق عدالت کا فیصلہ تشویش ناک ہے۔ عدالت کی طرف سے اس قسم کے آرڈر کا جاری ہونا حیران کن ہے اس سے دونوں ملکوں کے کرکٹ تعلقات خراب ہوسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستانی کھلاڑیوں نے شکوہ کیا ہے کہ کئی ہفتے گزر جانے کے باوجود انہیں ابھی تک بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کے معاوضوں کی ادائیگی نہیں ہوئی، شاہد آفریدی کی ٹیم ڈھاکا نے ٹورنامنٹ میں کامیابی حاصل کی تھی۔ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ دو حصوں میں کھیلی گئی تھی تاہم پاکستانی کرکٹرز کو مختلف ٹیموں کی طرف سے معاوضوں کی ادائیگی نہیں کی ہے۔ ڈھاکہ ہائی کورٹ نے بنگلہ دیشی کرکٹ ٹیم کے دور پاکستان کو سیکیورٹی خدشات کی بنا پر کم از کم چار ہفتے کے لیے ملتوی کرنے کا حکم دیا ڈھاکہ کی عدالت نے یہ حکم سپریم کورٹ کے ایک وکیل اور ایک استاد کی جانب سے دائر کردہ درخواست پر سنایا۔ درخواست گزراوں کا کہنا تھا کہ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ سیکیورٹی خدشات کے باوجود کھلاڑیوں کو پاکستان بھیجنا چاہتا ہے۔ بنگلہ دیش کے ایڈیشنل اٹارنی جنرل ایم کے رحمان نے بتایا کہ ہائی کورٹ نے بنگلہ دیش کرکٹ کے حکام سے کہا ہے کہ وہ وضاحت کریں کہ ٹیم کی سکیورٹی کے بارے میں خدشات سامنے آنے کے باوجود انہوں نے اس دورے کا فیصلہ

کیوں کیا۔ پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کے لیے اس دورے کو اہم ترین قرار دیا جا رہا تھا۔ پاکستان میں سنہ دو ہزار نو میں لاہور میں سری لنکن ٹیم پر حملے کے بعد سے بین الاقوامی کرکٹ میچ منعقد نہیں ہوئے اور پاکستان اپنی ہوم سیریز نیوٹرل میدانوں میں کھیلتا رہا ہے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئر مین ذکا اشرف نے بنگلہ دیشی کرکٹ ٹیم کے دورے کے بارے میں بنگلہ دیشی ہائی کورٹ کے حکم امتناعی پر افسوس ظاہر کیا ذکا اشرف نے کہا کہ انہیں اس فیصلے سے بہت تکلیف پہنچی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ کرکٹ کو عدالت میں لے جانا افسوسناک ہے۔ وہ اس فیصلے پر تنقید نہیں کر رہے ہیں لیکن انہیں اس پر حیرانی ہوئی ہے کیونکہ یہ دورہ ایسا نہیں تھا جس میں کوئی قانونی مسئلہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیشی کرکٹ ٹیم کا دورہ آئی سی سی کے طے کردہ فیوچر ٹور پروگرام کا حصہ ہے اور کرکٹ بورڈز ان پر اتفاق کر چکے ہیں۔ ذکا اشرف نے کہا کہ پاکستانی کرکٹ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ اس طرح کا کوئی حکم امتناعی سامنے آیا ہیکہ میچز نہ کھیلے جائیں۔ ذکا اشرف نے کہا کہ اگر اس طرح کرکٹ روکنے کی روایت پڑ گئی تو پھر اس کے منفی اثرات مرتب ہونگے کیونکہ اس سے راستہ دکھایا جائے گا کہ اگر کوئی کرکٹ بورڈ کوئی فیصلہ کرتا ہے اور کسی کو وہ پسند نہیں تو وہ اٹھ کر عدالت میں چلا جائے۔ آئی سی سی کے سابق صدر احسان مانی نے بنگلہ دیشی کرکٹ ٹیم کے پاکستان نہ آنے کے بارے میں سخت ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اس کا ذمہ دار بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ کو ٹھہرایا "اگر کسی شخص نے عدالت سے رجوع کر بھی لیا تھا تو بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ کا یہ فرض بنتا تھا کہ وہ فوری طور پر اپیل کرتا اور سپریم کورٹ میں جاتا۔" احسان مانی نے کہا کہ کسی شخص نے عدالت سے رجوع کر بھی لیا تھا تو بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ کا یہ فرض بنتا تھا کہ وہ فوری طور پر اپیل کرتا اور سپریم کورٹ میں جاتا۔ انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ کو یہ سوچنا چاہیے کہ آج ایک دورے کے خلاف عدالت سے رجوع کیا گیا ہے کل کوئی بھی شخص ٹیم سلیکشن کے معاملے میں بھی اسے عدالت میں لے جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں سکیورٹی کی صورتحال کا جائزہ لینے کا اختیار فیصلہ کرنے کا اختیار صرف بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ کو ہے وہاں کوئی دوسرا ادارہ اس بارے میں فیصلہ کیسے کرسکتا ہے۔ احسان مانی نے کہا کہ جتنی تیزی سے جو کچھ بھی ہوا ہے وہ بظاہر ایک منصوبہ بندی کا نتیجہ دکھائی دے رہا ہے۔ احسان مانی نے بنگلہ دیش کو یاد دلایا کہ یہ پاکستان ہی ہے جس کی وجہ سے وہ آئی سی سی کا ٹیسٹ رکن بنا اور یہ پاکستان ہی ہے جس نے اس تحریک کی زبردست مخالفت کی جو بنگلہ دیش اور زمبابوے کی ٹیسٹ رکنیت ختم کرنے کے لیے سامنے آئی تھی۔ اسوقت وہ آئی سی سی کے صدر تھے اور انہوں نے بھی اس تحریک کی مخالفت کی تھی۔ ادھر پاکستان کرکٹ بورڈ نے مختصر وقت میں بنگلہ دیش کی سیریز آرگنائز کرنے کا چیلنج قبول کیا۔ تاہم میزبان حکام لاعلم تھے کہ ٹائیگرز کی حفاظت کیلئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے گا اسی لئے سیکورٹی ایجنسیوں کے عدم تعاون کی وجہ سے اپنا سیکورٹی پلان آئی سی سی کے حوالے نہیں کیا۔ بورڈ کے ایک اعلی افسر نے بتایا کہ وفاقی اور صوبائی ایجنسیاں خوابِ خرگوش کے مزے لے رہی تھیں پی سی بی حکام کی بار بار یاددہانی کے باوجود بنگلہ دیش کی سیریز کا سیکورٹی پلان پی سی بی کو نہیں مل سکا۔ یہ پلان ملنے کے بعد آئی سی سی اپنے میچ آفیشلز کو پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کرتی ذرائع کے مطابق عدم تعاون کے باعث پی سی بی کے چیئر مین ذکا اشرف اور ان کے رفقا نے اہم حکومتی شخصیات سے رابطہ کیا کیونکہ اس بار پی سی بی کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھی۔ سی بی کے چیف آپریٹنگ آفیسر سبحان احمد کی سربراہی میں کوآرڈینیشن کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں سیریز کے انتظامات کا جائزہ لیا گیا۔ ی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ پی سی بی کے حکام مختلف ایجنسیوں کو مسلسل یاددلا رہے تھے کہ وہ سیکورٹی پلان دیں تاکہ آئی سی سی کو مجوزہ پلان فراہم کیا جائے۔ ذرائع کا دعوی ہے کہ موجودہ صورتحال حوصلہ افزا نہیں تھی۔ ادھر ڈھاکا میں بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کی آپریشنز کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں بورڈ ڈائریکٹرز نے دورہ پاکستان کی سخت مخالفت اور فیصلے پر نظرثانی کی اپیل کی تھی۔ کمیٹی کے اراکین کا کہنا ہے کہ مصطفیٰ کمال نے ازخود بنگلہ دیشی ٹیم کو پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کرلیا، اس سیریز کے انعقاد سے نہ پاکستان کو فائدہ ہوگا اور نہ بنگلہ دیش کو، دورہ پاکستان کے لیے اس وقت حالات سازگار نہیں ہیں۔ اراکین کا موقف تھا کہ رواں ماہ بنگلہ دیش کے دورہ پاکستان کے باوجود چار ماہ بعد پاکستان کرکٹ ٹیم آسٹریلیا کے خلاف اپنی ہوم سیریز سری لنکا میں ہی کھیلے گی، تو بنگلہ دیشی ٹیم کے دورہ پاکستان سے وہاں عالمی مقابلے کس طرح یکسر بحال ہوسکتے ہیں۔ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے ڈائریکٹر احمد شہزاد العالم اور عارفین نے کہا کہ بی سی بی چیئر مین مصطفیٰ کمال اپنے فیصلے پر نظرثانی کریں جبکہ مصطفیٰ کمال کا کہنا ہے کہ بنگلہ دیشی حکومت نے دورہ پاکستان کے حوالے سے مکمل اختیار دیا تھا، میں نے جو فیصلہ کیا وہ سب کی بہتری کو مدنظر رکھ کر کیا

قارئین تمام باتوں کو اگر سامنے رکھیں تو یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ بنگال ٹائیگر کا ٹور ایک سازش کے تحت ملتوی کرایا گیا اور یہ سازش ملک کے خلاف سمجھی جاسکتی ہے۔ جس کا تدارک فوری طور پر کرنا ضروری ہے تاکہ پاکستان کو بدنام کرنے والے عناصر کو سامنے لایا جاسکے۔

حسام نسیم

پاکستان بیرون ملک ہوم سیریز اب اپنی شرائط پر کھیلے، سابق کرکٹرز

پاکستان کے سابق ٹیسٹ کرکٹرز نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش کرکٹ ٹیم کے دورہ پاکستان کی منسوخی پاکستان کو عالمی کرکٹ میں تنہا کرنے کی سازش ہے، پاکستان اب بیرون ملک ہوم سیریز اپنی شرائط پر کھیلے جب کہ پی سی بی غیر ملکی ٹیموں اور کھلاڑیوں کو پاکستان میں کھیلنے پر آمادہ کرنے کے لئے سابق ٹیسٹ کرکٹرز پر مشتمل ٹاسک فورس قائم کرے۔ قومی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان ظہیر عباس نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ نے عین موقع پر جس طرح اپنی ٹیم کے دورہ پاکستان کو منسوخ کیا وہ مایوس کن ہے، یہ صورتحال پاکستان کو کرکٹ کی عالمی دنیا میں اکیلا کرنے کی گہری سازش کا حصہ ہے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ بھارت سے رابطہ کرے اور ان کی ٹیم کو پاکستان لانے کی کوشش کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کرکٹ بورڈ معروف سابق ٹیسٹ کرکٹرز جن میں عمران خان، آصف اقبال، مشتاق محمد، جاوید میانداد، راشد لطیف، معین خان، ظہیر عباس، رمیز راجہ، انضمام الحق پر مشتمل ٹاسک فورس قائم کرے اور انہیں غیر ملکی ٹیموں اور کھلاڑیوں کو پاکستان لانے کی ذمہ داری دے۔ ظہیر عباس نے کہا کہ مستقبل میں ہمیں اپنی ہوم سیریز دوسرے ملک میں اپنی شرائط پر کھیلنا چاہیے۔ سابق فاسٹ بولر سرفراز نواز نے کہا کہ پی سی بی کے سابق چیئر مین اعجاز بٹ نے اپنے دور میں جس طرح آئی سی سی، انگلینڈ اینڈ ویلز کرکٹ بورڈز اور بھارت کو ناراض کیا تھا اس کے اثرات اب سامنے آرہے ہیں۔ پی سی بی کے چیئر مین ذکا اشرف زمبابوے بورڈ سے رابطہ کریں اور ان کی ٹیم کو پاکستان لانے کے لئے کوشش کریں۔ انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ نے پاکستان کرکٹ کے خلاف گہری سازش کی ہے اور ٹیم کے دورے کو منسوخ کرکے پاکستان کے سیکورٹی کے معاملات پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ سابق لیگ اسپنر اور پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیف سلیکٹر اقبال قاسم نے کہا ہے کہ پاکستان کرکٹ بورڈ کو انڈر 19 اور اے ٹیموں کو پاکستان لانے کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ جب تک غیر ملکی ٹیمیں نہیں آرہی ہیں ہمیں اپنے ڈومیسٹک فارمیٹ میں ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی کے دو تین نئے ایونٹس کا اضافہ کرنا چاہیے۔ سابق ٹیسٹ کرکٹر سلیم یوسف نے کہا کہ پی سی بی ٹیسٹ اور ون ڈے سیریز کے بجائے ویٹرنز کرکٹرز کو مدعو کرے اور تین یا چار قومی انڈر 19 ٹورنامنٹ اور سیریز کا آئیڈیا سامنے لائے۔ انہوں نے کہا کہ ویٹرنز کرکٹ سیریز یا ایونٹ میں حال ہی میں ریٹائر ہونے والے دنیا بھر کے نامور کھلاڑیوں کو مدعو کرے۔ سابق ٹیسٹ کرکٹر سکندر بخت نے کہا کہ پڑوسی ممالک کے ساتھ کرکٹ کے تعلقات کو بہتر بنایا جائے جس کا آئی سی سی اور دیگر کرکٹ کھیلنے والے ملکوں پر بڑا اثر ہے، اس ملک سے پاکستان میں کرکٹ کی بحالی کے لئے سیاسی اور حکومتی سطح پر بھی رابطہ کیا جانا چاہیے۔

یووراج سنگھ ...... بھارتی ٹیم میں واپس آسکیں گے؟؟

بھارت کے معروف کرکٹ کے کھلاڑی یوراج سنگھ پھیپھڑے کے کینسر کا امریکہ میں علاج کرانے کے بعد وطن واپس پہنچ گئے ہیں۔ یوراج سنگھ کے پھیپھڑے میں کینسر تھا اور اس کے علاج کے لیے وہ گزشتہ جنوری میں امریکہ گئے تھے۔ امریکہ سے وہ پہلے لندن آئے تھے جہاں کچھ روز گزارنے کے بعد وہ دلی پہنچے۔ وہ دلی کے اندرا گاندھی انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر اترے جہاں ان کی ماں شبنم نے ان کا استقبال کیا۔ کیموتھراپی کے سبب ان کے سر پر بال نہیں ہیں اس لیے انہوں نے ایک لال ٹوپی پہن رکھی تھی۔ اپنی روانگی سے قبل انہوں نے اپنے ٹوئٹر اکاؤنٹ پر لکھا تھا بالآخر وہ دن آ ہی گیا، میں کل اپنے گھر واپس جا رہا ہوں، بس اب انتظار نہیں کر سکتا کیونکہ خاندان اور دوستوں سے ملنے کے لیے بے تاب ہوں۔ ائر پورٹ پر ان کی آمد کے وقت ان کے بہت سے مداح بھی جمع ہوئے تھے اور بھارتی میڈیا بھی بڑی تعداد میں وہاں جمع تھا۔ بھارتی بلے باز یوراج سنگھ نے کرکٹ کے عالمی کپ میں بھارت کی فتح میں اہم کردار ادا کیا تھا اور انہیں بہتر کھیل کے لیے مین آف دی سیریز کے اعزاز سے نوازا گیا تھا۔ انہوں نے بھارت کی جیت کی پہلی سالگرہ کے موقع پر یوٹیوب پر جاری ایک ویڈیو میں کہا تھا کہ وہ بلے باز سچن سے بہت متاثر ہیں اور ورلڈ کپ میں خاص طور پر سب کچھ سچن کی خاطر کیا تھا۔ سچن لندن میں یوراج کی خیریت دریافت کرنے بھی گئے تھے۔ یوراج سنگھ کی صحت گزشتہ برس ورلڈ کپ کے بعد خراب ہوئی تھی۔ بھارت نے انیس سو تراسی کے بعد پہلی مرتبہ عالمی کپ جیتا تھا۔ ۔یووراج سنگھ کا کہنا تھا کہ تندولکر جنہوں نے حال ہی میں اپنی سنچریوں کی سنچری مکمل کی ہے ان کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔ انہوں نے اپنی صحت کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں اور بہت جلد بھارت کے لیے کرکٹ کھیلیں گے۔ اس ویڈیو میں تیس سالہ یووراج سنگھ نے سر منڈوا رکھا ہے۔ امریکہ میں دورانِ علاج کئی مرتبہ ان کی کیموتھراپی کی گئی نو منٹ کی اس ویڈیو میں یووراج سنگھ نے سچن تندولکر کے ان الفاظ کو یاد کیا جو انہوں نے یووراج سے اس وقت کہے جب وہ اپنی فٹنس کی وجہ سے پریشان تھے۔ ان کا کہنا تھا سچن کے ہمت افزا الفاظ ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں گے۔ سچن تندولکر لندن میں یووراج کی خیریت دریافت کرنے بھی گئے تھے۔ یووراج سنگھ نے ورلڈ کپ میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاندار بولنگ اور فیلڈنگ کی تھی۔ انہیں مین آف دی ٹورنامنٹ کا اعزاز دیا گیا تھا۔ ویڈیو میں یووراج کا اپنی جیت کے بارے میں مزید کہنا تھا کہ وہ بھارتی ٹیم کا ایک خواب تھا جو پورا ہو گیا۔ ورلڈ کپ کے فوراً بعد ہی اپنی بیماری کے بارے میں علم ہونے پر یووراج کا کہنا تھا میں ورلڈ کپ میں فتح کے فوراً بعد اس کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ اب میرا علاج ہو گیا ہے اور میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ویڈیو کے اختتام پر یووراج نے کہا میں جلد ہی صحت یاب ہو جاں گا اور بھارت کے لیے کھیلوں گا۔ بھارت کے معروف کرکٹ کھلاڑی یوراج سنگھ کینسر کی بیماری میں مبتلا تھے او امریکہ میں ان کا علاج چل رہا ہے۔ اس سے پہلے ان کے اہلِ خانہ نے کہا تھا کہ ان کے پھیپھڑے میں ٹیومر ہے۔ ڈاکٹروں نے تصدیق کی ہے کہ انہیں کینسر والا ٹیومر ہے لیکن وہ قابلِ علاج ہے۔ ا یوراج سنگھ امریکہ میں بوسٹن کے کینسر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں زیرِ علاج تھے جہاں ان کی کیموتھراپی کی گئی۔ یواراج سنگھ کے فیزیو تھیرپسٹ جتن چوہدری کا کہنا ہے کہ یوراج کا کینسر ابتدائی مراحل میں ہے اور انہوں نے یقین دلایا ہے کہ وہ جلد ہی صحت یاب ہو جائیں گے اور آئندہ مئی تک کرکٹ کے لیے فٹ ہونے کا بھی امکان ہے۔ جتن چودھری کا کہنا تھا یہ ایک نایاب کینسر والا ٹیومر ہے لیکن پہلے ہی سٹیج پر اس کی تشخیص کر لی گئی۔ ڈاکٹروں کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس کی دوا جاری رکھی جائے یا پھر کیموتھراپی کی جائے۔ ٹیومر کا بعض حصہ ان کی قلب کی رگوں کے پاس ہی تھا اس لیے اس بات کا خطرہ تھا کہ وہ پھٹ بھی سکتا تھا تاہم وہ سو فیصد قابلِ علاج تھا۔ "یہ ایک نایاب کینسر والا ٹیومر ہے لیکن پہلے ہی سٹیج پر اس کی تشخیص کر لی گئی۔" جتن چودھری نے مزید بتایا کہ ڈاکٹروں نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا کہ انہیں کیموتھراپی کے لیے امریکہ جانا چاہیے اور چھبیس جنوری کو وہ امریکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ جتن چوہدری کا کہنا تھا کہ ابتدا میں کینسر کی تشخیص نہیں ہو پائی اور اس تاخیر میں ایک بھارتی ہسپتال کی غلطی ہے۔ یوراج سنگھ بھارت کی ون ڈے ٹیم کے دھماکے دار بلے باز ہیں جنہیں ورلڈ کپ ٹورنامنٹ میں مین آف دی سیریز کے اعزاز سے نوازہ گیا تھا۔ انہوں نے 274 ونڈے میچز کھیل کر 32.62 کی اوسط سے 8051 رنز بنائے ہیں۔ یوراج سنگھ نے بھارت کی طرف سے 35 ٹیسٹ میچ بھی کھیلے ہیں اور 1075 رن بنائے ہیں۔

آئی پی ایل کو مشکلات کا سامنا کیوں ہے؟

اس کہانی میں اور بھی مسائل ہیں۔ پانچویں سال کا آغاز ایک دکھاوے سے بھرپور اور غیر معیاری بالی وڈ طرز کے ناچ گانے سے کیا گیا جس سے شائقین کافی ناراض ہوئے۔ لیگ کے دو سب سے بڑے سپانسر پیچھے ہٹ گئے۔ برینڈ کنسلٹنٹس اور اطلاع عامہ کے ماہرین کی تنبیہ ہے کہ آئی پی ایل کا برینڈ مشکلات میں ہے اور لیگ کو بہتر لائحہِ عمل سامنے لانا ہوگا۔ ایک کمپنی نے تو لیگ کی قدر میں گیارہ فیصد کمی کر کے اس کی قدر تین اعشاریہ چھ سات ارب ڈالر کر دی ہے۔ یاد رہے کہ پچھلے سال بھی آئی پی ایل چار کا بھی کچھ خاص خیر مقدم نہیں ہوا تھا۔ ٹی وی ریٹنگز انتیس فیصد گری تھیں اور فائنل بھی زیادہ نہیں دیکھا گیا تھا۔ کرکٹ شائقین بھارت کی ورلڈ کپ کی جیت کے نشے میں تھے جو کہ ٹورنامنٹ سے پہلے ہی ہوئی تھی اور شائقین کی کرکٹ کی بھوک کم ہی تھی۔ اس ٹورنامنٹ کی سنسنی کہاں گئی؟ ابھی تو ٹورنامنٹ کے ابتدائی دن ہیں۔ بحر حال اس ٹورنامنٹ میں سبھی کچھ تو ہے، اندھا دھند بلے بازی، میچوں کا آخری گیندوں تک فیصلہ نہ ہونا، بالی وڈ کا تماشہ، چیر لیڈرز، سٹریٹیجک ٹائم آوٹ تا کہ اشتہارات کی جگہ بنائی جا سکے! بھارتیوں کو تو تماشہ پسند ہے اور اس وقت آئی پی ایل سے بہتر تماشہ کوئی نہیں ہے۔ اور پھر جب ناچ گانا گزر جاتا ہے تو بات تو کرکٹ کی آتی ہے۔ بھارت ابھی تک اپنے شرمناک انٹرنیشنل سیزن کے زخموں کی تاب نہیں لا سکا ہے۔ مسلسل آٹھ ٹیسٹ شکستوں کے ساتھ یہ ان کا ساٹھ کی دہائی سے اب تک کا سب سے برا سیزن تھا۔ اگرچہ سچن ٹنڈولکر کی سویں بین الاقوامی سینچری نے ایک اچھی خبر تو دی مگر بھارت ایشیا کپ بھی نہ جیت سکا۔ راہول ڈراوڈ نے پچھلے سال اس کو بہترین الفاظ میں محفوظ کیا تھا کہ مداحوں کی عزت کی جائے اور ان سے بری کارکردگی والے میچوں میں داد کی امید رکھنا غلط ہے۔ لیگ کے سب اہم کھلاڑی بھارتی ستارے ہوتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر یا تو عام سی کارکردگی دکھا سکے ہیں یا اس سال حصہ نہیں لے رہے۔ ٹنڈولکر زخمی ہیں، سہواگ اور دھونی ابھی چل نہیں پائے ہیں، لکشمن اس سال کھیل ہی نہیں رہے، یوراج سرطان کی جنگ لڑ رہے ہیں، گنگولی کی بلے بازی میں دم نظر نہیں آ رہا اور راہول ڈراوڈ اپنی ریٹائرمنٹ کے سائے میں ہیں۔ مداحوں کے بیچ یہ بھی الجھن ہے کہ کس ٹیم کی حمایت کریں اور کس کی نہیں۔ آئی پی ایل کی لیگ شہروں پر مبنی ہے مگر

جب کلکتہ کا گنگولی، دلی کا گھمبیر اور بنگلور کا ڈراوڈ پونے، کلکتہ اور راجستھان کی کپتانی کر رہے ہوں تو وفاداریوں میں ابہام آ جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ لیگ کے آخری میچوں کے دوران مداحوں کی دلچسپی بڑھنے لگے یا پھر چند بڑے اسکور یا سنسنی خیز میچ حالات بدل دیں۔ بات یہ ہے کہ انتظامیہ آئی پی ایل کو ڈوبنے نہیں دے سکتی۔ کرکٹ کے بارے میں لکھنے والے بھارتی مصنف کا کہنا ہے آئی پی ایل اب کرکٹ کی معیشت کا اہم حصہ بن چکی ہے۔ اگر اپنے گرد مداحوں کی سوچ کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے مشکلات میں ہے یا ڈوبتی ہے تو اس کا کرکٹ کی دنیا پر اثر بہت برا ہوگا۔ کرکٹ کی اس سلطنت کے بہت سے سپر سٹار کلب کلاس سے کیٹل کلاس میں آ جائیں گے جس میں سارے بے نام شامل ہیں۔

بنگلہ دیش کے ساتھ کرکٹ تعلقات پر پاکستان نظر ثانی کر سکے گا؟؟

بنگلہ دیش دورہ ء پاکستان کا تمام ملبہ آئی سی سی پر گرانے کیلئے کوشاں ہے بی سی بی کے صدر کمال مصطفٰی نے ایک بار پھر واضح کیا ہے کہ صرف کونسل کے مشورے سے ٹور کرینگے اور اگر وہ اپنے آفیشل بھیجتی ہے تو پھر ہمیں بھی کھلاڑیوں کو بھیجنے مین کوئی پریشانی نہیں کرکٹ کے حوالے سے تمام فیصلے کرنے کا اختیار وزیر اعظم شیخ حسینہ نے مجھے سونپ دیا ہے۔ جبکہ پی سی بی سربراہ ذکا اشرف نے کہا تھا کہ یہ فیصلہ بنگلا دیش کی وزیر اعظم کرینگی ادھر بی سی بی کے ترجمان جلال یونس نے ذکا اشرف کے بیان کو بدقسمتی سے تعبیر کیا ان کا کہنا تھا کہ ابھی ٹیم پاکستان بھیجنے کے بارے میں کسی حتمی نتیجے پر نہین پہنچے اس موقع پر مول تول کرنا کسی صورت مناسب نہیں۔ دورے کے حوالے سے فیصلہ اکیلے بورڈ کے اختیار میں نہیں سیکورٹی جیسے معاملے کو کوئی بھی نظر انداز نہیں کرسکتا۔ آئی سی سی کی بورڈ میٹنگ میں مجوزہ ٹور کے بارے میں بات چیت ہوگی۔ بظاہر تو یہی دکھائی دے رہا کہ پاکستان ٹور کے حوالے سے بنگلا دیش روز نئے نئے بہانے تراش رہا ہے اب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو بورڈ کے صدر نے معاملہ آئی سی سی پر ڈال دیا پاکستان کرکٹ بورڈ کے سربراہ ذکا اشرف نے خبردار کیا تھا اگر بنگلہ دیش نے اپنی ٹیم نہیں بھیجی تو ہم ان کے ساتھ کرکٹ کے تعلقات پر نظر ثانی کرینگے اس کے ساتھ ہی انہوں نے امید بھی ظاہر کی تھی کے بی سی بی ایسا وقت نہیں آنے دیگی۔ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے سربراہ مصطفٰی کمال اب واضع طور پر کہہ دیا ہے کہ ہم نے انٹرنیشنل کرکٹ کونسل کو بھی آگاہ کر دیا ہے کہ بنگلہ دیش صرف ان ہی کی ہدایت اور رہنمائی میں اپنی ٹیم پاکستان بھیجے گا۔ ان کا کہنا تھا اگر آئی سی سی پاکستان سے سیریز کے لئے اپنے امپائر ریفری اور دیگر لاجسٹکس مہیا کرتی ہے تو ہمیں اپنے کھلاڑیوں کو پاکستان بھیجنے میں کوئی مسلہ نہیں۔ دوسری جانب آئی سی سی نے گزشتہ ماہ کی چیف ایگزیکٹو میٹنگ میں اپنے آفیشلز پاکستان نہ بھیجنے کا عندیہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر دونوں ممالک سیریز کھیلتے ہیں تو انہیں مقامی امپائر اور ریفری مقرر کرنے کی اجازت دی جائیگی۔ مصطفٰی کمال نے مزید کہا کہ ٹیم کو پاکستان بھیجنے کا فیصلہ بنلہ دیشی وزیر اعظم نے مجھ پر چھوڑ دیا ہے۔ جبکہ ترجمان بی سی بی جلال یونس نے کہا کہ ابھی تک ہم کیسی فیصلے پر نہیں پہنچے اگر ذکا اشرف نے دھمکی دی ہے تو یہ ہمارے لیے بڑی بدقسمتی کی بات ہے، پاکستان کے ساتھ بہت اچھے کرکٹ تعلقات ہیں۔ گو کہ بنگلہ دیش 80 کی دہائی میں بین الاقوامی کرکٹ کے منظر نامے پر ابھرا تھا لیکن 1999 تک وہ نمایاں ہو کر سامنے نہیں آسکا یہاں تک کہ اس نے عالمی کپ کے لیے کوالیفائی کیا اور پاکستان کے خلاف مقابلہ جیت کر ماہرین کرکٹ کو حیرت زدہ کر دیا۔ یہی فتح تھی جس نے بنگلہ دیش کو بعد ازاں ٹیسٹ کھیلنے والا دسواں ملک بنایا۔ گو کہ 1971 میں قیام بنگلہ دیش سے قبل، سرزمین بنگال پر کافی ٹیسٹ کرکٹ کھیلی گئی اور پاکستان نے کئی یادگار مقابلے ڈھاکہ میں کھیلے، لیکن اس کے باوجود مشرقی پاکستان موجودہ بنگلہ دیش میں کرکٹ کو بڑے پیانے پر فروغ نہیں مل سکا اور صرف چند ہی نام قومی سطح پر سامنے آسکے۔ یہاں تک کہ سقوط ڈھاکہ رونما ہوا، جس کے بعد فطری طور پر دونوں ملکوں کے سیاسی تعلقات سرد مہری کا شکار ہو گئے اور یہ تلخی کرکٹ میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ پاکستان نے گزشتہ 12 سالوں میں صرف دو مرتبہ بنگلہ دیش کا دورہ کیا ہے، جن میں سے ایک دورہ چند ماہ قبل اس خفیہ شرط کے ساتھ کیا گیا تھا کہ بنگلہ دیش جواب میں پاکستان میں ایک سیریز کھیلے گا تاکہ یہاں کے میدانوں کی رونقیں بحال ہوں۔ جبکہ بنگلہ دیش نے آخری مرتبہ 2008 میں پاکستان کا دورہ کیا تھا جس کے بعد مارچ 2009 میں سری لنکن کرکٹ ٹیم پر دہشت گرد حملے کے باعث پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ مکمل طور پر بند ہو گئی۔ کرکٹ تعلقات میں سرد مہری کے باوجود پاکستان نے بین الاقوامی کرکٹ سطح پر ہمیشہ بنگلہ دیش کے موقف کی حمایت کی ہے اور 2000 میں جب اسے ٹیسٹ ملک کا درجہ دیا گیا تھا تو پاکستان سر فہرست حامیوں میں شامل تھا۔ پاکستان کرکٹ کے چیئر مین ذکا اشرف نے عہدہ سنبھالتے ہی اپنا پہلا ہدف ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی قرار دیا تھا اور اسی مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے پاکستان کرکٹ ٹیم کو بنگلہ دیش کے اضافی دورے پر بھی بھیجا۔ پاکستان کے اس کامیاب دورۂ بنگلہ دیش کے بعد گزشتہ ماہ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کا ایک وفد پاکستان آیا اور یہاں کے حفاظتی انتظامات کے معائنے کے بعد مثبت ردعمل ظاہر کیا۔ جس کے بعد توقع ہو چلی تھی کہ پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ ایک مرتبہ پھر بحال ہو جائے گی لیکن ۔۔۔۔ پھر ایشیا کپ کے فوراً بعد بنگلہ دیش نے قلابازی کھاتے ہوئے اپنا موقف بدل دیا اور مختلف حیلے بہانے کرنے لگا۔ بظاہر ایسا لگتا تھا کہ ایشیا کپ کے فائنل میں پاکستان کے ہاتھوں بنگلہ دیش کی شکست نے منظر نامہ بدل دیا ہے۔ ہے۔ اس امر سے قطع نظر کہ بنگلہ دیش جیسی دوسرے درجے کی ٹیم کے دور پاکستان نے ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کی راہ کس قدر ہموار ہوگی، یہ مجوزہ دورہ منسوخ ہونا یہ پاکستان کرکٹ بورڈ کی بہت بڑی سفارتی شکست ہے۔ بہر حال، اس حقیقت سے انکار کرنا ممکن نہیں کہ ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی مکمل بحالی کا انحصار امن وامان کی صورتحال کی بہتری پر ہے جو بلاشبہ اب تک اتنی اچھی نہیں ہے۔ پاکستانی کرکٹ حلقے اس نئی صورتحال سے خوش نہیں ہیں، ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کا معاملہ ایک بار پھر کھٹائی میں پڑتا دکھائی دیتا ہے اور اس کے نقصانات صرف پاکستان کو ہی نہیں بلکہ بنگلہ دیش کو بھی بھگتنے پڑیں گے۔ سب سے پہلے تو پاکستان آئی سی سی کی نائب صدارت کے معاملے پر بنگلہ دیش کی حمایت سے ہاتھ اٹھا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آئندہ دونوں ملکوں کے درمیان دوطرفہ سیریز کا انعقاد بہت مشکل ہو جائے گا۔ ویسے غور طلب امر یہ ہے کہ بنگلہ دیش کے رویے میں اچانک تبدیلی کیوں کر آئی؟ ہمارے خیال میں اس کا سب سے بڑا محرک بنگلہ دیشی حکومت ہے جو اس وقت پاکستان مخالف عوامی لیگ کے پاس ہے اور وہ ہرگز نہیں چاہے گی کہ ان کے کسی عمل سے پاکستان کو فائدہ پہنچے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بجائے پاکستان کے ساتھ کھیلنے کے بھارت سے سیریز کو ترجیح دی ہے۔ ذرائع کہہ رہے ہیں کہ بنگلہ دیش رواں سال بھارت کا دورہ کرے گا۔ اس طرح پاکستان کو 'دودھ میں سے مکھی کی طرح' نکالا جا سکتا ہے۔ اب 'پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ' کہ آئندہ چند روز میں پاک۔ بنگلہ کرکٹ تعلقات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟

کلیم عثمانی

مصطفی کمال آئی سی سی کے نائب صدر نامزد نہ ہو سکے، معاملہ دو ماہ کے لئے موخر

انٹرنیشنل کرکٹ کونسل نے آئی سی سی کے قواعد وضوابط کے نفاذ میں تاخیر کے باعث مصطفے کمال کی بطور نائب صدر نامزدگی کا معاملہ دو ماہ کیلئے موخر کردیا ہے۔ البتہ ٹی 20 ورلڈکپ میں 2014 سے 12 کے بجائے 16 جبکہ 50 اوورز کے میچز کا ورلڈکپ 10 ٹیموں کا ایونٹ کردیا گیا ہے۔ یہ فیصلے دبئی میں آئی سی سی بورڈ کے دو روزہ اجلاس میں ہوئے۔ اجلاس کے بعد دبئی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے چیف ایگزیکٹو ہارون لورگاٹ نے کہا کہ ایک دن قبل بنگلہ دیش نے اپنی کرکٹ ٹیم پاکستان بھیجنے کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے ابھی آئی سی سی نے اپنے میچ آفیشلز پاکستان بھیجنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ آئی سی سی نے تصدیق کی ہے کہ ایک آئینی ترمیم کے ذریعے صدر کے کردار کی دوبارہ وضاحت کی گئی ہے۔ جب کہ نان ووٹنگ چیئرمین کا عہدہ متعارف کرایا گیا ہے۔ اگر آئی سی سی کی جنرل باڈی اس آئینی ترمیم کو منظور کرتی ہے تو آئی سی سی کے صدر کے عہدے کی میعاد ایک سال ہوجائے گی۔ روٹیشن پالیسی کے تحت اس عہدے کی میعاد 2014 سے شروع ہوگی۔ جبکہ نائب صدر کا عہدہ ختم کردیا جائے گا۔ چیئرمین کا عہدہ تین سال کے لئے ہوگا۔

آئی سی سی نائب صدارت، صرف پاکستان نہیں
7 ٹیسٹ ممالک کی حمایت چاہئے، مصطفی کمال

نگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے صدر مصطفی کمال کا کہنا ہے کہ انہوں نے آئی سی سی کی نائب صدارت حاصل کرنے کے لیے بنگلہ دیشی ٹیم پاکستان بھیجنے کا اعلان نہیں کیا تھا، بلکہ ہماری دلی خواہش ہے کہ پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ بحال ہو۔ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آئی سی سی کی نائب صدارت کے لیے صرف پاکستان کی حمایت کافی نہیں بلکہ 10 میں سے 7 ٹیسٹ ممالک کی سپورٹ بھی درکار ہوگا۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی اور بنگلہ دیشی ٹیم کے دورے کے حوالے سے ہمارے اخلاص اور نیت پر شک نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ عدالتی فیصلے کے بعد ہم پاکستان کا دورہ نہ کرنے پر مجبور ہیں، بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کی نیت پر شکوک وشبہات درست نہیں۔

ایک چیئرمین اس عہدے پر صرف دوبار کام کرسکے گا۔ 1996 سے آئی سی سی کے آئین میں چوتھی بار تبدیلی کی گئی ہے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش نے آئی سی سی کی نائب صدارت کے لئے مصطفے کمال کو مشترکہ نامزد کیا تھا۔ یہ معاملہ جون کے سالانہ اجلاس تک موخر کردیا گیا۔ چیئرمین بورڈ کا عہدہ 2014 سے شروع ہوگا۔ تاہم یہ طے نہیں ہوسکا کہ اس کا تقرر الیکشن کے ذریعے ہوگا یا نہیں۔ صدر کے پاس اختیارات نہیں ہوں گے جبکہ صدر کے اختیارات چیئرمین کو سونپ دیئے جائیں گے۔ وہی بورڈ اجلاس کی سربراہی کرے گا۔ اس وقت آئی سی سی کا صدر ایگزیکٹو بورڈ کے اجلاسوں میں شرکت کرتا ہے۔ تاہم یہ طے نہیں ہوسکا ہے کہ صدر بورڈ میٹنگ کا حصہ ہوگا یا نہیں۔ آئی سی سی بورڈ نے وولف رپورٹ کی سفارشات پر اتفاق رائے پیدا کرنے کیلئے مزید بحث ومباحثے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے ٹیسٹ کھیلنے والے دس ممالک اور تین ایسوسی ایٹ ملکوں کے درمیان بحث ومباحثہ ہوگا۔ آئی سی سی کرکٹ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے کلائیو لائیڈ سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ جون تک اپنی ذمے داریاں نبھاتے رہیں۔ آئی سی سی نے فیصلہ کیا ہے کہ 2014 سے آئی سی سی ٹی ٹوئنٹی ورلڈکپ میں 12 کے بجائے 16 ٹیمیں حصہ لیں گی۔ 2013 میں آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی کے کوالی فائنگ راؤنڈ متحدہ عرب امارات میں جبکہ 2014 میں ورلڈکپ کے کوالی فائنگ راؤنڈ نیوزی لینڈ میں ہوں گے۔ 2016 کے آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی میں 16 ٹیمیں 39 میچ کھیلیں گی۔ 2019 کے ورلڈکپ میں 10 ٹیمیں 48 میچ کھیلیں گی۔ اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی ذکا اشرف نے کی۔ بین الاقوامی کرکٹ کونسل آئی سی سی کے ایگزیکٹو بورڈ نے صدر کے کردار کو ازسرنو متعین کرنے اور چیئرمین کا نیا عہدہ تخلیق کرنے کی آئینی ترمیم کی تصدیق کردی ہے۔ ایگزیکٹو بورڈ کے بعد یہ آئی ترمیم منظوری کے لیے آئی سی سی کی جنرل باڈی کے سامنے رکھی جائے گی۔ جنرل باڈی اجلاس میں منظور کی صورت میں آئی سی سی صدر کے عہدے کی میعاد ایک سال ہو جائے گی اور یہ عہدہ باری کی بنیاد پر دیا جائے گا جبکہ نائب صدر کا عہدہ ختم کردیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اس آئینی ترمیم کے مطابق نئے متعارف ہونے والے چیئرمین کے عہدے پر کوئی فرد دو بار تین، تین سال یعنی زیادہ سے زیادہ چھ سال کے لیے فائز رہ سکے گا۔

ایگزیکٹو بورڈ کا دوسرا طے شدہ اجلاس دبئی میں منعقد ہوا جس میں گزشتہ اجلاس کی مذکورہ آئینی ترامیم کے متفقہ فیصلے کی تصدیق کی گئی۔ یہ چوتھا موقع ہے کہ بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے اپنے صدارتی قوانین کی ساخت میں تبدیلی کرنے جارہا ہے جس کا اطلاق 2014 سے ہوگا۔

آئی سی سی کے اس فیصلے کے ساتھ ہی نائب صدارت کے لیے بنگلہ دیش و پاکستان کے مشترکہ امیدوار کی حیثیت سے مصطفیٰ کمال کی نامزدگی کا معاملہ آئی سی سی کے سالانہ اجلاس تک کے لیے موخر کردیا گیا ہے جو جون کے اواخر میں ملائیشیا کے شہر کوالالمپور میں منعقد ہوگا۔ اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ چیئرمین کے عہدے کا آغاز 2014 سے ہوگا، لیکن اس کی تقرری یا انتخاب کے معاملے کو ابھی تک واضح نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ صدر کے نمائشی عہدے کا ایگزیکٹو بورڈ میں کیا عمل دخل ہوگا۔ یاد رہے کہ اس وقت صدر بورڈ اجلاسوں میں شرکت تو ضرور کرتے ہیں لیکن ان کے پاس ووٹ دینے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اور اس نئی ترمیم کے بعد بورڈ کا سربراہ چیئرمین ہوگا لہٰذا صدر کے کردار پر موجود ابہام ختم نہیں ہوسکا ہے۔

اجلاس میں کیے گئے دیگر اہم فیصلوں میں 2014 سے آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی میں ٹیموں کی تعداد کو 12 سے بڑھا کر 16 کردینے کا فیصلہ بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں بورڈ نے تصدیق کی کہ آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2014 کا کوالیفائنگ ٹورنامنٹ اکتوبر 2013 میں متحدہ عرب امارات میں کھیلا جائے گا جبکہ آئی سی سی ورلڈکپ 2015 کے کوالیفائرز 2014 میں نیوزی لینڈ میں ہوں گے۔

2015 کے بعد آئی سی سی کے اہم ترین ٹورنامنٹس یہ ہوں گے۔

آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2016 مردوں کے لیے---------16 ٹیمیں، 39 مقابلے عورتوں کے لیے 8 ٹیمیں، 15 مقابلے

آئی سی سی ورلڈ ٹیسٹ چیمپئن شپ 2017---------- 4 ٹیمیں، تین مقابلے

آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی -2018 -مردوں کے لیے----------- 16 ٹیمیں، 39 مقابلے عورتوں کے لیے 8 ٹیمیں، 15 مقابلے

آئی سی سی کرکٹ ورلڈکپ 2019--------------- 10 ٹیمیں، 48 مقابلے

آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2020 - -مردوں کے لیے------------------- 16 ٹیمیں، 39 مقابلے عورتوں کے لیے 8 ٹیمیں، 15 مقابلے

آئی سی سی ورلڈ ٹیسٹ چیمپئن شپ 2021 -------------4 ٹیمیں، تین مقابلے

آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2022 - -مردوں کے لیے-----------------16 ٹیمیں، 39 مقابلے عورتوں کے لیے 8 ٹیمیں، 15 مقابلے

آئی سی سی کرکٹ ورلڈکپ 2023------------------- 10 ٹیمیں، 48 مقابلے

”سیاسی ایشوز پاک بھارت کرکٹ کی راہ میں دیوار ہیں“ ......سید مجتبیٰ حسین کرمانی

وہ کسی اور جگہ جا رہے تھے مگر جب ڈرائیور نے یہ بتایا کہ ”یہ نیشنل اسٹیڈیم ہے“ تو انہوں نے اچانک ہی فیصلہ کرلیا کہ انہیں اندر جا کر دیکھنا چاہئے کہ ماضی کا یہ گراؤنڈ اب کیسا ہے، جہاں وہ خود پاک بھارت مقابلوں کا حصہ رہ چکے ہیں۔ بدقسمتی کہ انہیں اس موقع پر یہ بات جاننے میں دیر نہیں لگی کہ ریٹائرمنٹ کے بعد کی زندگی اس وقت سے یکسر مختلف ہوتی ہے جب آپ خود کرکٹ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ بھارت کے ممتاز وکٹ کیپر بیٹسمین کو نیشنل اسٹیڈیم کراچی کے صدر دروازے پر کھڑے محافظین نے روک دیا کہ وہ اندر جا کر ماضی کی یادیں تازہ نہیں کرسکتے۔ شکر ہے کہ ایک مقامی صحافی اور سابق ٹیسٹ کرکٹر راشد خان وہاں آن نکلے اور انہوں نے سید مجتبیٰ حسین کرمانی کو پہچان کر انہیں اسٹیڈیم میں جانے کی اجازت دلائی جو کہ ایک نجی دورے پر پاکستان تشریف لائے تھے۔

سید مجتبیٰ حسین کرمانی ان چند مسلمان کھلاڑیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے بھارت کی جانب سے نہ صرف بین الاقوامی کرکٹ کھیلی بلکہ عالمی شہرت بھی حاصل کی اور انہیں آج بھی ساری دنیا میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بالوں سے عاری سر اور بڑی مونچھوں کے سبب انہیں فلموں میں کام کرنے کا موقع بھی ملا اور انہوں نے اس شعبے میں بھی اپنی مہارت کا سکہ منوانے کی کوشش کی مگر ایک کھلاڑی کے طور پر ان کی جو اہمیت رہی اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ وہ اپنی عمر کی 63 بہاریں بھی دیکھ چکے ہیں مگر ان کی فٹنس آج بھی کمال کی ہے اور حالیہ برسوں میں وہ کرکٹ کھیلنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جس کا ثبوت انہوں نے ویٹرنز کرکٹ میں بارہا دیا ہے۔ سید کرمانی کا تعلق بھارت کے شہر مدراس سے ہے جسے اب چنئی کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ کم عمری میں فرسٹ کلاس کرکٹ شروع کرنے کے بعد کرمانی کو قومی ٹیم تک رسائی میں کچھ عرصہ لگا کیونکہ اس وقت فرخ انجینئر جیسا بلند پایا وکٹ کیپر بیٹسمین بھارتی ٹیم کے لئے خدمات کی انجام دہی کررہا تھا۔ جب 1976ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف آکلینڈ میں کرمانی کو ٹیسٹ کیپ ملی تو ان کی عمر 25 برس ہوچکی تھی مگر انہوں نے کمال مہارت کے ساتھ نہ صرف اس دور میں لاجواب خدمات انجام دیں جب اسپن بالنگ کی چوکڑی پر وکٹ کیپنگ کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ اس وقت بھی خود کو باکمال ثابت کیا جب کپیل دیو کی آمد کے بعد بھارتی کرکٹ میں فاسٹ بالنگ اہمیت کے لائق سمجھی جانے لگی تھی۔ سید کرمانی کی عظمت ہی تھی کہ انہوں نے بھارتی ٹیم کے لئے ایک عشرے سے زائد مدت تک ہر کردار بخوبی انجام دیا۔ نچلے نمبروں پر کھیلنے کے باوجود انہوں نے دو ٹیسٹ سنچریاں اسکور کیں اور بھارتی بیٹنگ کو بارہا اس وقت سہارا دیا جب اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔

1986ء تک جاری رہنے والے ٹیسٹ کیریئر میں سید کرمانی نے 88 میچوں میں 27/04 کی اوسط سے 2759 رنز اسکور کیے جس میں دو سنچریوں کے علاوہ 12 نصف سنچریاں بھی شامل تھیں۔ وکٹوں کے عقب میں انہوں نے 160 کیچز اور 38 اسٹمپڈ سمیت 198 شکار کیے اور بدقسمت رہے کہ شکاروں کی ڈبل سنچری سے قبل کھیل سے رخصت ہوگئے۔ انہوں نے گیارہ سالہ کیریئر میں صرف 49 ون ڈے میچز کھیلے اور 48* رنز کی بہترین اننگ سمیت 20.72 کی اوسط سے 373 رنز بنائے اور وکٹوں کے عقب میں 36 شکار بھی کیے مگر عالمی کپ 1983ء کی ٹائٹل فتح میں ان کا کردار بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا جب انہوں نے اسٹمپس کے دوران اطراف خاطر خواہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ کھیل سے عملی طور پر کنارہ کشی کے بعد انہوں نے بھی سلیکشن کمیٹی اور کوچنگ سمیت کئی شعبوں میں خدمات کی انجام دہی کی۔ پاکستان آمد کے موقع پر ان سے ہونے والی ایک بات چیت قارئین کی نذر ہے۔ MAB

بات شروع کرتے ہیں نیشنل اسٹیڈیم، کراچی سے جہاں محافظین آپ کو پہچان نہ سکے اور انہوں نے آپ کو گیٹ پر روک دیا ؟

میں سیکورٹی پر مامور افراد کے ردعمل کو سمجھ سکتا ہوں، ظاہر ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹی کررہے تھے اور انہیں دیکھ بھال کرنا ہی تھی۔ میں دراصل کسی اور جگہ جارہا تھا مگر جب ایک موقع پر ڈرائیور نے بتایا کہ ہم نیشنل اسٹیڈیم کراچی کے پاس سے گزر رہے ہیں تو میں نے سوچا کہ اندر جا کر دیکھنا چاہئے۔ تھوڑی سی مشکل ضرور ہوئی مگر جب کچھ لوگوں نے مجھے پہچان لیا تو پھر اندر جانے کا موقع مل گیا۔

نیشنل اسٹیڈیم میں وسیم باری سے ملاقات کیسی رہی جو کہ آپ کے دور میں ہی پاکستان کے لئے کھیلے تھے ؟

میرا خیال ہے کہ گراؤنڈ میں جا کر ماضی کا ایک ایک منظر نگاہوں میں تازہ ہوگیا، میں نے وسیم باری کے ساتھ جو تھوڑا سا وقت گزارا اس میں ہم ماضی کو یاد کرتے رہے۔ ہم نے میدان کا اچھی طرح جائزہ لیا اور ساتھ چائے بھی پی اور یہ ملاقات بہت خوشگوار رہی جیسے کہ ظہیر عباس اور بعض دوسرے کھلاڑیوں سے ملنے پر رہی تھی۔ پاکستان آ کر سب سے اہم بات یہ ہے کہ غیریت یا نئے پن کا احساس تک نہیں ہوتا ہمیشہ اپنائیت محسوس ہوتی ہے۔

جب آپ کو پہچانا نہیں جاسکا تو کیسا محسوس ہوا تھا؟ ریٹائرمنٹ کے بعد عام زندگی میں بڑا فرق آجاتا ہے کیا ؟

میں اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اب میں ماضی کا کرکٹر ہوں جسے ممکن ہے کہ موجودہ حالات میں کچھ لوگ شاید نہ پہچان سکیں۔ اس بات پر میں کسی قسم کا قلق محسوس نہیں کرتا مگر ہاں اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہ مجھے پہچان سکتے ہیں اور یہی سب سے اہم بات ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کبھی میں اپنے شعبے میں کچھ تھا۔

کرمانی بھائی ! اب بھارتی کرکٹ کی جانب آتے ہیں جو کہ حالیہ عرصے میں مشکلات سے دوچار رہی ہے ؟

جی ہاں ایشیاء کپ میں اچھے نتائج سامنے نہیں آسکے جس کا سلسلہ دورہ آسٹریلیا سے ہی چل رہا تھا۔ دراصل ورلڈ کپ کی فتح کے بعد سے ہی ٹیم مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہے اور اس تباہی کا سبب کوئی ایک چیز نہیں بہت سارے عناصر ہیں۔ سب سے پہلے تو میں یہ کہوں گا کہ اس کا سبب بے تحاشہ کرکٹ ہے آجکل بہت زیادہ اور مسلسل کرکٹ کھیلی جارہی ہے۔

آپ لوگ اپنے وقت میں کم کرکٹ کی شکایت کرتے تھے مگر اب مسلسل زیادہ کرکٹ کا گلہ کرتے دکھائی دیتے ہیں ؟

دیکھیں! کرکٹ زیادہ ہو مگر ایک توازن کے ساتھ...... بے پناہ مصروفیت ہرگز نہ ہو۔ عالمی کپ جیتنے کے بعد بھارت میں آئی پی ایل کا ایونٹ اتنی جلدی شروع ہوگیا کہ بھارتی ٹیم اپنی فتح کا جشن بھی ٹھیک طرح سے نہیں منا سکی۔

پھر ظاہر ہے کہ کچھ کھلاڑیوں کو مناسب آرام کا موقع تک نہیں مل سکا اور جو کھلاڑی چھوٹی موٹی انجریز کا شکار تھے وہ اپنی تکلیف سے بروقت نجات نہیں پاسکے اور اس کا نقصان آنے والے عرصے میں اٹھانا پڑا یا پھر اس کی جھلک کارکردگی کے دوران واضح ہوتی رہی۔

اس کے علاوہ اور کیا اسباب رہے جنھوں نے خراب کارکردگی کا سامان کیا ؟

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ سب سے اہم چیز وریندر سہواگ جیسے بیٹسمین کی عدم موجودگی تھی جو کہ بھارت کا جانا مانا اسکورر ہے۔ اس کی جگہ انگلینڈ کے دورے پر مکنڈ کو آزمایا گیا جو انگلش ماحول سے ناواقفیت کی بناء پر تسلسل سے کارکردگی نہ دکھا سکا جبکہ بعض جگہ ایسا بھی محسوس ہوا کہ وہ بدقسمتی کا شکار رہا۔ انگلینڈ کے دورے پر وائٹ واش ناکامی کی ابتدائی تو لارڈز ٹیسٹ سے ہی ہوچکی تھی جہاں اکثر کھلاڑی کاہلی اور بے دلی سے کھیلتے دکھائی دیئے۔ شاید یہ تن آسانی ان میں ورلڈ چیمپئن اور ٹیسٹ رینکنگ میں نمبر ایک کی پوزیشن کی وجہ سے داخل ہوگئی تھی جس کا نقصان آخرکار

اٹھانا پڑا۔

بھارتی ٹیم کے سینئرز کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں جن کی موجودگی میں شکستوں کا سامان ہوتا رہا ؟

راہول ڈراوڈ جیسا بیٹسمین اب کھیل سے رخصت ہو چکا ہے جس نے نوجوان صلاحیت کی خاطر اپنی جگہ خالی کردی ہے مگر تنقید کرنے والے ایک مرتبہ کسی نوجوان کھلاڑیوں کے اعداد و شمار پر نگاہ ڈال کر بتادیں کہ اس نے کب بھارت کی مشکلات سے نکالا ہے۔ ایک آدھ مرتبہ ہی ایسا ہوا ہوگا کہ کسی نوجوان کھلاڑی نے بھارت کے بچاؤ میں اپنا کردار ادا کیا ہو ورنہ یہی ٹنڈولکر، سہواگ، لکشمن اور ڈراوڈ ہی یہ کردار ادا کرتے آئے ہیں جن پر بھروسہ بھی کیا جاتا ہے۔

ویرات کوہلی تو مسلسل شاندار کارکردگی دکھا رہا ہے ؟

صرف ایک نام ہی آپ ایسا لے سکتے ہیں نا......اس کے علاوہ دوسرا کھلاڑی کون ہے جس نے ٹیم کو ہر بار مشکلات سے نکالا ہو۔ اگر سینئر کھلاڑی ایک یا دو مرتبہ ناکام ہو جاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ انہیں فوری طور پر ٹیم سے نکال باہر کیا جائے۔ ٹیم میں تجربہ بہت بڑا فرق پیدا کرتا ہے اور ناکامی کا تمام تر الزام سینئرز کو ہی نہیں دیا جاسکتا۔ کرکٹ ایک ٹیم گیم ہے جس میں ناکامی کا ہر کوئی حصے دار ہوتا ہے جیسے کہ کامیابی میں۔ سچن ٹنڈولکر کا موازنہ دنیا کے کسی کھلاڑی سے نہیں کیا جاسکتا جس نے ریکارڈز کے کھیل میں وہ مقام حاصل کرلیا ہے جو دوسروں کے لئے ایک ایسا چیلنج بن چکا ہے جس تک پہنچنے کے صرف خواب دیکھے جاسکتے ہیں مگر وہ بھی تن تنہا ایک آدھ میچ تو جتوا سکتا ہے مگر مسلسل کامیابی کے لئے ہر ایک کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا جیسے کہ ویرات کوہلی ادا کررہا ہے۔

بیٹنگ لائن کی طرح بالنگ بھی تو مسلسل جدوجہد کررہی ہے جسے بنگلہ دیشی ٹیم سب سے کمزور قرار دے کر ٹارگٹ کرتی ہے ؟

بھارتی بالرز کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ ایک مناسب لائن آف اٹیک سے محروم ہیں ان کے پاس وہ تسلسل ہی نہیں جس کی بنیاد پر وہ کامیابی حاصل کرسکیں۔ بالرز کو کامیابی کے لئے مخصوص جگہ پر بالنگ کی ضرورت ہوتی ہے مگر موجودہ بالنگ اٹیک اس وصف سے قطعی محروم ہے۔ انہیں یہ علم بھی نہیں کہ بال کو کس جگہ پچ کرنا ہے۔ دیگر ٹیمیں بھارتی بیٹسمینوں کی راہ میں رکاوٹ کے لئے نت نئے حربے تلاش کرتی ہیں جبکہ ہمارے بالرز ایسا کر ہی نہیں پاتے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ ٹیم میں ظہیر خان اور ہربھجن سنگھ جیسے کہنہ مشق بالرز تسلسل کے ساتھ نہیں کھیل رہے جن کے پاس اچھا تجربہ ہے۔ مسلسل کرکٹ نے انہیں انجریز میں مبتلا کررکھا ہے مگر کوئی یہ نہیں سوچتا کہ انہیں مناسب آرام اور اپنے کھیل کے بارے میں یکسوئی کے ساتھ سوچ و بچار کی بھی ضرورت ہے۔ انجریز، ناقص منصوبہ بندی اور قسمت کی خرابی نے موجودہ بھارتی ٹیم کو مشکلات سے دوچار کررکھا ہے جو عالمی کپ کی فتح کے بعد سے مسلسل جدوجہد کررہی ہے۔

مہندرا سنگھ دھونی کی کپتانی اور وکٹ کیپنگ کی صلاحیتوں کے بارے میں آپ کیا کہیں گے ؟

کپتانی کے بارے میں یہاں بحث مناسب نہیں کہ پوری ٹیم ہی جب مشکلات میں گھری ہو تو کسی ایک کو الزام نہیں دیا جاسکتا مگر ہاں دھونی میں وکٹ کیپر کے طور پر ''کاپی بک بنیادی صلاحیت'' کا فقدان ہے۔ بھارتی ٹیم چونکہ گزشتہ عرصے تک ٹاپ پر رہی اور کسی نے دھونی کی خامیوں پر بات نہیں کی جو ہر میچ میں بہتری کے باوجود وکٹوں کے عقب میں تکنیکی اعتبار سے پرفیکٹ نہیں ہے۔ وکٹ کیپر کا پیدائشی ایتھلیٹ ہونا ضروری ہے جس میں وکٹ کیپنگ کی اہلیت، فطری طور پر موجود ہوتی ہے مگر دھونی میں یہ کوالٹی نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ کھلاڑی کی صلاحیت اور کارکردگی پر اثر پڑتا ہے اور عمر کے ساتھ ہی اس کے ریفلیکسز بھی مدھم پڑنے لگتے ہیں اس کا جسم ساتھ چھوڑنے لگتا ہے اور دھونی تو سارا سال تینوں طرز کی کرکٹ مسلسل کھیلتا رہتا ہے لہٰذا اس پر بھی یہ اثرات واضح ہیں اب عمر کے اس حصے میں ناممکن ہے کہ دھونی اپنی تکنیکی میں کوئی انقلابی تبدیلی پیدا کرسکے کیونکہ یہ خامیاں کم عمری میں ہی دور کی جاسکتی ہیں۔ دھونی ہی کیا میں پارتھیو پٹیل اور دنیش کارتھک کو بھی تکنیکی طور پر درست نہیں کرسکتا جو اپنی جگہ پکے ہو چکے ہیں۔ میں چند سال قبل بھی دھونی کی چند خامیوں کی نشاندہی کرچکا ہوں کہ وہ پنجوں کے بل کھڑے ہونے کے بجائے جسم کا وزن اپنی ایڑیوں پر رکھتا ہے جس کی وجہ سے اسے موومنٹ میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

ناقص کارکردگی کے تسلسل کے باعث بھارتی ٹیم درجہ بندی میں نمبر ایک کی پوزیشن سے بھی محروم ہوچکی ہے ؟

کوئی بھی ٹیم ہمیشہ سرفہرست پوزیشن پر قائم نہیں رہ سکتی مگر ہاں ہم اس پوزیشن پر بڑی مشکل سے پہنچے مگر پھر جلد ہی پھسل بھی گئے، ویسٹ انڈیز نے جب یہ اعزاز حاصل کیا تو وہ ایک عشرے سے زائد مدت تک اس جگہ پر ڈٹی رہی حالانکہ اس زمانے میں آج کی طرح درجہ بندی کا نظام بھی نہیں تھا۔ یہی حال آسٹریلیا کا بھی تھا جس نے طویل عرصے تک کسی کو نمبر ایک پر آنے نہیں دیا اور لگاتار عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ بھارتی ٹیم اس مقام پر پہنچی مگر زیادہ عرصے تک اس پر قائم نہ رہ سکیں جس کی کئی وجوہات تھیں۔ ماضی میں اتنی زیادہ کرکٹ نہیں کھیلی جاتی تھی مگر اب حالات یکسر مختلف ہیں اور ایک لگاتار کرکٹ نے کھلاڑیوں کو بے حال کر کے رکھ دیا ہے جو گھروں سے دور رہ کر آرام سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔

بے آرامی ہی کیا فٹنس پر بھی اثر انداز ہورہی ہے ؟

دنیا کی تمام ٹیمیں ایک جیسے حالات کا شکار ہیں اور کھلاڑی مسلسل چھوٹی موٹی انجریز میں مبتلا رہتے ہیں ان سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ ایسے اقدامات کئے جائیں جن کی بدولت سینئرز اور اہم کھلاڑیوں کو بڑے میچوں میں کھلایا جائے۔ جب کھلاڑی ہر میچ کے لئے میدان میں اتریں گے تو ان کو انجریز کا سامنا بھی ہوگا۔ ماضی قریب میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ جنوبی افریقہ نے اپنے سب سے تجربہ کار اور فتح گر کھلاڑی ایلن ڈونالڈ کو صرف بڑے اور اہم میچوں کے لئے مخصوص کردیا تھا۔ وہ بڑی ٹیموں کے خلاف تو کھیلتے تھے مگر کمزور ٹیموں کے خلاف انہیں آرام کرایا جاتا تھا یہی چیز ہمیں سچن ٹنڈولکر سے سیکھنا چاہئے کہ اس نے خود کو کیسے فٹ رکھا ہوا ہے۔ اس سلسلے سے بچاؤ کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کی ضرورت ہے لیکن افسوس کہ بھارت میں اس حوالے سے کچھ نہیں ہورہا ہے اور ٹیم اس کا نقصان اٹھا رہی ہے۔

ڈومیسٹک کرکٹ کے ڈھانچے سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں ؟

دیکھیں......ایک بار پھر میں اسی پہلو کی طرف آؤں گا کہ آج کل بہت زیادہ کرکٹ کھیلی جارہی ہے۔ کیا آپ ٹنڈولکر یا لکشمن سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ وہ رانجی ٹرافی ضرور کھیلیں جب انہیں بے تحاشہ بین الاقوامی کرکٹ کھیلنا پڑ رہی ہو۔ ڈومیسٹک کرکٹ روایتی انداز سے جاری ہے جس میں مقابلے کا رجحان نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی فارمیٹ میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ جب تک اس کا ڈھانچہ نئے خطوط پر استوار نہیں ہوتا حالات میں تبدیلی کی توقع کرنا بے کار ہے۔

کیا دورہ کرنے کے لئے آسٹریلیا آج بھی سب سے مشکل جگہ ہے ؟

جس زمانے میں ہم کھیلتے تھے، ویسٹ انڈیز کو سب سے زیادہ مشکل ملک قرار دیا جاتا تھا مگر ہاں......آسٹریلیا ہمیشہ سے ہی ایک کٹھن جگہ ہے جہاں سخت مقابلہ آپ کا منتظر ہوتا ہے۔ کرکٹ کا نظام وہاں کافی مضبوط ہے جو کہ اس ملک کے کھلاڑیوں میں واضح طور پر جھلکتا ہے خواہ وہ کسی بھی معیار پر کھیل رہے ہوں۔ ان کا نظم و ضبط اور کرکٹ کا ڈھانچہ اتنا منظم ہے کہ آپ کو اس کی حکمرانی تسلیم کرنا ہی پڑتی ہے۔ اس ملک کا ڈومیسٹک کرکٹ کا نظام دوسرے ممالک کے مقابلے میں واضح طور پر بہتر ہے اور جو سہولیات وہاں ہیں ان کا دوسرے ملکوں میں عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

کرکٹ ریکارڈز کا کھیل ہے، ریکارڈ ساز کھلاڑیوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں ؟

میں نے حالیہ برسوں میں شین وارن، مرالی دھرن، ٹنڈولکر اور مارک باؤچر کے علاوہ گلکرسٹ جیسے کھلاڑیوں کو ریکارڈز کے ساتھ اکھاڑ پچھاڑ کرتے دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ریکارڈز ٹوٹنے کے لئے ہی بنتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے جب کوئی آپ کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ دنیائے کرکٹ کے عظیم بیٹسمین سر ڈان بریڈ مین کے ریکارڈز میں قائم نہ رہ سکے۔ ان کی سنچریوں کا ریکارڈ گواسکر نے توڑ ڈالا اور پھر سچن ٹنڈولکر انہیں بھی پیچھے چھوڑ گیا جس نے 100 انٹرنیشنل سنچریاں مکمل کرلی ہیں۔ صرف وقت ہی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ سچن کے ریکارڈز کون توڑے گا مگر ہاں یہ ریکارڈز بھی ایک روز ٹوٹ جائیں گے۔

موجودہ پاکستانی ٹیم کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے ؟

پاکستانی ٹیم کے بارے میں یہ رائے عام ہے کہ اس کی کارکردگی کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی مگر اس میں بہترین ٹیم بن جانے کے تمام عناصر موجود ہیں جو اس کی کارکردگی میں جھلکتے رہتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں اسے چند ناکامیوں کے ساتھ کئی اہم اور بڑی کامیابیاں بھی ملی ہیں جیسے کہ حال ہی میں ایشیاء کپ کی فتح اور انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں کامیابی جسے جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ ٹیم نوجوان اور تجربہ کار کھلاڑیوں کا اچھا امتزاج ہے جو عالمی کرکٹ میں اپنا نام بنا سکتی ہے۔

سب سے اہم سوال کہ پاک بھارت مقابلوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

جہاں تک میں سمجھتا ہوں تو دونوں ممالک کے لوگوں اور شائقین کرکٹ کے درمیان اس حوالے سے کوئی مشکل نہیں ہے مگر ہاں سیاسی ایشوز کھیل اور خاص طور پر کرکٹ کے میچز کے درمیان مسلسل حائل ہیں۔ میں ہمیشہ سے ہی اس خیال کا حامی ہوں کہ اگر پاکستان اور بھارت آپس میں تواتر کے ساتھ کھیلتے ہیں تو یہ کھیل کے لئے ایک اچھی بات ہے۔ دونوں ممالک کے لوگ بھارت اور پاکستان کو کرکٹ کے میدان میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ دونوں ممالک کے تعلقات میں بہتری کا ایک بہترین ذریعہ بھی بن سکتی ہے مگر افسوس کہ بعض ایسے مسائل راہ کی دیوار ہیں جن کو گرانا ہمارے بس میں نہیں، یہ صرف حکومتی سطح کے لوگ ہی کرسکتے ہیں جب بھی ایسا ہوا تو یہ کھیل کا ایک شاندار باب ہوگا اور جس سے اردگرد کے ممالک کو بھی کافی فائدہ ہوگا جہاں کھیل کا شوق بڑھے گا اور کرکٹ فروغ پائے گی۔

کرمانی جی ......آپ کا بہت شکریہ کہ قیمتی وقت میں سے ہمارے لئے کچھ لمحات نکالے ؟

آپ کا بھی شکریہ کہ مجھے اپنی بات کہنے کا موقع دیا۔ شاید میں اگلی بار پاکستان آؤں تو یہاں مجھے بہت سارے لوگ جانتے ہوں جو کہ مجھے میڈیا کے مختلف میڈیم پر دیکھ چکے ہیں۔

فٹنس اور کارکردگی پر توجہ دینے کا وقت ہے...... مصباح الحق

پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان مصباح الحق نے کہا ہے کہ جلد پاکستان اور بھارت کے درمیان کرکٹ روابط بھی بحال ہو جائیں گے۔ مصباح الحق کا کہنا ہے کہ مجھ سمیت ٹیم کے ہر کھلاڑی کے لیے گزشتہ تین برس سے دیار غیر میں کھیلنا مشکل ترین دور رہا، یہ شائقین کرکٹ کے لیے بھی مایوس کن ہے کیونکہ انہیں طویل عرصے سے ہوم گراونڈ پر اپنے قومی ہیروز کو ایکشن میں دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ مصباح نے امید ظاہر کی کہ چیئرمین پی سی بی ذکا اشرف کی کوششوں سے ملک میں جلد انٹرنیشنل کرکٹ بحال ہو جائے گی۔ بھارت کے ساتھ کرکٹ تعلقات پر بات کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ دونوں ٹیمیں باقاعدگی کے ساتھ ایک دوسرے سے کھیلیں، جب ہم طویل وقفے کے بعد مد مقابل ہوتے ہیں تو میچ کے دوران بہت کشیدگی اور دونوں ٹیموں پر اضافی دباو ہوتا ہے۔ پاکستان اور بھارت کا باقاعدگی سے کھیلنا دونوں ملکوں کے عوام کے لیے بھی بہتر ہے۔ پاکستانی کرکٹ ٹیم کے کپتان مصباح الحق کا کہنا ہے کہ مسلسل اور انتھک کرکٹ کھیلنے کے بعد ملنے والے آرام کا فائدہ ہوا ہے اور تمام کرکٹرز تازہ دم ہو کر آنے والے سیزن کے لیے خود کو تیار کر سکتے ہیں۔ پاکستانی کرکٹ ٹیم جون میں سری لنکا کے دورے سے بین الاقوامی کرکٹ کا آغاز کرے گی جس میں اسے ٹیسٹ، ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میچز کی مکمل سیریز کھیلنی ہے۔ اس کے بعد پاکستانی ٹیم اگست میں آسٹریلیا سے ون ڈے سیریز کھیلنے دوبارہ سری لنکا جائے گی اور پھر ستمبر میں اسے ایک بار پھر سری لنکا جانا ہوگا جہاں ورلڈ ٹی ٹوئنٹی کھیلا جائے گا۔ پاکستانی کرکٹرز گزشتہ دنوں کوچ ڈیو واٹمور کی نگرانی میں فٹنس ٹیسٹ کے مرحلے سے گزرے ہیں۔ پاکستانی کپتان نے کہا کہ پاکستانی کرکٹ ٹیم نے کئی ماہ تک ملک سے باہر مسلسل کرکٹ کھیلی اور اچھے نتائج بھی دیے۔ کرکٹرز کو اب جو وقت ملا ہے اس کا فائدہ یہ ہو رہا ہے کہ وہ اپنی فٹنس پر مکمل توجہ دیں اور اپنی کارکردگی کا بغور جائزہ لیتے ہوئے اس میں بہتری لانے کے بارے میں سوچیں۔ مصباح الحق کو یقین ہے کہ اس آرام کے بعد جب کرکٹرز دوبارہ میدان میں اُتریں گے تو اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرینگے۔ کوچ ڈیو واٹمور کے بارے میں مصباح الحق کا کہنا ہے کہ وہ ہر کھلاڑی پر توجہ رکھے ہوئے ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ فٹنس اور کارکردگی کی بنیاد پر ٹیم کا بہترین کمبینیشن تیار کریں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ٹیم کی کارکردگی میں بہتری آئے۔ مصباح الحق سے جب پوچھا گیا کہ کیا انگلینڈ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کی طرح پاکستان میں بھی تینوں فارمیٹ کی الگ الگ ٹیمیں بن سکتی ہیں تو ان کا کہنا تھا کہ پاکستان میں بھی ہر فارمیٹ میں ایک ہی ٹیم نہیں کھیلتی۔ انہوں نے کہا کہ موقعے کی مناسبت سے تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور گیارہ میں سے تین چار کرکٹرز مختلف فارمیٹ میں تبدیل ہوتے ہیں۔ "ڈیو واٹمور ہر کھلاڑی پر توجہ رکھے ہوئے ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ فٹنس اور کارکردگی کی بنیاد پر ٹیم کا بہترین کمبینیشن تیار کریں۔" ان کا کہنا تھا کہ دیگر ملکوں میں بھی یہی ہوتا ہے، کچھ کھلاڑی ایسے ہوتے ہیں جو ٹیم کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں وہ ہر فارمیٹ میں کھیلتے ہیں اور کچھ اسپیشلسٹ ہوتے ہیں جو کسی فارمیٹ کی ضرورت کے مطابق ٹیم کا حصہ بنتے ہیں۔ مصباح الحق کپتانی کو بوجھ نہیں سمجھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک کوئی بھی کرکٹر اپنے کھیل سے لطف نہیں اٹھائے گا اس سے جنون کی حد تک محبت نہیں کرے گا اس وقت تک اس کے لیے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنا بہت مشکل ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی کپتانی سے بھرپور لطف اٹھا رہے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ صورتحال کی مناسبت سے درست فیصلے کریں۔ انہوں نے بتایا اس وقت وہ جس ٹیم کی کپتانی کر رہے ہیں وہ بہت ہی زبردست ہے اور کسی بھی کپتان کے لیے آسانی اس کی ٹیم پیدا کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ کرکٹرز اپنی ذمہ داری بخوبی نبھا رہے ہیں اور اس ٹیم کی قیادت ان کے لیے بہت ہی اچھا تجربہ رہا ہے۔ واضح رہے کہ مصباح الحق کا بحیثیت کپتان ریکارڈ متاثر کن رہا ہے۔ وہ 15 ٹیسٹ میچوں میں کپتانی کر چکے ہیں جن میں سے پاکستان نے 9 جیتے ہیں اور صرف ایک میں اسے شکست ہوئی ہے۔ اسی طرح ان کی قیادت میں کھیلے گئے 23 ون ڈے انٹرنیشنل میں سے پاکستان نے 17 میچز جیتے ہیں اور 6 میں اسے شکست ہوئی ہے۔ ان کی جیت کا تناسب 73 فیصد ہے جو کسی بھی پاکستانی کپتان کی بہترین اوسط ہے۔ پاکستان نے مصباح الحق کی قیادت میں کھیلے گئے 8 ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میں سے 6 جیتے ہیں۔ مصباح الحق کا کہنا ہے کہ وہ پاکستانی ٹیم کو اپنی کپتانی میں صف اول کی ٹیموں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ طویل مدتی منصوبہ بندی کی اپنی اہمیت ہوتی ہے لیکن جو ذمہ داری جس وقت آپ کو دی گئی ہو اسے بہتر طور پر نبھانا آپ کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جو سیریز یا میچ آپ کھیل رہے ہوتے ہیں پہلے اس پر توجہ رکھنی ضروری ہوتی ہے۔ مصباح الحق نے کہا کہ قومی کرکٹ کے کپتان کی تقرری طویل مدت کیلئے ہونی چاہیے۔ پاکستان میں عالمی کرکٹ کی بحالی کیلئے پریمئر لیگ کے انعقاد کا فیصلہ خوش آئند اور اہم ہے، پی پی ایل سے شائقین کرکٹ کی مایوسی میں کمی ہونے کے ساتھ ساتھ نئے ٹیلنٹ کو بھی سامنے لانے میں مدد ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ دورہ سری لنکا اور آسٹریلیا کے ساتھ سیریز میں مقابلے سے ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کی تیاری میں مدد ملے گی اور پاکستان کو اس ایونٹ کیلئے مضبوط ٹیم بنانے میں کامیابی ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ وہ مکمل فٹ ہیں اور پاکستان کیلئے مزید کھیلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مصباح الحق نے کہا کہ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کیلئے تجربہ کار سینئر کھلاڑیوں کو فٹنس لیول میں بہتری کی بنا پر نئے کھلاڑیوں پر ترجیح دی جانی چاہیے، تجربہ کار کھلاڑی ٹیم کیلئے کسی بھی وقت کارآمد پرفارمنس دے سکتا ہے اور اپنی صلاحیتوں کے ذریعے ٹیم کو جتوانے میں اہم ثابت ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس بات کے حق میں ہیں کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان کرکٹ سیریز ہونی چاہیے، اس سے خطے میں کرکٹ کو مقبول بنانے کے ساتھ ساتھ کھلاڑیوں پر دباؤ بھی کم ہوگا، دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات میں بھی بہتری آ سکے گی۔ مصباح الحق نے کہا کہ کپتان کی تقرری طویل مدت کیلئے ہونی چاہیے، بار بار قیادت کی تبدیلی سے ٹیم اور کھلاڑیوں کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ فٹنس میں عمر کا کوئی دخل نہیں ہوتا، کھلاڑیوں کا انتخاب فٹنس اور فارم اور کارکردگی کی بنیاد پر ہونا چاہیے تاکہ وہ ٹیم کیلئے بہتر پرفارمنس دے سکے۔ انہوں نے کہا کہ کھلاڑیوں کو اعتماد دینے کی ضرورت ہے اور کپتان پر بھی اعتماد کیا جانا چاہیے۔ پاکستان میں اس وقت عالمی کرکٹ مقابلوں ں کی بحالی ضروری ہے، آئی پی ایل اور بی پی ایل طرز کی کرکٹ لیگ میں غیر ملکی کھلاڑیوں کی شرکت سے پاکستانی شائقین کو اچھے کھلاڑیوں کو ایکشن میں دیکھنے کا موقع ملے گا۔

کارکردگی قومی ٹیم میں ضرور واپس لائے گی: ذوالقرنین حیدر

وکٹوں کے پیچھے کامران اکمل کی رو بہ زوال کارکردگی کے باعث پاکستان کو وکٹوں کے پیچھے ایک متبادل کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ ابتدائی طور پر سرفراز احمد کو آزمایا گیا جو ڈومیسٹک سرکٹ میں بہت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کے باعث قومی کرکٹ ٹیم میں ذمہ داری پانے کے اہل تھے لیکن بین الاقوامی منظرنامے پر اپنی قابلیت ثابت نہ کرنے کے باعث پاکستان کی نظریں لاہور سے تعلق رکھنے والے ذوالقرنین حیدر پر پڑیں جنہوں نے 2010ء کے دور انگلستان میں ایجبسٹن، برمنگھم میں اپنے پہلے ہی ٹیسٹ میں 88 رنز کی شاندار اننگز کھیل اور وکٹوں کے پیچھے بہتر کارکردگی پیش کر کے وکٹ کیپر کی تلاش کے حوالے سے پاکستان کرکٹ بورڈ کی تشویش کو کافی حد تک کم کر دیا۔ بعد ازاں انہیں جنوبی افریقہ کے خلاف متحدہ عرب امارات میں کھیلی گئی سیریز میں بھی موقع دیا گیا لیکن چند مقابلوں میں اچھی کارکردگی دکھانے کے بعد ایک روز وہ اچانک ٹیم ہوٹل سے نکل کر برطانیہ پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ جنوبی افریقہ کے خلاف چوتھے ایک روزہ مقابلے کے بعد انہیں نامعلوم افراد کی جانب سے قتل کی دھمکیاں دی گئیں جس پر انہیں برطانیہ میں پناہ لینا پڑی یہاں تک کہ حکومت پاکستان کی جانب سے یقین دہانی کے بعد وہ گزشتہ سال انہی ایام میں وطن واپس آ گئے۔ لیکن اس 'حرکت' پر انہیں بورڈ کی جانب سے ایک سال تک زیر مشاہدہ رکھا گیا اور یہ دور آج یعنی 23 اپریل بروز سوموار ختم ہو رہا ہے۔

ذوالقرنین نے پہلے ہی ٹیسٹ میں اپنی اہلیت تو ثابت کی لیکن عرب امارات میں پیش آنے والے واقعے نے ان کے کیریئر کو شدید ٹھیس پہنچائی تصویر (Getty Images)

اس اہم موقع پر 'کرک نامہ' سے خصوصی گفتگو میں ذوالقرنین حیدر نے کہا کہ 'انڈر آبزرویشن پیریڈ' آج مکمل ہو رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس عرصے کے دوران میں نے قومی سرکٹ میں جیسی کارکردگی پیش کی ہے، اس کی بنیاد پر سلیکشن کمیٹی مجھے ضرور قومی کرکٹ ٹیم کا حصہ بنائے گی۔ اس کٹھن دور میں میں نے صرف کرکٹ پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور یہ سخت محنت ہی کا نتیجہ تھا کہ میں قومی ون ڈے کپ میں بہترین وکٹ کیپر قرار پایا۔ ہر چند کہ اس کے بعد مجھے لاہور کی جانب سے قومی ٹی ٹوئنٹی کپ میں شامل نہ کیا گیا لیکن میں دل گرفتہ ہونے کے بجائے اپنی وکٹ کیپنگ اور بیٹنگ کو مزید بہتر بنانے پر کام کرتا رہا ہوں اور میری کارکردگی سب کے سامنے ہے۔

جنوبی افریقہ کے خلاف متحدہ عرب امارات میں کھیلی گئی سیریز کے دوران پیش آنے والے واقعے کے بارے میں ذوالقرنین حیدر نے کہا کہ امارات میں جو کچھ کیا، اس پر اب زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ مجھے اس پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ہمیشہ ملک کا نام روشن کرنے کے لیے محنت کی اور میری پہچان کرکٹ ہی ہے اس لیے اپنے کھیل کو بہتر سے بہتر کرنا چاہتا ہوں۔

آج یعنی 23 اپریل کو اپنی 26 ویں سالگرہ منانے والے ذوالقرنین حیدر کا کہنا تھا کہ اس ایک سال کے دوران انہیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا آغاز میں دھمکیاں بھی ملیں، لیکن اب ان دھمکیوں کا سلسلہ تھم چکا ہے اس دوران مجھے شدید مالی مشکلات بھی سہنی پڑیں، کچھ لوگوں نے اس دوران مجھے ورغلانے کی بھی کوشش کی لیکن میں ثابت قدم رہا اور اپنی توجہ کرکٹ پر مرکوز رکھی۔ اللہ کا کرم ہے کہ یہ کڑا وقت گزر گیا ہے، اب امید ہے کہ جس طرح میں نے قومی سطح پر کارکردگی پیش کی ہے اس کے بعد مجھے ایک مرتبہ پھر ملک کی نمائندگی کا موقع دیا جائے گا تاہم حتمی فیصلہ پاکستان کرکٹ بورڈ اور سلیکٹرز کو کرنا ہے۔

2003ء کے انڈر 19 عالمی کپ فتح پاکستانی دستے کے رکن ذوالقرنین حیدر کا کہنا ہے کہ وہ فٹ رہنے کے لیے آن سیزن کی طرح آف سیزن میں بھی سخت پریکٹس کرتے ہیں اور وکٹوں کے پیچھے ان کی برق رفتاری اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگلے ماہ کے اواخر سے قومی کرکٹ ٹیم کے طے شدہ دورِ سری لنکا کے حوالے سے ذوالقرنین کا کہنا تھا کہ اگر مجھے پاکستانی اسکواڈ میں شامل کر لیا جاتا ہے تو میں آئی لینڈرز کے دیس میں اچھی پرفارمنس دکھا سکتا ہوں کیونکہ پاکستان 'اے' کے ساتھ میں سری لنکا کے متعدد دورے کر چکا ہوں جہاں میری کارکردگی بھی نمایاں رہی ہے اس لیے اگر قومی ٹیم کے ساتھ سری لنکا جاتا ہوں تو نہ صرف اپنی وکٹ کیپنگ بلکہ بیٹنگ کے ذریعے بھی اپنا انتخاب درست ثابت کروں گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ میرا مقصد پاکستان کیلئے زیادہ سے زیادہ کرکٹ کھیلنا ہے اس لیے مجھے بیٹنگ کے لیے جس بھی نمبر پر بھیجا جائے میں اس پر رضامند ہوں۔

اپنے اولین ٹیسٹ میں 88 رنز اسکور کرنے والے ذوالقرنین کا کہنا ہے کہ ان کی شدید خواہش ہے کہ وہ سابق آسٹریلوی ٹیسٹ کرکٹر وکٹ کیپر بیٹسمین ایڈم گلکرسٹ سے کیپنگ کی کوچنگ لیں، اس سلسلے میں جب بھی انہیں موقع ملا وہ اس سے ضرور استفادہ کریں گے۔ ذوالقرنین حیدر کو انگلش کلب لیشنگو کی جانب سے بھی کھیلنے کی پیشکش ہوئی ہے، جس پر بات چیت ابھی جاری ہے، تاہم ان کا کہنا ہے کہ وہ ملکی کرکٹ کو اس پر ترجیح دینا چاہتے ہیں۔

وکٹ کیپر بیٹسمین کا کہنا ہے کہ دو ماہ قبل چیئرمین پاکستان کرکٹ بورڈ ذکا اشرف نے ایک ملاقات میں مجھے یقین دلایا تھا کہ میرے مسئلے پر نظر ڈالی جائے گی اب اپنا "آبزرونگ پیریڈ" ختم ہونے کے بعد میں ان سے دوبارہ ملنا چاہتا ہوں اور جلد ملاقات کر کے اپیل کروں گا وہ میرے کرکٹ کیریئر کے حوالے سے اپنا کردار ادا کریں۔

ذوالقرنین حیدر کا کہنا تھا کہ پوری قوم کی طرح انہیں بھی بنگلہ دیشی کرکٹ ٹیم کی پاکستان آمد موخر ہونے پر افسوس ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ جس طرح چیئرمین کرکٹ بورڈ ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کو واپس لانے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں، اس سے پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی جلد ممکن ہو گی۔

”اچھی کرکٹ کھیلنے کیلئے کرکٹ سے کچھ وقت دوری بھی لازمی ہے“......شکیب الحسن

مسلسل کرکٹ نے بین الاقوامی سطح پر کھیلنے والے کرکٹرز کو تھکا کر رکھ دیا ہے اور وہ بُری طرح آرام کی کمی کو محسوس کرتے ہیں اور بنگلہ دیش کے صف اول کے آل راؤنڈر شکیب الحسن بھی اسی صورتحال سے دوچار ہیں جو تین برس سے مسلسل کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ انہیں اپنی قومی ٹیم کی مصروفیات سے چھٹکارا ملتا ہے تو ڈھاکا میں مقامی کرکٹ شروع ہو جاتی ہے۔ ابھی یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے کہ کاؤنٹی کرکٹ کے علاوہ آئی پی ایل اور بی پی ایل جیسے ایونٹس سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے اب انہیں آرام کی شدت کے ساتھ طلب محسوس ہو رہی ہے اور وہ آئی پی ایل کے بعد کچھ عرصے کرکٹ سے دوری کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں پاکستان کے خلاف میچوں کے علاوہ زمبابوے کے دورے سے بھی نجات مل گئی ہے کیونکہ دونوں دورے کھٹائی میں پڑ چکے ہیں اور ان کے فوری طور پر بحال ہونے کی امید بھی کم ہے۔

26 ٹیسٹ میچوں میں 1630 رنز اسکور کرنے والے کھلاڑی نے اس طرز کی کرکٹ میں 96 وکٹیں بھی حاصل کر رکھی ہیں اور جلد ہی وہ ٹیسٹ ڈبل کا اعزاز بھی حاصل کر لیں گے۔ حال ہی میں 25 ویں سالگرہ منانے والے بنگلہ دیشی آل راؤنڈر نے 126 ون ڈے انٹرنیشنل میچوں میں بھی 3635 رنز اسکور کرنے کے ساتھ 160 وکٹیں حاصل کر رکھی ہیں اور ان کا شمار دور حاضر کے چند سرفہرست آل راؤنڈرز میں کیا جاتا ہے مگر دوہری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے وہ یہ کہنے سے باز نہ رہ سکے کہ آل راؤنڈر ہونا کافی ڈیمانڈنگ ہے کیونکہ کھلاڑی کو دونوں شعبوں پر نگاہ رکھنا پڑتی ہے اور اچھی کرکٹ کھیلنے کے لئے لازمی ہے کہ کچھ وقت کرکٹ سے ہٹ کر بھی گزارا جائے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ہم ان صفحات پر بنگلہ دیش کے سب سے ”قیمتی“ کھلاڑی کی ایک تازہ گفتگو پیش کر رہے ہیں جو کہ یقینی طور پر پسند کی جائے گی کیونکہ انہوں نے اپنے کیریئر کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جن کو پڑھنے کی کرکٹ کے شیدائی تمنا بھی رکھتے ہیں۔

ایشیا کپ میں بنگلہ دیش کی جانب سے پہلے مین آف دی ٹورنامنٹ ہونے پر آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں ؟

یہ بڑی اچھی بات ہے حالانکہ اسے حاصل کرتے وقت یہ کوئی بڑا اعزاز محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ چند روز کے بعد اب یہ سوچتا ہوں تو یہ ذاتی نکتہ نظر سے بہت بڑی کامیابی ہے اور سب سے بہترین کارنامہ جو میں نے انجام دیا ہے۔

کیا آپ اس بات پر بھی نگاہ رکھتے ہیں کہ شین واٹسن اور جیک کیلس جیسے آل راؤنڈرز کیا کر رہے ہیں ؟

نہیں ...... بالکل نہیں ...... بعض اوقات میں کسی کو ٹی وی پر بیٹنگ یا بالنگ کرتے ہوئے دیکھتا ہوں اور بس اس سے زیادہ نہیں، میں دوسرے کھلاڑیوں کو اس خواہش کے ساتھ نہیں دیکھتا کہ وہ ناکام ہو جائیں۔

بیٹنگ کیلئے آتے وقت آپ کے چہرے پر دباؤ کے آثار نہیں ہوتے، اس کی کیا وجہ ہے ؟

ایسا نہیں ہے کہ میں دباؤ میں مبتلا نہیں ہوتا مگر میں ظاہر نہیں ہونے دیتا کہ یہ مجھ پر کوئی اثر ڈال رہا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ مختلف حالات میں مجھے بھی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ دباؤ کو قابو کرنا کسی بھی کھلاڑی کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہوتا ہے۔ جو شخص بھی اس دباؤ کو قابو میں کر لیتا ہے اسے کیریئر کے دوران اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔ میں کرکٹ سے زیادہ کسی بھی چیز کے بارے میں نہیں سوچتا کیونکہ کھیل ہی میری زندگی ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں کسی بھی پریشانی کا شکار نہیں ہوتا۔ میں دباؤ کے متعلق کم ہی سوچتا ہوں۔ کبھی کبھار ایسے لمحات آ جاتے ہیں جب سوچ کا محور مختلف ہوتا ہے اور اچھے الفاظ بھی ساتھ نہیں دیتے۔ میں پانچ یا چھ سال سے قومی ٹیم کے لئے کھیل رہا ہوں اور میں نے بہت کچھ دیکھ لیا ہے لہٰذا مجھے اچھی طرح علم ہوتا ہے کہ کیا چیز میری جانب بڑھ رہی ہے اور کس چیز کو کس طرح قابو کرنا ہے۔

جب لوگ آپ کو سڑک پر دیکھتے ہیں تو ان کا رد عمل کیا ہوتا ہے ؟

آخری مرتبہ میں عالمی کپ سے قبل خریداری کی غرض سے شاپنگ مال گیا تھا اور میرا نہیں خیال کہ اس کے بعد مجھے ایسی کسی جگہ جانا پڑا ہو۔ عام طور پر میں صرف ریسٹورنٹ تک ہی جاتا ہوں جب میں کسی سڑک سے گزر رہا ہوں تو اسکول وین اور بس میں سوار بچے مجھے دیکھ کر چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ آوازیں لگاتے ہیں، مجھے یہ اچھا لگتا ہے، مگر جب لوگ مجھے گھیر لیں تو اچھا نہیں لگتا، اگر میں کہیں جا رہا ہوں اور کوئی مجھے ”ہائے“ کہہ دے تو بس اتنا ہی کافی ہے۔ لوگوں کا کیا ردعمل ہوتا ہے اس کے بارے میں کہنا اس لئے بھی مشکل ہے کہ میں گزشتہ ایک سال سے کہیں گیا ہی نہیں ہوں، کسی روز باہر نکل کر یہ اندازہ لگاؤں گا (قہقہہ لگاتے ہوئے)

اپنی جنم بھومی مگورا سے یہاں تک کا سفر کیا بہت مشکل رہا ہے ؟

میں نہیں سمجھتا کہ یہ اتنا مشکل رہا ہے۔ جب میں قومی ٹیم میں شامل ہوا تو وہ وقت کسی حد تک کٹھن ضرور تھا مگر اس سے قبل مجھے کسی مرحلے پر بھی جدوجہد نہیں کرنا پڑی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میں نے انڈر ایج کرکٹ کھیلنے کے بعد اکیڈمی کی ٹیم میں جگہ بنائی جس کا اندازہ آپ اس طرح کر سکتے ہیں کہ میں نے 2002ء میں کرکٹ کھیلنا شروع کی اور چار برس میں مجھے قومی ٹیم میں بھی جگہ مل گئی۔ عالمی کپ 2007ء اور بھارت کے خلاف سیریز کے بعد مجھے آٹھ سے 9 ماہ تک مسلسل جدوجہد کرنا پڑی مگر میں نے اس عرصے میں بہت کچھ سیکھا جس کے سبب مجھے کیریئر کے اگلے مراحل میں بہت کم جدوجہد کرنا پڑی۔ بنگلہ دیش نیشنل اسپورٹس انسٹی ٹیوٹ میرے لئے بہت زیادہ سازگار رہا ورنہ مگورا سے اس مقام تک آنے میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ میں نے وہاں رہ کر بہت ساری اچھی باتیں سیکھی ہیں جو کہ آج بھی زندگی میں میرے کام آ رہی ہیں۔ مجھے تو اس بات کا یقین نہیں آتا کہ میں بنگلہ دیش میں اتنا پہچانا جانے والا چہرہ بن جاؤں گا۔ میں اخبارات اور ٹی وی پر خبریں دیکھتا ہوں مگر اتنی گہرائی سے نہیں کہ میرے بارے میں کیا کہا اور لکھا جا رہا ہے۔ میں ایسی چیزوں کے بارے میں نہیں سوچتا اور سچی بات تو یہ ہے کہ جب کوئی خبر میرے متعلق ہے تو مجھے اس کو پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

ایشیاء کپ فائنل میں آؤٹ ہونے کے بعد آپ نے شدید رد عمل کا اظہار کیا؟ آپ اس قدر جذباتی کیوں ہوگئے تھے ؟

میں عام طور پر کسی بھی ردعمل کا اظہار ڈریسنگ روم میں ہی کرتا ہوں مگر اس بار موقع ذرا مختلف تھا۔ میں اسی وجہ سے بُری طرح مایوس ہو گیا کہ میں ٹیم سے بہت زیادہ کی توقع کر رہا تھا اور میچ دیکھنے کے لئے آنے والے میرے اوپر انحصار کر رہے تھے۔ سارا ملک ایک طرح سے سوچ رہا تھا لہٰذا مجھے اس وقت آؤٹ ہو کر بُرا لگا۔ وہ کوئی ایسا میچ نہیں تھا جس میں مجھے اچھا آغاز نہ مل سکا ہو کیونکہ میں دو مین آف دی میچ ایوارڈز حاصل کر چکا تھا اور میں نے پاکستان کے خلاف دونوں میچوں میں ناکامی کے باوجود اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا مگر قریب پہنچ کر عمدگی سے میچ کا خاتمہ نہ کرنے پر مجھے شدید مایوسی ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ ورلڈ کلاس کھلاڑی ایسے حالات میں قدرے بہتر کھیل کا مظاہرہ کرتے ہیں سیریز کے خاتمے پر مجھے یہ یقین تو ہو گیا کہ میں بھی ایک اچھا کھلاڑی ہوں مگر اب بھی کچھ کمی باقی رہ گئی ہے۔ اگر میں اس وقت کچھ اضافی بہتری دکھاتا تو شاید ہماری ٹیم کامیاب رہتی اور میں بنگلہ دیش کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرا سکتا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ آپ کو اور مشفق الرحیم کو دیکھ کر بُری طرح

جذباتی ہوگئے تھے ؟

مجھے اس دوران 500 سے لے کر 600 ایس ایم ایس موصول ہوئے اور فائنل کے بعد ماحول بڑا عجیب سا تھا۔ جب میں اگلی صبح جاگنے کے بعد ناشتے کی میز پر پہنچا تو انعام الحق بجوئے نے اخبار میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا کہ "اس تصویر کو دیکھو" میں نے کہا "اوہ" پھر وہی میری چیختے اور چلاتے ہوئے تصویر......!!

بڑے شاٹس نہ کھیل کر بھی آپ اتنی آسانی سے نصف سینچریاں کیسے بنالیتے ہیں ؟

میں اپنے کھیل کا آغاز نارمل طریقے سے کرتا ہوں اور جیسے حالات ہوں ان کے مطابق کھیلنے کی کوشش ہوتی ہے۔ میرے کچھ ساتھی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک ہم کچھ سوچیں گے یہ 20 رنز بھی کر چکا ہوگا۔ میں اپنی اننگ کا آغاز اچھے طریقے سے صرف اس لئے کر پاتا ہوں کہ میرے شاٹس کا زاویہ ٹھیک ہوتا ہے اور میرا اسٹرائیک ریٹ بھی جس میں ایک آدھ باؤنڈری بھی شامل ہو جائے تو پھر ہر گیند کے بعد بہتری آتی چلی جاتی ہے۔ میں اننگ کی ابتدا میں بہت کم ڈاٹ بالز کھیلتا ہوں۔ پاکستان کے خلاف فائنل میں میرا جسم حالات کے مطابق نہیں جاگ سکا۔ میں نے کسی سے کہا بھی تھا کہ "بھائی...... میرے لئے دعا کرو، میں خود کو نیند میں محسوس کر رہا ہوں" میں میدان میں پہنچا تو پہلی ہی گیند باؤنڈر پار کر گئی۔ جب آپ بہت زیادہ نہ سوچ رہے ہوں تو عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں نے اندازہ کیا ہے کہ اننگ کی ابتدا میں عام طور پر میں نارمل بیٹنگ کرتا ہوں اور کبھی میں اس طرح کھیلنے میں کامیاب رہتا ہوں تو کبھی دباؤ کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور ایسے میں تمام تر انحصار حالات پر ہوتا ہے لیکن میں پھر وہی کہوں گا کہ دباؤ کو قابو کرنا بڑے کھلاڑیوں کا طرہ امتیاز ہوتا ہے۔

پیشہ ورانہ رجحان آپ کے نزدیک کتنی اہمیت رکھتا ہے ؟

یہ بڑی اہمیت کی حامل بات ہے کیونکہ پیشہ ورانہ رجحان کے بغیر مناسب کرکٹ کھیلنا کافی مشکل ہے۔ ایک روز میں اگر جذباتی ہو جاتا ہوں تو اگلے روز میرے اندر تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور اگلے میچ میرے لئے یکسر مختلف ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے جذبات کچھ خاص فرق نہیں ڈالتے۔ اگر میں ان جذبات تلے ایک طرف بیٹھ جاؤں گا تو میری زندگی درست خطوط پر گامزن نہیں رہ سکے گی۔ مجھے اپنے کھیل میں بہتری کی ضرورت ہے اور یہی پیشہ ورانہ رجحانات کا تقاضہ بھی ہے۔

کیا آئی پی ایل اور کاؤنٹی کرکٹ نے آپ کے پیشہ ورانہ تصور کو تبدیلی کیا ہے ؟

یہ کاؤنٹی کرکٹ کھیلتے ہوئے کسی حد تک تبدیل ہو جاتا ہے مگر آئی پی ایل میں زیادہ میچز اور زیادہ سفر مشکلات ہوتی ہیں تو وہاں اس کا یہ مشکل ہی موقع ملتا ہے کہ آ اپنے کھیل کے کسی بھی پہلو پر بہتری کی مشق کر سکیں۔ کاؤنٹی کرکٹ میں آپ ایک جگہ پر کچھ وقت قیام کرتے ہیں جہاں آپ کو خود پر کام کرنے کا کافی موقع مل جاتا ہے۔ اگر مجھے اپنے کھیل میں بہتری درکار ہے تو اس کا کاؤنٹی کرکٹ میں بھرپور موقع مل سکتا ہے اور وہاں پروفیشنل ازم کو بڑھاوا ملتا ہے جب آپ بیٹنگ کے دوران اضافی مشق اور بالنگ کے دوران بھرپور محنت کر سکتے ہیں' پھر یہ بات بھی اہمیت رکھتی ہے کہ آپ اپنی محنت کتنی ایمانداری سے کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ بنگلہ دیش میں یہ چیز موجود نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں بنگلہ دیشی ٹیم کا سست ترین رکن ہوں جہاں ہر کوئی مجھ سے زیادہ محنت کرتا ہے۔ مجھے جس پہلو پر کام کرنا ہو۔ ضرور کرتا ہوں اور جب ضرورت ہو تو پھر لازمی طور پر...... میں خواہ جمنازیم میں کم وقت خرچ کروں لیکن جب اس کی ضرورت ہو تو پھر میں اس طرف بھرپور توجہ دیتا ہوں۔

آپ کی حرکات پر پہلے سوالیہ نشان اُٹھائے جاتے تھے' کیا اب آپ میڈیا سے مطمئن ہیں ؟

میں اب کافی مطمئن ہوں' کوئی بھی انسان ہو وہ اپنی غلطیوں سے سیکھتا ضرور ہے جو کہ اس سے سرزد ہوتی رہتی ہیں' اور میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ میڈیا کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جائے وہ ایک قدرتی امر ہے مگر بعض اوقات ان کی باتوں میں تسلسل نہیں ہوتا۔ ایک بھارتی ٹی وی چینل نے بنگلہ دیش بمقابلہ بھارت میچ کے بارے میں کہا کہ بھارتی ٹیم ہر حال میں 450 رنز کرے گی مگر اگلے روز یہی چینل اس کے برعکس کہانی سنا رہا تھا۔ میڈیا کے عدم تسلسل کے بارے میں میرا جو خیال ہے اس سے شاید بہت سارے صحافی بھی انکار نہیں کریں گے۔

ان نوجوانوں سے آپ کیا کہنا چاہیں گے جو کہ آپ کی طرح بننا چاہتے ہیں ؟

سچائی' ایمانداری اور ڈسپلن کے ساتھ اس ہدف کو حاصل کریں جس کا آپ نے تعین کر رکھا ہے۔ بہت سارے مشکل اوقات بھی آسکتے ہیں مگر ثابت قدم رہیں۔ سچن ٹنڈولکر نے 100 ویں سنچری کے بعد ایک انٹرویو میں کہا کہ آپ اگر یکسوئی کے ساتھ محنت کریں تو آپ کا ہر خواب سچا ہو سکتا ہے۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ اس ذمہ داری اور ثابت قدمی سے کھیل کر کچھ بھی ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ میں یہ بات جانتا ہوں کہ بچوں میں میری کافی مقبولیت ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں ان کے ساتھ بالکل ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جس کی وہ مجھ سے توقع کرتے ہیں۔

آپ تو بچوں کے ہیرو ہیں مگر آپ کا ہیرو کون ہے ؟

جب میں چھوٹا تھا تو مجھے سعید انور کو بیٹنگ کرتے ہوئے اور ثقلین مشتاق کو بالنگ کرتے ہوئے دیکھنا بہت اچھا لگتا تھا۔ مجھے وسیم اکرم بہت زیادہ پسند تھے اور میں ویٹوری اور راہول ڈراوڈ کو کھیلتے ہوئے بھی دیکھتا تھا۔ مجھے شیونرائن چندرپال کی اپروچ بھی اچھی لگتی ہے اور مختصر بات یہ ہے کہ میں ہر ایک سے کوئی نہ کوئی چھوٹی سی چیز ضرور سیکھتا ہوں مگر ایسا کوئی بھی نہیں جسے میں نے اپنے ہیرو کے طور پر دیکھا ہو۔

اس مقام تک آپ از خود پہنچ گئے یا کچھ لوگوں نے آپ کی مدد کی ؟

میرے اوپر بہت سارے لوگوں کے اثرات رہے ہیں' سب سے پہلے تو میرا خاندان جس نے میری تعلیم میں اس وقت دو سال کا تعطل قبول کیا جب میں نے اکیڈمی جوائن کر لی تھی۔ بنگلہ دیش میں دو سال کی تعلیم ضائع کرنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا اور میری جیسی مڈل کلاس فیملی میں یہ سوالات اُٹھائے جاتے ہیں کہ "اب اس لڑکے کا کیا ہوگا؟ کیا اسے مستقبل میں کوئی نوکری مل سکے گی؟" مگورا میں مجھے اشرف الاسلام جیسے کوچ کا ساتھ ملا جنہوں نے میری فیملی کو اس بات پر رضامند کیا کہ مجھے اکیڈمی میں جانے دیا جائے اور وہی تھے جنہوں نے مجھے گیند کو ہاتھ میں پکڑنا سکھایا۔ انہوں نے ایک ماہ کے ٹیلنٹ ہنٹ کیمپ میں مجھے جو کچھ سکھایا اس کا ذکر یہاں بہت مشکل ہے مگر آج میں اس بات کو سمجھ سکتا ہوں کہ وہی میرے اصل معمار تھے۔ اکیڈمی میں تربیت اور اس کے بعد ہر کوچ نے میری بھرپور حوصلہ افزائی کی اور قومی ٹیم میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اگر ان تمام افراد کی مدد شامل نہ ہوتی تو میں آج اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اکیڈمی میں تربیت کے دوران میں اپنے کام خود کرتا تھا اور میں نے کبھی خود کو کوئی بڑی چیز نہیں سمجھا کیونکہ جو اہداف مجھ سے دور ہوتے ہیں میں ان کے بارے میں نہیں سوچتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں اپنی محنت کرتا رہوں گا تو مجھے ہر چیز مل جائے گی۔

آپ مسلسل کرکٹ کے بوجھ کو کس طرح اُٹھاتے ہیں ؟

کاؤنٹی کرکٹ کی پیشکش کا ابھی مجھے کوئی علم نہیں ہے اور نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ انگلینڈ جا کر کھیل سکوں گا یا نہیں خواہ میں مکمل طور پر فٹ بھی رہوں۔ تین سال سے میں مسلسل کرکٹ کھیل رہا ہوں اور میری خواہش ہے کہ مجھے آئی پی ایل کے بعد 15 سے 20 دن کا آرام مل جائے۔ اس کے بعد میں انگلینڈ جا کر کھیل سکتا ہوں۔ اگر مجھے آئی پی ایل کے ایک ہفتے بعد کھیلنے کو کہا گیا تو میں انکار کر دوں گا اور میں نے اپنی منصوبہ بندی کر لی ہے۔ بہت زیادہ کرکٹ کے بعد اب مجھے آرام کی ضرورت ہے۔ میرے پاس کچھ اور مصروفیات بھی ہیں جن کی طرف توجہ ضروری ہے اور پھر یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اچھی کرکٹ کھیلنے کے لئے کرکٹ سے دور رہنا بھی ضروری ہے۔

کیا آپ بنگلہ دیش کرکٹ کا مستقبل بھی پیش نظر رکھتے ہیں ؟

ایشیا کپ کی کارکردگی نے نئی منزلوں کی طرف ایک راہ متعین کر دی ہے اور یہ بات لازمی ہو گئی ہے کہ ٹیم کے چار سے پانچ کھلاڑی مسلسل کارکردگی دکھاتے رہیں۔ اگر میں بہتر محسوس کروں گا تو ٹیم کو زیادہ بہتر طور پر لے کر چل سکوں گا۔ بھارتی ٹیم ملک سے باہر مشکلات سے دوچار رہتی ہے اور میں یہی سوچتا ہوں کہ ہم خود کو ملک میں اتنا مضبوط بنالیں کہ جب بھارت سے ہمارا سامنا ہو تو ایک سے دو سال میں انہیں زیر کیا جا سکے۔ ہم اس وجہ سے ٹیسٹ میچز نہیں جیت پاتے کہ ہمارے پاس مدمقابل کی 20 وکٹیں گرانے والا ایک نہیں ہے اور اب ضرورت اس امر کی ہے کہ 20 وکٹیں لینے والے حقیقی بالرز تلاش کئے جائیں۔ ون ڈے کرکٹ میں ہماری کارکردگی بہتر ہو رہی ہے اور اس سطح پر ہم جیتتے بھی رہے ہیں۔

اب آپ کے اگلے مقاصد کیا ہیں ؟

ذاتی طور پر میری خواہش ہے کہ میں میچوں کا خاتمہ اچھے انداز سے کر سکوں' جیت کو قریب محسوس کر کے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اپنی بالنگ کو بھی بہتر بناؤں جو بہت اچھی نہیں جا رہی ہے۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ دونوں شعبوں میں عمدہ کارکردگی کو ساتھ لے کر چلنا ایک مشکل کام ہے کیونکہ میں ٹریننگ کے دوران بھی بیٹنگ اور بالنگ پر یکساں توجہ دینے میں ناکام رہتا ہوں۔ اب میں نے سوچا ہے کہ ایک وقت میں ایک شعبے پر متوجہ رہوں تو بہتر ہے کیونکہ دونوں پر کام کرنا ایک وقت میں مشکل لگ رہا ہے۔ آل راؤنڈر کی حیثیت سے کارکردگی دکھاتے ہوئے بعض اوقات کافی مسائل پیش آتے ہیں اور معمول سے کہیں زیادہ سخت محنت کرنا پڑتی ہے اور میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں ایک سست شخص ہوں۔

آپ کی حالیہ عمدہ کارکردگی کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟

اگر آئی پی ایل میں میری کارکردگی بہتر رہی تو پھر میرا خیال ہے کہ میں اسے جاری رکھنے میں کامیاب رہوں گا مگر میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اتنی عمدہ کارکردگی کو قائم رکھنا ذرا مشکل ہوتا ہے مگر محنت اور توجہ کے ساتھ اسے جاری رکھنے کی کوشش ضرور کی جا سکتی ہے۔ اور مجھے بھی فٹ رہتے ہوئے اسی طرح کھیلنے کی ضرورت ہے جیسے کہ میں کھیل رہا ہوں۔

MAB

شکیب الحسن

کائرون پولارڈ

جارح مزاجی اس کی بیٹنگ کا خاصہ بن چکی ہے

کائرون پولارڈ سیدھے ہاتھ سے کھیلنے والا ایک قابل اعتماد آل راؤنڈر بن چکا ہے مڈل آرڈر میں کھیلنے کے ساتھ وہ میڈیم پیس گیندوں کے ذریعے بارہا اپنی ٹیم کے لئے کارگر ثابت ہوا ہے۔ 2006ء کے انڈر 19 ورلڈ کپ میں وہ کیریبین ٹیم کی نمائندگی کے دوران منظر عام پر آیا۔ اگست 2006ء میں اسٹین فورڈ کے خلاف وہ ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوبیگو کی جانب سے 83 رنز کی شاندار اننگز کے ذریعے قومی اخبارات کی شہ سرخیوں میں جو کہ ٹی ٹوئنٹی فارمیٹ میں کھیلی گئی' جبکہ 5 ماہ بعد ہی اپنے فرسٹ کلاس ڈیبیو پر اس نے 126 رنز کی باری جڑ کر سلیکٹرز کو مجبور کر دیا کہ وہ اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ 71 گیندوں میں اسکور کی گئی تھری فیگر اننگز میں 6 چھکے بھی شامل تھے جبکہ اس میں پہلا اسکورنگ اسٹروک بھی چھکے کی صورت میں ہی تھا اور یہی وجہ تھی کہ 9 دن بعد ہی اسے ورلڈ کپ کے لئے 30 رکنی قومی دستے کا حصہ بنایا گیا۔ کائرون پولارڈ نے اس دوران اپنے تیسرے فرسٹ کلاس میچ میں بھی تھری فیگر اننگز 6 چھکوں سے جڑ دی۔ ورلڈ کپ میں جنوبی افریقہ کے خلاف میچ میں کائرون پولارڈ کو ون ڈے ڈیبیو کا موقع مل گیا جبکہ فوری بعد 2008ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف ون ڈے سیریز کے لئے بھی اسے طلب کیا گیا اکتوبر 2009ء میں ٹی ٹوئنٹی چیمپئن شپ میں کائرون پولارڈ نے بھارتی کرکٹ دیوانوں کو اپنی جارحانہ بیٹنگ سے کافی انجوائے کرایا۔ نیو ساؤتھ ویلز کے خلاف ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوبیگو کی جانب سے 18 گیندوں پر 54 رنز کی بیٹنگ اس کا خاصہ تھی۔ اسی اننگز کے بعد پولارڈ نے ساؤتھ آسٹریلیا سے مختصر کنٹریکٹ بھی کیا۔ جبکہ فوری بعد ممبئی انڈینز کی جانب سے آئی پی ایل میں اس کی نیلامی ساڑھے سات لاکھ ڈالر میں ہوئی۔

کائرون ایڈرین پولارڈ نے 12 مئی 1987ء کو ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوبیگو میں جنم لیا اور رواں ماہ وہ اپنی 25 ویں سالگرہ منا رہا ہے۔ ویسٹ انڈیز کی قومی ٹیم کے علاوہ وہ ممبئی انڈینز' ڈھاکہ' گلیڈی ایٹرز' سمرسیٹ' ساؤتھ آسٹریلیا' اسٹین فورڈ سپر اسٹارز' ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوبیگو اور ویسٹ انڈیز انڈر 19 کا حصہ بن کر اپنی کارکردگی کے ذریعے نمایاں حصہ بنا رہا ہے۔ محدود اوور کی کرکٹ تک محدود رہنے والے کائرون پولارڈ نے 10 اپریل 2007ء کو جنوبی افریقہ کے خلاف ورلڈ کپ میچ میں سینٹ جارجز میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا جبکہ 20 جون 2008ء کو آسٹریلیا کے خلاف برج ٹاؤن میں اپنے ٹی ٹوئنٹی کیریئر کا آغاز کیا۔ قومی ٹیم کی 5 سالہ نمائندگی کے دوران میں وہ 56 ون ڈے انٹرنیشنل اور 22 ٹی ٹوئنٹی میچوں میں حصہ لے چکا ہے مگر اسے طویل فارمیٹ کی کرکٹ میں تاحال موقع نہیں ملا۔ اپنے اولین او ڈی آئی میں اسے محض 10 رنز اسکور کرنے کا موقع ملا جبکہ 20 رنز کے عوض وہ وکٹ سے محروم رہا۔ اگلا میچ جو کہ سری لنکا کے خلاف تھا وہ نہ تو بیٹنگ اور نہ ہی بالنگ کر سکا تاہم ایک کیچ میچ میں اس کی شرکت ظاہر کر رہا تھا۔ ورلڈ کپ کے بعد آسٹریلیا کے خلاف ہوم گراؤنڈ پر کھیلے گئے دو میچوں میں جو کہ جون 2008ء میں ہوئے وہ 11 اور صفر ہی اسکور کر سکا جبکہ دوسرے میچ میں 11 رنز کے عوض کوئی وکٹ بھی نہ لے سکا۔ کیریبین ٹیم نے دسمبر 2008ء اور جنوری 2009ء میں کیویز کا دورہ کیا تو یہاں بھی کائرون پولارڈ ناکام رہا اور 1,3,3 اور 19 رنز کی باریاں اسے ناکام ثابت کر رہی تھیں جبکہ بالنگ میں اسے چیپر کے ون ڈے میں موقع دیا گیا تو وہ 40 رنز کے عوض ایک وکٹ ہی لے سکا۔ تاہم مارچ 2009ء میں ہوم گراؤنڈ پر وہ انگلش ٹیم کے خلاف اپنی پرفارمنس کی عمدہ جھلک دکھانے میں کامیاب رہا پروویڈنس میں 42 رنز کی باری کے ساتھ 46 رنز کے عوض 2 شکار' پروویڈنس میں ہی وہ 8 رنز بنا سکا تھا تاہم 46 رنز کے عوض دو وکٹیں لیں۔ برج ٹاؤن میں اس کی بیٹنگ نہیں آئی مگر 16 رنز کے عوض دو وکٹیں لینے کے علاوہ ایک کیچ بھی تھاما۔ برج ٹاؤن میں اسے کھاتہ کھولنے کا موقع نہیں ملا مگر 20 رنز کے عوض ایک وکٹ ضرور لی۔ گروس آئیلٹ میں بھی وہ 30 رنز کی باری کے ساتھ 31 رنز پر دو وکٹوں کی کارکردگی سے نمایاں رہا۔ کیریبین ٹیم مئی 2009ء میں جوابی ٹور پر انگلینڈ پہنچی تو برسٹل میں وہ 8 رنز بنا سکا جبکہ 17 رنز کے عوض وہ وکٹ سے محروم رہا۔ برمنگھم میں وہ 12 رنز ہی بنا سکا جبکہ 63 رنز کے عوض دو وکٹیں مل سکیں اور ایک کیچ بھی اکاؤنٹ میں جمع کیا۔ فروری 2010ء میں کینگروز کے دیس میں وہ میلبورن میں 31 رنز کی باری کے ساتھ 3/45 کی بالنگ کارکردگی اور ایک کیچ کے ساتھ فارم میں آتا دکھائی دے رہا تھا۔ ایڈیلیڈ میں اس نے 32 رنز کئے تاہم 28 رنز دیکر کوئی وکٹ نہ لے سکا۔ سڈنی میں اس کی بیٹنگ نہ آ سکی۔ 1/26 کی کارکردگی اور ایک کیچ سے وہ ٹیم میں نمائندگی ظاہر کر رہا تھا۔ برسبین میں وہ کیریئر کی پہلی نصف سنچری 62 رنز کی کھیلنے میں کامیاب رہا 1/45 کی کارکردگی کے علاوہ ایک کیچ بھی تھاما۔ میلبورن میں بھی 45 رنز کی باری کے ساتھ 2/59 کی کارکردگی اس کے آگے درج کی گئی۔ مارچ 2010ء میں زمبابوے کی ٹیم کیریبین جزائر پہنچی تو یہاں کھیلے گئے پانچوں او ڈی آئیز میں وہ بجھا بجھا سا رہا۔ 5' 7' 17' 22 اور 36 رنز کی اننگز کھیلنے کے بعد وہ 3 وکٹیں حاصل کر سکا۔ فوری بعد مئی 2010ء میں جنوبی افریقہ کی میزبانی اس نے 5 میچوں میں 44' 29' 10' 26' 25 کی باریوں اور 7 وکٹوں کی نسبتاً بہترین کارکردگی سے کی جس میں 3/27 کی کارکردگی بھی شامل تھی۔ جنوری 2011ء میں سری لنکن ٹیم کے دورے پر دو میچوں میں یکساں 4,4 کی باریاں بھی وہ کھیل سکا جبکہ 18 رنز دیکر کوئی وکٹ ہاتھ نہ لگی۔ ورلڈ کپ 2011 میں جو کہ ایشیاء میں کھیلا گیا جنوبی افریقہ کے خلاف صفر اور 1/37' نیدرلینڈز کے خلاف 60' بنگلہ دیش کے خلاف بیٹنگ نہ آ سکی۔ آئرلینڈ کے خلاف 94' انگلینڈ کے خلاف 24' بھارت اور پاکستان کے خلاف وہ یکساں ایک ایک رن بنا سکا مجموعی طور پر دو وکٹیں اس کے ہاتھ آئیں' جون 2011ء میں بھارتی ٹیم ویسٹ انڈیز پہنچی تو عالمی چیمپئن کے خلاف چار میچوں میں صفر' 6' 70 اور 24 ناٹ آؤٹ کی باریاں کھیلنے کے ساتھ 2 وکٹیں حاصل کیں۔ بنگال ٹائیگرز کے دیس میں اکتوبر 2011ء میں 3 ون ڈے میچوں کی 2 اننگز میں وہ 41 اور صفر ہی بنا سکا جبکہ کوئی وکٹ بھی ہاتھ نہ آئی۔ بھارتی ٹور پر مہمان ٹیم کے خلاف 5 ون ڈے انٹرنیشنل میں 13' 35' 29' 3 کی باریاں کھیلنے کے بعد چنئی کے آخری میچ میں وہ کیریئر کی پہلی سنچری 119 رنز بنانے میں کامیاب ہوا۔ جبکہ دو وکٹیں بھی ہاتھ آئیں۔

آسٹریلیا کے خلاف حال ہی میں ختم ہونے والی سیریز میں 47 رنز ناٹ آؤٹ' 36 کی باریاں کھیلنے کے بعد گروس آئیلٹ میں کیریئر کی دوسری سنچری 102 ناٹ آؤٹ کھیلنے کے بعد آخری میچ میں اسی مقام پر 33 رنز کی باری کھیل ڈالی۔ جبکہ ایک وکٹ بھی سیریز میں ہاتھ آئی۔ کائرون پولارڈ 56 میچوں کی 51 اننگز میں دو مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 1288 رنز 26.28 کی اوسط سے دو سنچریوں اور 4 نصف سنچریوں سے بنا چکا ہے 25 کیچ تھامے 119 بہترین اسکور جبکہ اسٹرائیک ریٹ 101.57 رہا' 75 چوکے اور 68 چھکے وہ رسید کر چکا ہے۔ 1487 گیندوں میں 1341 رنز دیکر 38 وکٹیں 35.28 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 3/27 بہترین بالنگ رہی۔

20 جون 2008ء کو کائرون پولارڈ نے اپنا پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میچ آسٹریلیا کے خلاف برج ٹاؤن میں کھیلا اور بالنگ کے علاوہ جبکہ بیٹنگ نہ آ سکی۔ 26 دسمبر 2008ء کو اسے اپنا دوسرا ٹی ٹوئنٹی میچ کیویز کے خلاف آکلینڈ میں کھیلنے کا موقع ملا تو دو اوور میں 25 رنز کے عوض ایک وکٹ سمیٹنے کے بعد چار گیندوں میں 7 رنز ایک چھکے سے باری بھی کھیلی اگلے میچ میں جو کہ ہملٹن میں کھیلا گیا چار اوور میں 29 رنز کے عوض 2 وکٹیں سمیٹنے کے بعد 24 گیندوں میں چار چوکوں اور دو چھکوں سے 38 رنز بھی بنائے۔ مارچ 2009ء میں انگلینڈ کے خلاف پورٹ آف اسپین میں اسے 3 ماہ بعد تیسرا میچ کھیلنے کے لئے ملا تو 2 اوور میں 12 رنز دیکر کوئی وکٹ ہاتھ نہ آئی۔ جبکہ واحد گیند پر چوکے کی مدد سے چار ناٹ آؤٹ رنز بنائے۔ 6 جون 2009ء کو اوول میں آسٹریلیا کے خلاف جو کہ ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کا میچ تھا دو اوور میں 17 رنز کے عوض ایک وکٹ ملی۔ بیٹنگ نہ آئی۔ سری لنکا کے خلاف تین اوور میں 45 رنز دیئے کوئی وکٹ نہ ملی۔ 3 چوکوں سے 11 گیندوں میں 19 ناٹ آؤٹ رنز بنائے۔ لارڈز میں بھارت کے خلاف 2 اوور میں 7 رنز دیئے بیٹنگ نہیں آئی۔ جنوبی افریقہ کے خلاف 3 اوور میں 29 رنز دیکر ایک وکٹ لی اور ایک چوکے کی مدد سے 4 گیندوں پر 6 رنز بنائے۔ انگلینڈ کے خلاف ایک اوور میں 10 رنز دیئے۔ 6 گیندوں میں ایک چھکے سے 9 رنز بنائے سری لنکا کے خلاف دو اوور میں 14 رنز دینے کے بعد 10 گیندوں میں 3 رنز بنا سکے۔ فروری 2010ء میں آسٹریلیا کے خلاف ہوبارٹ اور سڈنی میں 9 گیندوں میں 12 اور اتنی ہی گیندوں میں 5 رنز کے علاوہ چار اوور میں 23 رنز کے عوض ایک اور 2 اوور میں 12 رنز دیکر کوئی وکٹ نہ لے سکے 28 فروری 2010ء کو زمبابوے کے خلاف پروویڈنس میں چار اوور میں 24 رنز دیئے۔ چار گیندوں میں ایک رن بنا سکے۔ اپریل 2010ء میں ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ میں جو کہ کیریبین میں ہوا آئرلینڈ کے خلاف 6 گیندوں میں 11 رنز بنائے بالنگ نہیں کی۔ انگلینڈ کے خلاف ایک اوور میں 16 رنز دیئے کوئی رن بنائے بغیر پہلی گیند پر اسٹمپڈ ہوئے۔ سری لنکا کے خلاف 4 اوور میں 38 رنز دیئے۔ 10 گیندوں میں 9 رنز بنائے۔ بھارت کے خلاف 11 گیندوں میں 17 رنز دو چھکوں سے بنائے' 2 اوور میں 23 رنز دیکر ایک وکٹ لی۔ آسٹریلیا کے خلاف 14 گیندوں میں 13 رنز بنائے۔ بالنگ نہیں کی۔ جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز میں جو کہ ایک ہفتے بعد تھی 4 اوور میں 22 رنز دیکر 2 وکٹیں لیں' 17 گیندوں میں 27 رنز ایک چھکے اور دو چوکوں سے بنائے۔ اگلے ہی میچ میں ایک اوور میں 14 رنز دیئے 13 گیندوں میں 12 رنز ایک چوکے سے بنائے۔ حال ہی میں آسٹریلیا کے خلاف پہلے ٹی ٹوئنٹی میں 26 گیندوں میں 5 چھکوں اور دو چوکوں سے 54 رنز ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے بنائے جو کہ پہلی نصف سنچری بھی تھی۔ ایک اوور میں 16 رنز دیئے جبکہ اگلے میچ میں 3 گیندوں میں ایک رن بنایا' ایک اوور میں 6 رنز دیئے۔

کائرون پولارڈ ایک ایسا بلے باز ہے جو کہ اپنی جارح مزاجی کے باعث تماشائیوں کا پسندیدہ کھلاڑی بن چکا ہے اور کبھی کبھار اس میں ویوین رچرڈ کے اسٹائل کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ 25 سالہ کائرون پولارڈ حالیہ دنوں میں عمدہ فارم میں دکھائی دے رہا ہے جو کہ اس کی ٹیم کے لئے بھی اہم ثابت ہو رہا ہے۔ آنے والے دنوں میں کائرون پولارڈ سے مزید اچھے کھیل کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔

زیوائرڈوہرتی محدود مواقع ملنے کے باعث اپنے اصل مقام سے دور!!

بریڈ ہوگ کی آسٹریلین کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد کینگروز الیون کو ایک ایسے اسپنر کی ضرورت تھی جو کہ بریڈ ہوگ کی جگہ ون ڈے کرکٹ میں رنز روکنے اور وکٹیں حاصل کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہو ایسے میں سلیکٹرز کی نگاہیں تسمانیہ سے کھیلنے والے کھبے اسپنر زیوائر ڈوہرتی پر جاکر ٹھہر گئیں ۔ زیوائر ڈوہرتی 07-2006ء میں اسٹیٹ پلیئر آف دی ایئر ایوارڈ کا اعزاز حاصل کرکے خود کو ملکی سطح پر نمایاں کرچکا تھا۔ جہاں اس نے 11 وکٹیں 29.72 کی اوسط سے حاصل کیں اور 2007.08ء میں بھی وہ اس ایوارڈ کا مستحق قرار پایا۔ فائنل میں 4/18 کی کارکردگی نے اس کی ٹیم تسمانیہ کو ٹورنامنٹ کا فاتح بھی بنوایا۔ اس کی اس کارکردگی نے اسے آسٹریلیا اے کی ون ڈے ٹیم کا حصہ بھی بنایا جس نے 2008ء میں بھارتی ٹور کیا۔ نومبر 2008ء میں ڈوہرتی کو پہلی مرتبہ سینئر ٹیم کا حصہ بنایا گیا جہاں نومبر میں آل اسٹار الیون کے خلاف میچ میں اسے کھیلنے کا موقع ملا اور اس کی نچلے نمبروں پر عمدہ بیٹنگ بھی اس کی انسانی صلاحیت ظاہر کرتی ہے۔ 2008ء کی چیمپئنز ٹرافی کے لئے آسٹریلیا کی 30 رکنی ٹیم کا اسے حصہ بنایا گیا جو کہ سلیکٹرز کا اس پر اعتماد کا مظہر تھا۔ 02-2001ء کے سیزن میں زیوائر ڈوہرتی کو تسمانیہ کی جانب سے پہلی مرتبہ فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلنے کا موقع ملا لیفٹ آرم آرتھوڈکس اسپنر سے ابھی بڑی امیدیں وابستہ ہیں اور وہ ٹیم میں مستقل جگہ بنانے میں

تاحال ناکام ہے اس کی بدقسمتی یہ رہی کہ 08-2007ء کے سیزن میں جبکہ وہ پرفارم کررہا تھا پورا کپ میں اسے آزمایا نہ گیا بلکہ جیسن کریزا کو مواقع دیئے گئے۔ 22 نومبر 1982ء کو تسمانیہ میں جنم لینے والے زیوائر جان ڈوہرتی کو ایکس کے نام سے ساتھی کھلاڑی پکارتے ہیں۔ 02-2011ء میں فرسٹ کلاس کیریئر کا آغاز کرنے والے زیوائر ڈوہرتی کو 9 سال بعد 3 نومبر 2010ء کو سری لنکا کے خلاف میلبورن میں پہلی مرتبہ قومی ٹیم کی نمائندگی کا موقع فراہم کیا گیا 28 سال کی عمر میں ون ڈے کیریئر کا آغاز کرنے والے زیوائر ڈوہرتی نے اس میچ میں 46 رنز کے عوض 4 وکٹیں سمیٹ کر اپنے بلند عزائم کا اظہار کیا جبکہ اگلے میچ میں 7 نومبر کو سری لنکا ہی کے خلاف وہ 17 رنز کے عوض کوئی وکٹ حاصل نہ کرسکا۔ 2 ماہ کے وقفے کے بعد اسے 16 جنوری 2011ء کو انگلش ٹیم کے خلاف میلبورن میں پھر مواقع ملا مگر وہ 40 رنز کے عوض کوئی وکٹ نہ لے سکا۔ 23 جنوری کو انگلینڈ کے خلاف سڈنی میں وہ 37 رنز کے عوض 2 وکٹیں سمیٹ کر لے گیا جبکہ 3 دن بعد ایڈیلیڈ میں انگلینڈ ہی کے خلاف وہ 44 رنز دیکر کوئی وکٹ نہ لے سکا۔ 3 ماہ بعد اسے بنگلہ دیش کے ٹور کے لئے ٹیم کا حصہ بنایا گیا اور 9 اپریل کو ڈھاکہ میں وہ 36 رنز کے عوض ایک جبکہ 11 اور 13 اپریل کو کھیلے گئے ون ڈے میچوں میں وہ 0/44 اور 0/37 کی کارکردگی دے سکا۔ 5 ماہ بعد اسے سری لنکن ٹور کے لئے ٹیم میں شامل رکھا گیا جہاں اگست میں کھیلے گئے تمام پانچ ون ڈے انٹرنیشنل میچوں میں اسے مکمل مواقع دیئے گئے۔ پالیکیلی میں 1/48 کی کارکردگی کے بعد وہ ہمبن ٹوٹا میں 1/43 اور 0/41 جبکہ کولمبو میں 4/28 کی کارکردگی کی بعد اگلے میچ میں بھی 2/54 کی کارکردگی دی۔

2 ماہ بعد اسے اسی کارکردگی کی بناء پر جنوبی افریقہ کا دورہ کرنے والی کینگروز الیون کا حصہ بنایا گیا جہاں تینوں ون ڈے انٹرنیشنل میچوں میں وہ سینچورین میں 2/33، پورٹ الزبتھ میں 1/43 اور ڈربن میں 2/33 کی اطمینان بخش کارکردگی دینے میں کامیاب رہا۔ رواں سال فروری، مارچ میں کھیلی گئی ٹرائنگولر سیریز میں اسے مکمل طور پر کینگروز الیون کی جانب سے مواقع دیئے گئے میلبورن میں عالمی چیمپئن بھارت کے خلاف 2/36 پرتھ میں سری لنکا کے خلاف 2/24، ایڈیلیڈ میں بھارت کے خلاف 2/51، سڈنی میں سری لنکا کے خلاف 0/18، برسبین میں بھارت کے خلاف 0/29، ہوبرٹ میں سری لنکا کے خلاف 1/35، سڈنی میں بھارت کے خلاف 2/26 ملبورن میں سری لنکا کے خلاف 0/48، برسبین میں سری لنکا کے خلاف 0/39، ایڈیلیڈ میں سری لنکا کے خلاف 0/55 اور ایڈیلیڈ میں ہی سری لنکا کے خلاف 0/49 کی کارکردگی اس کی طرف سے دیکھنے میں آئی۔ مارچ میں ویسٹ انڈین ٹور پر وہ کھیلے گئے پہلے میچ میں 4/49 کی کارکردگی کے بعد کنگز ٹاؤن میں ہی 1/39 اور تیسرے میچ میں 2/30 کی کارکردگی کے بعد گروس آئیلٹ میں 2/64 اور 2/60 کی کارکردگی دے سکا۔ مجموعی طور پر 32 ون ڈے انٹرنیشنل میں اس نے 31.80 کی اوسط سے 40 وکٹیں حاصل کررکھی ہیں جبکہ اکنامی ریٹ 4.66 ہے۔ 4/28 بہترین بالنگ رہی۔ 3 مرتبہ اسے میچ میں چار یا زائد وکٹیں ہاتھ آئیں۔ بیٹنگ میں 48 رنز اس کے نام کے سامنے درج ہیں۔

زیوائر ڈوہرتی کو 2010ء کے آخر میں محض 2 ٹیسٹ کھیلنے کو ملے جس کے بعد اسے طویل فارمیٹ میں آزمایا نہیں گیا۔ برسبین میں انگلینڈ کے خلاف اپنے اولین ٹیسٹ میں اسے 13.5 اوور کرانے کا موقع پہلی اننگز میں ملا جہاں 41 رنز کے عوض اس نے پال کالنگ ووڈ اور جیمز اینڈرسن کی وکٹوں کا سودا کیا جبکہ دوسری اننگز میں جہاں انگلینڈ کا محض ایک کھلاڑی 517 رنز پر آؤٹ ہوا اسے 35 اوور میں 107 رنز کے عوض کوئی وکٹ نہ مل سکی۔ 3 تا 7 دسمبر کو کھیلے گئے ایڈیلیڈ ٹیسٹ میں جو کہ انگلش ٹیم ہی کے خلاف تھا اس کے کیریئر کا اب تک آخری ٹیسٹ بھی رہا، پہلی اننگز میں انگلینڈ کے اسکور 5/620 میں اسے 27 اوورز میں 158 رنز کے عوض کیون پیٹرسن کی وکٹ ملی جو کہ 227 رنز بنا کر ان کا شکار رہے۔

میچ انگلینڈ نے اننگز اور 71 رنز سے جیتا۔ زیوائر ڈوہرتی کو اس کے بعد یکم فروری 2012ء کو ٹی ٹوئنٹی میں آزمایا گیا جہاں سڈنی میں بھارت کے خلاف وہ اوپننگ بالر کے طور پر آزمائے گئے اور چار اوور میں 23 رنز کے عوض کوئی وکٹ نہ لے سکے۔ اگلے میچ میں دو دن کے بعد جو کہ سڈنی میں تھا ڈوہرتی نے 3 اوور میں 29 رنز دیئے اور وکٹ سے محروم رہے۔ ویسٹ انڈیز کے خلاف 27 مارچ کو گروس آئیلٹ میں وہ پہلے ٹی ٹوئنٹی میچ میں 3 اوور میں 34 رنز دیکر کوئی وکٹ نہ لے سکے جبکہ 30 مارچ کو برج ٹاؤن میں کھیلے گئے میچ میں 3 اوور میں 32 رنز کے عوض پہلی وکٹ اس فارمیٹ میں ڈیوائن اسمتھ کی حاصل کی زیوائر ڈوہرتی محدود مواقع ملنے کے سبب اپنی بھرپور صلاحیتوں کے اظہار سے محروم رہا ہے لیکن امید کی جاسکتی ہے کہ اگر اسے مسلسل مواقع دیئے گئے تو وہ کینگروز الیون کے لئے عمدہ خدمات انجام دے سکتا ہے۔ (کے یو)

دانش کنیریا کے خلاف انکوائری کا فیصلہ

انگلینڈ اینڈ ویلز کرکٹ بورڈ نے پاکستانی لیگ اسپنر دانش کنیریا کے کیس کی سماعت 20 دن آگے بڑھادی، اب سماعت 21 مئی کو ہوگی۔ پاکستانی اسپنر دانش کنیریا کے وکیل فروغ نسیم کے مطابق انگلش کرکٹ بورڈ نے دانش کنیریا کے کیس کی سماعت 20 دن آگے بڑھادی، اب ای سی بی 21 مئی کو سماعت کرے گا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ انگلش کرکٹ بورڈ نے سماعت کی تاریخ آگے بڑھانے کی درخواست منظور کرتے ہوئے 27 اپریل تک سمری بھیجنے کو کہا ہے۔ بیرسٹر فروغ نسیم کا کہنا تھا کہ ای سی بی ڈسپلنری کمیشن نے دانش کنیریا سے 9 مئی تک تفصیلی جواب طلب کیا ہے، جبکہ انگلش کرکٹ بورڈ 16 مئی کو جواب سے آگاہ کرے گا۔ انگلینڈ اور ویلز کرکٹ بورڈ نے پاکستانی سپنر دانش کنیریا کے خلافا سپاٹ فکسنگ کے الزامات کی انکوائری کا فیصلہ کیا ہے۔ انگلش کرکٹ بورڈ نے دانش کنریا اور ایسکس کاونٹی کے فاسٹ بولر ویسٹ فیلڈ کو انضباطی کمیٹی کے سامنے پیش ہونے کا کہا ہے۔ ان پر الزام ہے انہوں نے دو ہزار نو میں ایک کاونٹی میچ کے دوران بورڈ کے انسداد رشوت ستانی سے متعلق حکم نامے کی خلاف ورزی کی تھی۔ ویسٹ فیلڈ نے کاونٹی میچ میں سپاٹ فکسنگ کا الزام قبول کرلیا تھا اور اس وقت جیل کاٹ رہے ہیں۔ انگلش کرکٹ بورڈ نے کوئین کونسل جیراڈ ایلیس کو انضباطی کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا ہے جو مئی کے پہلے ہفتے میں اپنا کام شروع کرے گا۔ ویسٹ فیلڈ بھی اس وقت اپنے حصے کی قید کاٹ کر جیل سے رہا ہو چکے ہوں گے۔ امید کی جارہی ہے کہ ایسکس کاونٹی کے کئی دیگر کھلاڑی بھی انضباطی کمیٹی کے سامنے پیش ہوکر دانش کنیریا کی سرگرمیوں کے حوالے سے پینل کو آگاہ کریں گے۔ دانش کنیریا کو دو ہزار نو میں ایک کاونٹی میچ میں سپاٹ فکسنگ کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا لیکن پولیس نے ناکافی ثبوت ہونے کی بنا کر انہیں رہا کردیا گیا تھا۔ گزشتہ ماہ فاسٹ بولر ویسٹ فیلڈ نے عدالت کو بتایا تھا کہ انہیں سپاٹ فکسنگ کے دھندے میں ملوث کرنےمیں دانش کنیریا کا اہم کردار ہے اور اسی نے جواریوں سے رابطے کروائے تھے۔ دانش کنیریا اپنے اوپر الزامات کی تردید کرتے رہے ہیں لیکن پاکستان کرکٹ بورڈ نے اسے ٹیم میں شامل کرنے سے انکار کردیا ہے۔ دانش کنیریا پاکستان میں فرسٹ کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ دانش کنیریا کو انکوئری کے سامنے پیش ہونے کے لیے انگلینڈ آنا پڑے گا جہاں پاکستان کے دو کھلاڑی سلمان بٹ اور محمد آصف سپاٹ فکسنگ کے جرم میں جیل کاٹ رہے ہیں۔ نوجوان فاسٹ بولر محمد عامر اپنے حصے کی سزا بھگت کر پاکستان واپس پہنچ چکے ہیں اور سابق کپتان سلمان بٹ پر الزامات کی بھونچال کررکھی ہے کہ انہیں اسپاٹ فکسنگ کے چکر میں پھنسانے والے سلمان تھے۔ پاکستان کے سابق سپن بالر دانش کنیریا پر انگلینڈ کی کانٹی کرکٹ میں سپاٹ فکسنگ میں ملوث ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ انہیں اس مقدمے میں حراست میں لیا گیا تھا لیکن ان پر فرد جرم عائد نہیں کی گئی۔ لندن میں اولڈ بیلی کی عدالت میں ایک مقدمے کی سماعت دوران عدالت کو بتایا گیا کہ دانش کنیریا نے ایسکس کے ایک کھلاڑی کو سپاٹ فکسنگ پر آمادہ کرنے میں کردار ادا کیا۔ سپاٹ فکسنگ کا یہ مبینہ واقعہ ستمبر دو ہزار نو میں ڈرہم اور ایسکس کے درمیان میں پیش آیا۔ مقدمے کے ایک کردار ایسکس کے فاسٹ بالر مرون ویسٹ فیلڈ نے ہدایات کے مطابق بالنگ کروانے کے عوض چھ ہزار پاؤنڈ وصول کرنے کا اعتراف کیا الزام کے مطابق یہ سودا ایسکس کے ہی دانش کنیریا کے ذریعے کروایا گیا۔ استغاثہ تفصیلات کے مطابق یہ بات اس وقت سامنے آئی جب ایسکس کے ہی ایک اور کھلاڑی ٹونی پلادینو ویسٹ فیلڈ کے فلیٹ پر گئے جہاں فاسٹ بالر نے انہیں پیسے دکھائے۔ عدالت کو بتایا گیا کہ دانش کنیریا کو، جنہوں نے سن دو ہزار پانچ میں ایسکس کی ٹیم میں شمولیت اختیار کی تھی، دو ہزار آٹھ میں آئی سی سی نے متنبہ کیا تھا کہ وہ انتہائی نامناسب صحبت میں وقت گزار رہے ہیں۔ سرکاری وکیل نے عدالت کو بتایا کہ سن دو ہزار نو میں مرون ویسٹفیلڈ کو ایسکس کی ٹیم میں جگہ بنانے میں مشکل پیش آرہی تھی اور ان کو ایسے کام پر آمادہ کرنا آسان تھا۔ وکیل نے کہا کہ دانش کنیریا ویسٹفیلڈ کو دیگر لوگوں کے ساتھ کھانے پر لے کر گئے اور ان پر دباڈالا کہ وہ سپاٹ فکسنگ میں شامل ہو جائیں اور اس طرح وہ زیادہ تیزی سے پیسے کما سکتے ہیں۔ وکیل کے مطابق میچ سے ایک روز پہلے اکیس سالہ ویسٹفیلڈ کو بتایا گیا تھا کہ بہت سے لوگوں نے اس میچ پر شرط لگائی ہے اور اگر انہوں نے تعاون نہ کیا تو ان لوگوں کو نقصان ہوگا۔ عدالت کو بتایا گیا کہ ایسکس کی ٹیم کے دیگر کھلاڑیوں نہ بھی دانش کنیریا کے منہ سے سپاٹ فکسنگ کا لفظ سنا تھا لیکن انہوں نے اس کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ وردن چوپڑا نے بتایا کہ دانش کنیریا نے ایک بار فون پر انہیں کہا تھا کہ پیسے کمانے کے اور بھی ذرائع ہیں اور اس کے لیے میچ بھی نہیں ہارنا پڑتا! ایسکس کانٹی کے ایک سابق کھلاڑی مرون ویسٹ فیلڈ نے عدالت کے سامنے تسلیم کیا کہ انہوں نیا یک کانٹی میچ میں سپاٹ فکسنگ کی تھی۔ تیئس سالہ میرون ویسٹ فیلڈ نے عدالت کے سامنے تسلیم کیا کہ انہوں نے پانچ ستمبر 2009ء میں ڈرہم کانٹی کے خلاف ایک میچ میں بدعنوانی کی رقم کے عوض پہلا اوور ایسا کروایا تا کہ حریف کانٹی کے کھلاڑی مخصوص تعداد میں رنز بناسکیں۔ ویسٹ فیلڈ نے عدالت کو بتایا کہ یہ سب کچھ انہوں نے رقم کی وصولی کیلئے کیا تھا۔ اولڈ بیلی کی عدالت نے ویسٹ فیلڈ کو خبردار کیا کہ انہیں قید کی سزا سنائی جاسکتی ہے۔ عدالت نے ویسٹ فیلڈ کو غیر مشروط ضمانت پر رہا کردیا۔ بعدازاں لندن کی ایک عدالت نے مرون ویسٹ فیلڈ کو کانٹی میچ کے دوران سپاٹ فکسنگ کے الزام میں مجرم قرار دیتے ہوئے انہیں چار ماہ کے لیے جیل بھیج دیا تھا۔ مرون فیلڈ کے وکلا نے عدالت کو بتایا تھا کہ ان کیموکل کو پاکستانی کھلاڑی دانش کنیریا نے سپاٹ فکسنگ کی طرف راغب کیا تھا اور وہ ہی جواریوں اور ان کے درمیان رابطہ کار تھے۔ دانش کنیریا نے کہا تھا کہ مرون ویسٹ فیلڈ نے عدالت سے سزا کم کرانے کے لیے ان کا نام استعمال کیا۔ دانش کنیریا نے کہا کہ مرون ویسٹ فیلڈ نے عدالت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ وہ انتہائی معصوم اور بھولا بھالا شخص ہے جسے کسی اور شخص نے سپاٹ فکسنگ کے دھندے میں ملوث کردیا ہے۔ کنیریا نے کہا: مرون ویسٹ فیلڈ ایک سزا یافتہ دھوکے باز اور جھوٹا شخص ہے۔ دانش کنیریا نے کہا کہ ان پر سپاٹ فکسنگ کا الزام سراسر جھوٹ ہے اور ایسکس پولیس، انگلینڈ اینڈ ویلز کرکٹ بورڈ اور انٹرنیشنل کرکٹ بورڈ انہیں سپاٹ فکسنگ میں ملوث نہ ہونے کے سرٹیفکیٹ جاری کرچکا ہے۔ دانش کنیریا کیخلاف سپاٹ فکسنگ کے الزامات سامنے آنے کے بعد پاکستان کرکٹ بورڈ نے بھی انہیں معطل کردیا تھا۔ دانش کنیریا کرکٹ بورڈ کی معطلی کو ختم کرانے کی کئی بار کوشش کرچکے ہیں اور وہ کئی بار کرکٹ بورڈ کی انٹیگرٹی کمیٹی کے سامنے بھی پیش ہوچکے ہیں۔ انہوں نے سندھ ہائی کورٹ سے بھی رجوع کیا لیکن اپنی معطلی کو ختم نہیں کرسکے۔ ادھر پاکستان کرکٹ بورڈ نے کہا ہے کہ اگر انگلینڈ کرکٹ بورڈ نے دانش کنیریا کے معاملے کی انکوائری کرنی چاہی تو پاکستان کرکٹ بورڈ اس کے ساتھ مکمل تعاون کرے گا۔ یہ انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے اور پاکستان کرکٹ بورڈ مرون ویسٹ فیلڈ کے مقدمیمیں پیش کی جانے والی شہادتوں کا جائزہ لے گا۔ پی سی بی اہلکار نے کہا کہ پاکستان میں خراب شہرت رکھنے والے کھلاڑیوں کے خلاف عدم برداشت کی پالیسی اپنا رکھی ہے اور کسی بھی ایسے کھلاڑی کو ٹیم میں شامل نہیں کیا جائے گا جس کی شہرت مشکوک ہو۔ دانش کنیریا ہندو مذہب سے تعلق رکھنے دوسرے کھلاڑی ہیں جنہوں نے پاکستان کی نمائندگی کی۔ وہ ٹیسٹ کرکٹ میں پاکستان کی طرف سے سب سے زیادہ وکٹیں لینے والے سپن بولر ہیں۔ اس سے قبل ان کے کزن انیل دلپت بھی بطور وکٹ کیپر پاکستان کی نمائندگی کرچکے ہیں۔ بظاہر ایسا دکھائی دیتا ہے کہ انگریزوں نے ایک اور پاکستانی کھلاڑی کو اپنے شکنجے میں جکڑنے کی تیاری کرلی ہے اور کرکٹ بہرڈ نے اس زمن میں کوئی اقدام نہ کیا تو مزید نجانے کتنے کھلاڑیوں کو انگلش میڈیا اسی طرح اپنا نشانہ بناتا رہے گا۔

محمد یوسف کو کھلانا عقلمندی کا سودا ہوگا؟؟

پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان محمد یوسف کے دل میں ایک بار پھر پاکستان کرکٹ ٹیم کی نمائندگی کرنے کی امنگ جاگ اٹھی ہے، محمد یوسف کا نیشنل کرکٹ اکیڈمی لاہور میں ٹریننگ کرنا سب کیلئے حیران کن رہا۔ انہوں نے کپتان مصباح الحق کے ساتھ نیٹ پر بیٹنگ پریکٹس اور کوچ ڈیو واٹمور کے ساتھ ہیلو ہائے بھی کی۔ محمد یوسف کا کہنا ہے کہ انہوں نے کرکٹ سے ناطہ نہیں توڑا، ڈھاکا میں لیگ کھیلی، لیسٹرشائر کے ساتھ معاہدہ ختم ہوگیا لیکن وہ پرامید ہیں کہ انگلش لیگ کھیلیں گے۔ اسٹار کرکٹر محمد یوسف نے کہا کہ وہ اب بھی پاکستان ٹیم کی جانب سے کھیل سکتے ہیں۔ دوسری جانب پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان مصباح الحق کا کہنا ہے کہ سلیکشن کا معیار عمر نہیں فٹنس اور کارکردگی ہونا چاہئے قومی سلیکشن کمیٹی کے سربراہ اقبال قاسم کا کہنا ہے کہ محمد یوسف کا پریکٹس کرنا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن سلیکٹر پاکستان ٹیم کا انتخاب کھلاڑیوں کی فٹنس اور ڈومیسٹک کرکٹ میں کارکردگی کی بنیاد پر کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ محمد یوسف کی پاکستان کے لئے خدمات سے کسی کو انکار نہیں ہے لیکن پاکستان ٹیم میں جگہ بنانے کے لئے یوسف کو قومی سیزن میں اچھی کارکردگی دکھانا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ورلڈ ٹی ٹوئنٹی ٹورنامنٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے سلیکشن کمیٹی، کوچ واٹ مور کیساتھ مل کر حکمت عملی بنا رہی ہے۔ واٹ مور کو ہر نوجوان کھلاڑی کی کارکردگی سے آگاہ کیا ہے۔ ڈومیسٹک کرکٹ میں اچھی کارکردگی دکھانے والے 30، 35 کھلاڑیوں کا پول تیار کر رہے ہیں ان کھلاڑیوں کو ٹیم کی ضرورت کے مطابق موقع دیں گے۔ محترم اقبال قاسم صاحب، جب بھی پاکستان کرکٹ میں بائیں ہاتھ سے اسپن بولنگ کرنے والوں کی بات ہوگی آپ کا نام سرفہرست ہوگا۔ اس سے بھی اہم بات یہ کہ فرسٹ کلاس کرکٹ میں حاصل کی گئیں 999 وکٹیں آپ کی قابلیت کا ایک بڑا ثبوت ہیں۔ آج کے نوجوان آپ کو بحیثیت چیف سلیکٹر تو خوب جانتے ہیں، لیکن شاید وہ آپ کے بحیثیت کرکٹر کیریئر میں ایک افسوس ناک پہلو سے واقف نہ ہوں۔ 50 ٹیسٹ میچوں میں 171 وکٹیں حاصل کرنے والے اقبال قاسم کو 1987 کے یادگار بنگلور ٹیسٹ میں 9 وکٹ کی پرفارمنس دکھانے کے باوجود جس طرح دورہ انگلینڈ سے نظرانداز کردیا گیا شاید وہ آپ کو آج بھی تلخ یادوں کے حوالے سے یاد ہو۔ اپنے 13 سالہ کیریئر میں آپ نے تو بہت نشیب وفراز دیکھے لیکن اب آج کے کرکٹرز کا مستقبل آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کی طبعیت میں تیزی وطراری نام کی کوئی شے نہیں، دھیما انداز گفتگو اور لوگوں کے لئے دل میں درد۔ سب کو علم ہے کہ آپ اپنے دل کو بھی زخمی کر چکے ہیں لیکن ابھی ہم آپ کے قلم کی جنبش پر بات کریں گے، جو کسی کا کیریئر بنا سکتی ہے اور کسی کو اندھیروں میں دھکیل سکتی ہے۔ ایک شفیق باپ ہونے کے ناطے ٹھیک ہے کہ آپ کو ملک کے ہر اس کرکٹر سے لگاؤ ہے جو مستقبل میں ملک کے لئے کچھ کرسکتا ہے لیکن اس کے لئے آپ کی گہری نگاہ بہت اہمیت کی حامل ہے، ہاں ایک گزارش ہے اس بار ہمت مت ہار جایئے گا۔ یہ پہلا موقع نہیں جب آپ چیف سلیکٹر بنے ہیں، دو سال قبل بھی آپ اس عہدے پر فائز ہوئے تھے لیکن صرف چند ماہ میں استعفیٰ دے کر گھر جانے پر اس لئے مجبور ہوگئے تھے کہ آپ کی منتخب کردہ ٹیم آسٹریلیا میں بری طرح شکست کے گڑھے میں گر گئی تھی۔ اقبال صاحب، ایک روز پہلے محمد یوسف نیشنل کرکٹ اکیڈمی میں اچانک پریکٹس کے لئے پہنچ گئے۔ 90 ٹیسٹ میچوں میں 7530 اور 288 ون ڈے انٹرنیشنلز میں 9720 رنز اسکور کرنے والے یوسف کو کیا ایک بار پھر آپ منتخب کرنا چاہیں گے، جو اس سال اگست میں 38 برس کے ہوجائیں گے، جنہوں نے آخری بار پاکستان کی نمائندگی 8 نومبر 2010 کو کی۔ ٹھیک ہے یوسف نے 2006 میں 1788 رنز بنائے لیکن اس بار ان کی جانب دیکھنے سے پہلے آپ یہ ضرور دیکھ لیجئے گا کہ مصباح بھی تو مئی میں 38 برس کے ہو رہے ہیں۔ اگر برا نہ مانیں تو 9 سال میں 26 ٹیسٹ کھیلنے والے فیصل اقبال کو ضرور ایک موقع دیجئے گا، آپ سے اچھی امید اس لئے ہے کہ آخری بار بھی فیصل کو آپ نے ہی منتخب کیا تھا۔ ٹھیک ہے فیصل نے ٹیسٹ کرکٹ میں صرف ایک سنچری اور 8 نصف سنچریاں بنائیں ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس نے 14 اننگز نمبر تین اور 19 نمبر چھ پر کھیلیں ہیں، اب اظہر علی ہی کو دیکھ لیں جس نے 2 سال میں 21 ٹیسٹ کھیلے اور 39 میں سے 35 اننگز اس نے نمبر تین پر کھیلی ہیں۔ فواد عالم بھی آپ ہی کا لگایا ہوا ایک پودا ہے، جس کی ٹیسٹ کرکٹ میں 41 اور ون ڈے کرکٹ میں 37 رنز کی اوسط ہے لیکن اسے اس طرح نظرانداز کردیا گیا ہے جیسے کبھی وہ پاکستان کرکٹ میں تھا ہی نہیں، آپ کی کچھ نظر کرم کا طالب تنویر احمد بھی ہے، جسے 4 ٹیسٹ میں 16 وکٹ لینے کے جرم میں ٹیم سے باہر کردیا گیا ہے، یہ تو درست ہے کہ تنویر 33 برس کا ہوچکا لیکن اگر اعزاز چیمہ کو 32 سالہ کی عمر میں کھلایا جاسکتا ہے تو تنویر کو کیوں نہیں موقع مل سکتا، فاسٹ بولنگ اس وقت پاکستان کرکٹ ٹیم کا ایک اہم مسئلہ ہے، اگر برا نہ مانیں تو میں چاہوں گا کہ ایک بار محمد سمیع کے بارے میں بھی ضرور سوچئے گا، میں نے ساتھی صحافیوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ سمیع اس وقت پاکستان کرکٹ میں سب سے تیز بولر ہے، میں مانتا ہوں کہ سمیع نے 35 ٹیسٹ میں 84 اور 83 ون ڈے میں 118 وکٹیں لے کر کوئی کارنامہ نہیں سرانجام دیا لیکن ایک منٹ میری بات بھی سن لیں، یہ درست ہے کہ سمیع، وسیم وقار اور شعیب اختر جیسے میچ ونرز کیساتھ کھیلا لیکن اس کا اسے فائدہ نہیں الٹا نقصان ہی ہوا، کراچی ایکسپریس بہت حساس ہوگیا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر دل چھوٹا کرلیتا ہے، سلو گیند نہ کرنا اس کا ایک بڑا مسئلہ ہے، لیکن اس حوالے سے آپ اگر اپنے ساتھی سلیکٹر سلیم جعفر کو ٹاسک دے دیں تو غلط فیصلہ نہیں ہوگا، سلیم جعفر کراچی کے کوچ رہ چکے ہیں، وہ سمیع کو ایک بار پھر کارگر بنا سکتے ہیں۔ چار سال کے وقفے کے بعد پاکستان ٹیم میں واپس آنے والے بائیں ہاتھ کے اوپنر توفیق عمر ایک بڑی مثال ہے جس نے واپسی کے بعد 15 ٹیسٹ میچوں میں محمد حفیظ کے ساتھ قومی ٹیم کو 27 اننگز میں 4 سنچری اور اتنے ہی نصف سنچری اوپننگ اسٹینڈ فراہم کیے ساتھ ہی انہوں نے خود بھی چار سنچریوں کے ساتھ 1155 رنز بنا کر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے، محترم چیف سلیکٹر اس بات میں کوئی انکار نہیں کہ پاکستان کرکٹ میں سلیکشن کٹھن اور دشوار کام ہے، لیکن آپ ہمت کریں راستے خود بن جائیں گے، کئی باصلاحیت کرکٹرز آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، حماد اعظم، سہیل تنویر، عمر امین (راولپنڈی)، انور علی، خالد لطیف، خرم منظور، شاہ زیب حسن (کراچی)، حارث سہیل، شکیل انصر، ایوب ڈوگر، رضا حسن (سیالکوٹ)، احمد شہزاد (لاہور) یہ وہ کرکٹرز ہیں جنہیں پاکستان کرکٹ میں ابھی کچھ کرنا ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ جیسا شفیق انسان اور کرکٹ کو سمجھنے والا شخص ان کو درست اور مناسب موقع دے۔ پاکستان کرکٹ کو ویسے ہی مسائل کا سامنا ہے لیکن ایک بات ضرور ہے کہ ہمارے پاس کھلاڑیوں کا ایک اچھا پیکج موجود ہے، جنہیں ہم ٹیسٹ، ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے استعمال کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری ٹیم ایک بار پھر بلندیوں کو چھونے لگے۔ اقبال قاسم صاحب کہتے ہیں نیت صاف ہو تو منزل دور نہیں ہوتی شاید اسی لئے آپ کی منتخب ٹیم نے قوم کو ایشیا کپ کا تحفہ دیا، اب نظریں ٹی ٹوئنٹی چیمپئن شپ پر ہیں، ہمارے پاس موجودہ ٹیم میں ایسے چند ہی کرکٹرز ہیں جو تینوں طرز کی کرکٹ کھیل سکتے ہیں، ان میں محمد حفیظ، سعید اجمل، عبدالرحمٰن، عمر گل، اسد شفیق اور عمر اکمل نمایاں ہیں۔ اس تناظر میں تو سیانے کہتے ہیں آپ کا کام مشکل بھی ہے اور آسان بھی!

شعیب ملک کی سیالکوٹ کیلئے لافانی کارکردگی اور ثانیہ مرزا کی حمایت؟

پاکستان اور بھارت دو ایسے ممالک ہیں جہاں کرکٹ میدان سے زیادہ ''زبان'' سے کھیلی جاتی ہے' بھارت میں گویا ''رائی کو پہاڑ'' بنانے کی روایت برسہا برس سے چلی آ رہی ہے جہاں بھارتی ٹیم خواہ مسلسل شکستوں کے گڑھے میں پڑی سسک رہی ہو مگر انفرادی کارناموں کے ڈھول پیٹنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ حال ہی میں ٹنڈولکر کی سوویں سنچری اس کی سب سے بڑی مثال تھی جس کی ''ڈھم ڈھم'' ابھی تک فضا میں گونج رہی ہے حالانکہ دو مسلسل بڑے ٹورنامنٹوں میں بھارتی ٹیم کی کارکردگی سب کے سامنے ہے۔ ڈھول پیٹنے کی یہ عظیم سہولت خوش نصیبی سے ہمارے ملک کے ''منی آل راؤنڈر'' شعیب ملک کو اس طرح حاصل ہوگئی کہ ان کی اہلیہ ثانیہ مرزا نے اب یہی فرض سنبھال لیا ہے۔ سیالکوٹ اسٹالینز کی کامیابی میں شعیب ملک کی کارکردگی کا ایک اہم کردار رہا مگر یہ کہنا سراسر غلط بیانی ہے کہ انہوں نے اپنی ''لازوال'' کارکردگی سے ناقدین کے منہ بند کردیئے ہیں۔

سیالکوٹ اسٹالینز کی کامیابی کے ساتھ ہی بھارتی ٹینس کی ''ملکہ'' نے اپنے ٹوئیٹر پیغام میں لکھا کہ ''وہ مخالفین کی تنقید پر ہنسیں یا ان کی کم علمی پر قہقہے لگائیں کہ سیالکوٹ نے سات ٹائٹل کی کامیابیوں میں سے چھ شعیب کی قیادت میں حاصل کی ہیں۔'' ان کا کہنا ہے کہ قومی ٹی 20 کرکٹ ٹورنامنٹ میں 42 میں سے 37 کامیابیاں شعیب ملک کی شاندار کارکردگی کا منہ بولتا ثبوت ہیں' جنہوں نے عمدہ کارکردگی اور شاندار قیادت کی بدولت ناقدین کے منہ بند کردیئے ہیں۔ اگر ملک کے سرفہرست ٹورنامنٹ میں کسی کھلاڑی کی اس کارکردگی پر منہ بند ہونے کی بات ہے تو یہ محض خام خیالی اور مارو گھٹنا اور پھوٹے آنکھ سے قطعی مختلف نہیں کیونکہ شعیب ملک کی جس کارکردگی پر تعریف کے ڈھول پیٹے جارہے ہیں اس پر تو کسی نے کبھی شک ہی نہیں کیا اور نہ ہی تنقید کی زحمت کی کیونکہ اس سطح تک تو شعیب ملک ہمیشہ ہی لاجواب کھلاڑی رہے ہیں اور ان پر تنقید کا سرے سے جواز ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ البتہ ان کا وہ ''کارکردگی'' ہدف تنقید بنتی رہی ہے جو انہوں نے قومی ٹیم کے لئے کھیلتے ہوئے دکھائی ہے اور وہ متواتر مواقع کے باوجود اوسط سے بھی کمتر رہے کی کارکردگی کے تسلسل کے باعث اپنی جگہ سے محروم ہوئے ہیں۔

ہنسی تو ہمیں اس بات پر آ رہی ہے کہ سر درد کی شکایت پر پیٹ کے درد کا علاج ہونے پر خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ قہقہے لگانے کی بات تو یہ بھی ہے کہ ثانیہ مرزا کو یہ اعداد و شمار کس طرح ازبر ہوگئے ہیں جن کا خود اس ٹوئیٹر پیغام سے پہلے شعیب ملک کو بھی علم نہیں تھا۔ اتنا علم تو شاید ثانیہ مرزا کو اپنی ذاتی کارکردگی کے بارے میں بھی نہ ہو کہ وہ ٹینس کے کورٹ میں آج تک مختلف ایونٹس میں کیا کچھ کر چکی ہیں؟ بھارت میں تو یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کسی گرینڈ سلم ٹورنامنٹ میں ثانیہ کی پہلے راؤنڈ میں ناکامی کو چھوڑ کر کسی قومی مقابلے میں کامیابی پر خوشی کے شادیانے بجائے جارہے ہیں مگر دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ ٹیسٹ کرکٹ کا ناکام کھلاڑی ون ڈے اور ٹی 20 میں کوئی بھی کارنامہ دکھا کر ٹیسٹ سطح پر ''ناکام'' ہی سمجھا جاتا ہے اور ڈومیسٹک کرکٹ کے ہیروز بین الاقوامی کرکٹ میں کچھ نہ کرسکیں تو انہیں ''گھر کا شیر'' ہی کہا جاتا ہے۔ اگر کارکردگی کا یہ الٹ پھیر تسلیم شدہ ہوتا تو ڈومیسٹک کرکٹ میں رنز کے انبار لگانے والے شفیق احمد پاپا' آغا زاہد' ارشد پرویز اور رضوان الزماں بھی تنقید کرنے والوں کا منہ بارہا بند کرچکے ہوتے بلکہ ان پر تنقید کرنے والوں کے لبوں پر ہمیشہ کے لئے ''ایلفی'' لگ جاتی مگر ایسا نہ ہوسکا اور ڈومیسٹک کرکٹ کے نامور بین الاقوامی سطح پر ''ناکام'' ہی رہے اور ان پر تنقید کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوسکا کیونکہ ان کی کارکردگی بین الاقوامی سطح پر نہ جھلک سکی۔ کیا کسی کو ساجد علی اور غلام علی کے علاوہ عامر حنیف اور سعید آزاد یاد نہیں' کیا محمد رمضان اور اعجاز احمد جونیئر کی کارکردگی ڈومیسٹک کرکٹ میں کچھ کم مثالی تھی' مگر افسوس کہ ان میں سے ایک بھی انٹرنیشنل لیول پر اپنی اہلیت ثابت نہ کرسکا جس پر کوئی فخر کرسکتا۔

شعیب ملک کا اصل مسئلہ ہی یہی ہے کہ وہ ہر بار ڈومیسٹک کرکٹ کی کارکردگی اور کچھ خفیہ طاقتوں کے بل پر ٹیم میں تو واپس آجاتے ہیں مگر اپنی مقامی کرکٹ کی لافانی کارکردگی کا عکس بھی بین الاقوامی کرکٹ میں پیش نہیں کرپاتے۔ سیالکوٹ کی حالیہ کامیابی اور شعیب ملک کی عمدہ کارکردگی کے بعد ایک مرتبہ پھر انہیں ٹیم میں واپسی کے اشارے ملنا شروع ہوگئے ہیں لیکن سلیکٹرز کو اب واضح طور پر سوچنا ہوگا کہ انہیں کب اور کیسے آزمایا جائے کہ وہ اپنا کیریئر بین الاقوامی سطح پر جاری رکھ سکیں۔ وہ صرف اپنی اہلیہ کی کرکٹ کے بارے میں معلومات اور ٹوئیٹر پیغامات کے بل پر انٹرنیشنل کرکٹ نہیں کھیل سکتے ہیں۔ ثانیہ مرزا کی ایک غلطی کو ہم یہاں ٹھیک کرتے ہوئے واضح کردیں کہ شعیب ملک نے سیالکوٹ کے لئے ٹی 20 کرکٹ کے 41 میچز کھیلے ہیں' 42 نہیں انہوں نے اگر ان میچوں میں 12 نصف سنچریاں سمیت 1414 رنز اسکور کئے ہیں تو یہ ایک شاندار کارکردگی کہی جاسکتی ہے مگر سات ٹائٹل کامیابیوں کے اس سفر کے دوران وہ بین الاقوامی سطح پر 39 میچوں میں دو نصف سنچریوں سمیت صرف 709 رنز 23.63 کی اوسط سے بناسکے ہیں حالانکہ ان کا سیالکوٹ کے لئے اوسط 61.47 ہے۔ اگر کوئی کھلاڑی قومی کرکٹ کی کارکردگی کا نصف عکس بھی بین الاقوامی سطح پر نہ دکھا سکے تو پھر اس پر کون اُنگلی نہ اُٹھائے گا؟

یہ بھی ایک دلچسپ پہلو ہی کہا جاسکتا ہے کہ شعیب ملک نے اب تک کسی بھی طرز کے 89 ٹی ٹوئنٹی میچوں میں 38.82 کی اوسط سے 2213 رنز بنائے جس میں سے 1184 رنز صرف 28 میچوں میں حیدرآباد' کراچی' لاہور اور راولپنڈی کی ٹیموں کے خلاف ہیں اور ہنسی کا مقام یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ٹیم بین الاقوامی کرکٹ میں ان کے سامنے نہیں آئی !! کرکٹ اعداد و شمار کا کھیل ہے جس میں بعض اعداد آپ کی حمایت کرتے ہیں تو بہت سارے مخالفت بھی کررہے ہوتے ہیں جن کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا میں ان گنت ایسے کھلاڑی ہیں جنہوں نے ڈومیسٹک کرکٹ میں لازوال کارنامے انجام دیئے' کپتانی کے بے مثال ریکارڈز بھی بنائے مگر اپنی قومی ٹیموں میں قدم بھی نہ رکھ سکے یا انہیں موقع ملا تو وہ ناکامی سے دوچار ہوگئے کیونکہ بین الاقوامی کرکٹ کا دباؤ کچھ اور ہی چیز ہے جس کو قابو کرنا شعیب ملک بھول گئے ہیں۔ ایک اچھے اور موثر کھلاڑی کے اس زوال میں بہت سارے اسباب واضح ہیں جن میں سے کچھ پر کھل کر بات ہوسکتی ہے اور کچھ پر قطعی نہیں لیکن مختصر بات یہ ہے کہ ''منی آل راؤنڈر'' کو بین الاقوامی سطح پر دوبارہ چمکنے کے لئے نئے سرے سے پالش کی ضرورت ہے۔ ان کی پاکستان کے لئے بہترین کارکردگی ہی ناقدین کے منہ بند کرسکتی ہے اور اس کے لئے شعیب ملک کو وہ ذہنی مضبوطی درکار ہے جو انہوں نے گزشتہ برسوں کے دوران ''دوسرے کاموں'' پر خرچ کردی ہے۔ فی الوقت وہ جس معیار کے کھلاڑی ہیں اس ''معیار'' پر شاندار کارکردگی دکھارہے ہیں اور ان کو اس پر سراہا بھی جارہا ہے۔ اس سے آگے ابھی تک سوالیہ نشان لگا ہوا ہے جو اعداد و شمار کے گورکھ دھندے اور دوسرے پر ہنسنے یا قہقہے لگانے سے نہیں کارکردگی دکھانے سے ہی ہٹ سکتا ہے اور وہ بھی بین الاقوامی سطح پر جہاں ان کے اعداد و شمار پر اکثر ناقدین اپنی ہنسی کو روک نہیں پارہے ہیں۔

MAB

ڈی آر ایس پر پورا اعتماد ہے، مستقل و یکساں بنیادوں پر استعمال کیا جانا چاہیے: علیم ڈار

ڈی آر ایس یعنی ایمپائرز کے فیصلوں پر نظر ثانی کے نظام پر کئی حلقوں بشمول کھلاڑیوں، کرکٹ بورڈز اور ایمپائرز کی جانب سے تنقید کی جاتی رہی ہے تاہم دنیائے کرکٹ کے بہترین ایمپائر کا اعزاز حاصل کرنے والے علیم ڈار اس نظام کے حامی رہے ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ پھر ڈی آر ایس پر اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ اسے مستقل اور یکساں بنیادوں پر استعمال کیا جانا چاہیے۔ ایک ایسے وقت میں جب دنیا کے سب سے مالدار ترین اور فیصلوں پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والا بھارتی بورڈ ڈی آر ایس کے سخت خلاف ہے، مسلسل تین مرتبہ دنیا کا بہترین امپائر قرار دیے جانے والے علیم ڈار کا کہنا ہے وہ نہ صرف ڈی آر ایس کے بھرپور حامی ہیں بلکہ سمجھتے ہیں کہ بسا اوقات یہ امپائروں کے لیے بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ دراصل کچھ امپائروں کے لیے اپنے فیصلوں کو واپس لینا مشکل ہوتا ہے اس لیے وہ اس نظام سے مطمئن نہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ امپائرز بھی انسان ہیں اور ان سے بھی غلطیاں ہوسکتی ہیں اس لیے ایک اچھا امپائر وہ ہے جو اپنی غلطیوں کو پس پشت ڈالے اور اگلی گیند پر توجہ مرکوز رکھے۔ لیکن چونکہ ایک غلط فیصلہ پورے میچ کی صورتحال کو تبدیل کرسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ میں ڈی آر ایس کا حامی ہوں۔

دستیاب ٹیکنالوجی کے استعمال کی بابت علیم ڈار نے کہا کہ اس کے ذریعے ڈی آر ایس میں یکسانیت لانے کی ضرورت ہے۔ حالیہ سری لنکا ۔ انگلستان سیریز میں ہاٹ اسپاٹ ٹیکنالوجی کو استعمال نہیں کیا گیا جس سے چند معاملات میں مشکلات پیدا ہوئیں۔ جبکہ ٹیکنالوجی کا یکساں استعمال کھلاڑیوں، تماشائیوں اور امپائروں سب ہی کے لیے آسانیاں پیدا کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ ڈی آر ایس یقینی بناتا ہے کہ درست فیصلے کیے جاسکیں، اس لیے ہاٹ اسپاٹ کو تمام دو طرفہ بین الاقوامی سیریز میں استعمال کرنا چاہیے، اسے آسٹریلیا و انگلستان کے درمیان ہونے والی سیریز میں استعمال کیا گیا تھا اور بلاشبہ اس نے فیصلہ سازی کے عمل میں مدد دی۔ انہوں نے کہا کہ ہاٹ اسپاٹ کے علاوہ سپر سلوموشن کیمرے بھی امپائروں کی مدد کرتے ہیں۔ اگر یہ تمام جدید طریقہ کار ہر سیریز کے لیے استعمال کیے جائیں تو یہ ڈی آر ایس کے عمل میں یکسانیت لائیں گے اور اس کے حوالے سے پیش آنے والی شکایات کے خاتمے میں بھی مدد کریں گے۔ علیم ڈار نے ڈی آر ایس ٹیکنالوجی کے امپائروں پر اضافی دباؤ کو رد کرتے ہوئے کہا کہ ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے، میں ایک انسان ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ میں غلطیاں کروں گا، یہی وجہ ہے کہ میں ڈی آر ایس کا شدت سے حامی ہوں اور اسے فیلڈ امپائر کے کاموں میں مداخلت یا ان کی کارکردگی کو متاثر کرنے والا عنصر نہیں سمجھتا۔ حتیٰ کہ کھیل میں بہترین امپائرز بھی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں اور اگر ٹیکنالوجی اس غلطی کو نمایاں کرتی ہے اور انہیں درست فیصلہ کرنے میں مدد دیتی ہے تو یہ مجموعی طور پر کھیل کے لیے اچھا ہے۔ عالمی کپ 2011ء میں پہلی مرتبہ امپائرز کے فیصلوں پر نظر ثانی کا نظام "امپائرز ڈیسیون ریویو سسٹم (UDRS)" متعارف کروایا گیا۔ جس کا مقصد امپائرز کے غلط فیصلوں سے میچ کے نتائج پر پڑنے والے اثر کو کم کرنا اور آن فیلڈ امپائرز کو فیصلوں میں بہتری کے لیے ٹیکنالوجی کے استعمال کی اجازت دینا تھا۔ یہ نظام کچھ ہی عرصے میں کرکٹرز اور شائقین کی بڑی تعداد کے دل موہ چکا ہے۔ الٹرا سلوموشن کیمرے، ہاٹ اسپاٹ، اسنکو، ہاک آئی اور دیگر جدید ترین ٹیکنالوجیز کی مدد سے امپائرز کے لیے درست ترین فیصلہ کرنا بہت آسان بنا دیا گیا ہے۔ گوکہ اس نظام کا مقصد میچز کے دوران فیلڈ امپائر کے فیصلے سے پیدا ہونے والے تنازعات کو کم سے کم کرنا تھا لیکن عالمی کپ کے دوران دیکھا گیا کہ کئی مواقع پر یہ نظام تنازع کا باعث بھی بنا۔ اس کی ایک وجہ کھلاڑی کی اس کے قوانین سے عدم واقفیت ہے۔ پہلی مرتبہ اس نظام سے متعلق تنازع اس وقت سامنے آیا جب بھارت اور انگلستان کے درمیان میچ میں ایک اہم موقع پر انگلش بلے باز این بیل کو ایل بی ڈبلیو نہیں دیا گیا حالانکہ ہاک آئی سے واضح نظر آ رہا تھا کہ گیند وکٹوں سے لگ رہی ہے۔ امپائرز کے فیصلے کا سبب وہ فاصلہ تھا جو گیند کے پیڈ پر لگنے کے مقام اور وکٹوں کے درمیان تھا یعنی 25 میٹر سے زیادہ فاصلہ۔ بین الاقوامی کرکٹ کے قانون کے تحت اگر گیند کے جسم سے ٹکرانے کا مقام وکٹوں سے 25 میٹر سے زیادہ ہو تو وہی فیصلہ مانا جائے گا جو آن فیلڈ امپائر نے دیا ہے۔ کیونکہ امپائر نے این بیل کو ناٹ آؤٹ قرار دیا تھا اس لیے ان کے فیصلے کو برقرار رکھا گیا جس پر بھارتی ٹیم کے کھلاڑیوں نے اس قانون کو آڑے ہاتھوں لیا۔ ابھی اس تنازع کی گرد ہی نہ بیٹھنے پائی تھی کہ پاکستان اور کینیڈا معرکہ میں اس نظام کا مثبت پہلو سامنے آیا جس نے ثابت کیا کہ امپائرز کے فیصلوں پر نظر ثانی کا نظام کی کیا اہمیت ہے؟ اس مقابلے میں پاکستان کے 184 پر آل آؤٹ ہو جانے کے بعد کینیڈا نے بیٹنگ کا آغاز کیا تو پاکستانی بالرز کو دو چیلنجز درپیش تھے ایک کینیڈا کو نسبتاً کم ہدف تک پہنچنے سے روکنا اور دوسرا

امپائرز سے اپنے حق میں فیصلے لینا۔ لیکن امپائر ڈیرل ہارپر اور نائجل لونگ سے اپنے حق میں فیصلہ نکلوانا اس دن پاکستانی بالرز کے لیے بہت مشکل رہا۔ کئی مرتبہ کھلاڑیوں کو فیلڈ امپائرز کے فیصلے کے خلاف تیسرے امپائر سے رجوع کرنا پڑا۔ اس نظام کے تحت صرف ڈیرل ہارپر کو اپنے تین فیصلے واپس لے کر پاکستان کے حق میں دینا پڑے اور پاکستان یہ مقابلہ 46 رنز سے جیت گیا۔ اس میچ نے ثابت کیا کہ یو ڈی آر ایس کیوں ضروری ہے۔ اگر اس عالمی کپ میں یہ نظام متعارف نہ کروایا جاتا تو بہت زیادہ ممکن تھا کہ اس دن میچ کا نتیجہ مختلف ہوتا اور عالمی کپ 2011ء میں ایک اور اپ سیٹ ہونے کے ساتھ اس کا مکمل نقشہ بھی آج کے مقابلے میں کافی تبدیل ہو چکا ہوتا۔ عالمی کپ کی نو آموز ٹیموں میں سے جس ٹیم نے سب سے زیادہ متاثر کن کارکردگی پیش کی وہ آئرلینڈ کی ٹیم تھی۔ جس نے انگلستان کے خلاف اپ سیٹ فتح حاصل کر کے اگلے مرحلے تک پہنچنے کے امکانات روشن کیے اور اس سلسلے میں اس کا اہم ترین میچ ویسٹ انڈیز کے خلاف تھا جس میں فتح اسے کوارٹر فائنل تک پہنچا دیتی۔ لیکن ویسٹ انڈیز کی جانب سے دیے گئے 276 کے ہدف کے تعاقب میں آئرش ٹیم کے 199 پر پانچ کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے اس موقع پر اہم ترین کردار گیری ولسن کا تھا کا ویسٹ انڈین کپتان ڈیرن سیمی کی گیند پر امپائر اشوکا ڈی سلوا نے انتہائی متنازع ایل بی ڈبلیو دیا جس پر غور کے لیے آئرش ٹیم نے تیسرے امپائر سے رجوع کیا۔ ہاک آئی میں واضح طور پر ناٹ آؤٹ ہونے کے باوجود امپائر اشوکا ڈی سلوا نے اپنا فیصلہ برقرار رکھا اور آئرلینڈ کی امیدوں کا آخری چراغ گل کر دیا۔ میچ کے بعد آئرلینڈ نے علی الاعلان اس فیصلے پر اپنی خفگی کا اظہار کیا اور جس کا نتیجہ انہیں آئی سی سی کی جانب سے تنبیہ کی صورت میں بھی بھگتنا پڑا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس فیصلے نے میچ اور ٹورنامنٹ کے نتیجے پر بہت زیادہ اثرات چھوڑے۔ بعد ازاں پاکستان اور بھارت کے مابین کھیلے جانے والے سیمی فائنل میں بھی اس جدید نظام کے کئی کمزور پہلو سامنے آئے۔ بھارتی اننگ کے گیارہویں اوور میں سعید اجمل نے سچن ٹنڈولکر کو وکٹوں کے سامنے دھر لیا لیکن ٹنڈولکر کے ریویو کی درخواست پر جب ہاک آئی سے دیکھا گیا تو نظر آیا کہ بال وکٹوں کو نہیں چھو رہی جس پر تیسرے امپائر نے فیلڈ امپائر ایان گولڈ کے فیصلے کو تبدیل کرتے ہوئے ٹنڈولکر کو نئی زندگی فراہم کی۔ سعید اجمل نے تیسرے امپائر کے فیصلے پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہیں 110 فیصد یقین ہے کہ ٹنڈولکر ایل بی ڈبلیو ہو گئے تھے کیوں کہ انہوں نے ایک سیدھی آرم بال کرائی تھی جبکہ ہاک آئی میں وہ گیند لیگ اسپن ہوتی دکھائی گئی ہے۔ کئی حلقوں کی جانب سے بھی یہ نقطہ سامنے آیا کہ ہاک آئی بنانے کے لیے خودکار کمپیوٹرائزڈ ٹیکنالوجی استعمال کی جانی چاہیے تاکہ اسے ہاتھ سے بنایا جائے کیوں کہ اس میں غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

''اگر آپ غلط کام کرتے ہیں تو لازمی اس کی سزا بھگتنی پڑتی ہے'' محمد عامر

محمد عامر کی سزا ختم ہوئی' آئی سی سی کی جانب سے عائد کردہ پابندی اب بھی برقرار ہے جو پانچ سال تک جاری رہ سکتی ہے۔ اس بارے میں عوامی سطح پر متضاد آراء پائی جاتی ہیں کہ نوجوان فاسٹ بالر کو معافی دے کر دوبارہ کرکٹ کھیلنے کی اجازت دے دی جائے یا پھر اسے اپنے جرم کی سزا بھگتنے دی جائے۔ پی سی بی کے حکام بھی اس کے مقام کی بحالی کے لئے اپنی سی کوششیں کر رہے ہیں جنہوں نے گزشتہ دنوں محمد عامر کو یہ مشورہ دیا کہ وہ آئی سی سی سے سزا میں کمی کی درخواست کرے مگر پاکستان کے ایک سابق فاسٹ بالر اور مبصر سکندر بخت اس خیال کے شدت سے مخالف ہیں کہ فاسٹ بالر کی سزا میں تخفیف کر کے اسے دوبارہ کرکٹ کھیلنے کا موقع دیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ 19 سالہ کھلاڑی کو آنے والے پلیئرز کے لئے ایک ایسی مثال بنا دینا چاہئے کہ وہ اس طرح کی حرکات میں ملوث ہونے تصور بھی نہ کر سکیں۔ انہیں اچھی طرح علم ہو کہ اگر وہ کوئی غلط کام کریں گے تو انہیں اس کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔

محمد عامر نے برطانوی جیل سے رہائی کے بعد سابق برطانوی بیٹسمین مائیک ایتھرٹن کو ''اسکائی ٹی وی'' کے لئے ایک خصوصی انٹرویو دیا جس میں اس نے اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتے ہوئے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اسے ''نوبالز'' کرنے کے لئے اس وقت کے کپتان سلمان بٹ نے اُکسایا تھا۔ سکندر بخت نے اس نکتے کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ''محمد عامر خود کو جتنا بے قصور ثابت کر رہا ہے اتنا ہے نہیں اور سلمان بٹ واحد شخص نہیں ہے جسے محمد عامر کے معاملے میں ملوث قرار دیا جا سکتا ہے'' آئی سی سی کے چیف ہارون لورگاٹ بھی ایک انٹرویو کے دوران یہ تجویز دے چکے ہیں کہ عامر کو پابندی میں کمی کے بجائے اپنے مقام کی بحالی اور شخصیت میں تبدیلی پر زیادہ توجہ دینا چاہئے۔ سکندر بخت کا کہنا تھا کہ ''وہ نہیں سمجھتے کہ محمد عامر کی سزا میں کمی کرنا چاہئے کیونکہ وہ تمام کھلاڑیوں خاص کر نوجوان نسل کے لئے ایک مثال بن سکتا ہے۔'' سابق فاسٹ بالر کا کہنا ہے کہ ''اگر اس پر عائد پابندی میں کمی کی گئی تو پھر عام لوگ ہی نہیں آنے والے کھلاڑی اور سپر اسٹارز بھی یہی سوچیں گے کہ بے ایمانی کر کے بچ نکلنا انتہائی آسان ہے لہٰذا میرا یہ خیال ہے کہ اسے آنے والی نسلوں کے لئے ایک مثال بنا دینا چاہئے۔''

سکندر بخت کا واضح الفاظ میں یہی کہنا ہے کہ ''پابندی میں کمی یا خاتمے سے کسی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آئی سی سی نے اس سے ابتداء میں یہ بات پوچھی تھی کہ اگر وہ ملوث ہے تو بتا دے اسے معاف کر دیا جائے گا مگر وہ انکار کرتا رہا۔ اب اس نے اپنا جرم قبول کر لیا اگر اس پر عائد پابندی کو ختم کیا گیا تو یہ دوسرے لوگوں کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوگی اور آئی سی سی کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا۔'' ان کا کہنا ہے کہ سلمان بٹ بھی ملوث ہے لیکن محمد عامر معصوم نہیں ہے جیسے کہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اس کے بلیک بیری موبائل فون ریکارڈ کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ وہ اس سے قبل بھی چند واقعات میں ملوث تھا۔ اس معاملے کی تحقیق کے دوران یہ پہلو بھی سامنے آیا کہ اس نے علی نام کے شخص کو اپنا بینک اکاؤنٹ نمبر دیا۔ آخر اس نے ایسا کیوں کیا؟ ایک اجنبی شخص کو اکاؤنٹ نمبر دینا بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ سلمان بٹ وہ واحد شخص ہے جو کہ محمد عامر کے ساتھ اس معاملے میں ملوث ہے۔ واضح رہے کہ سکندر بخت کے اٹھائے ہوئے نکتوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مگر محمد عامر خود کو بے قصور اور معصوم ثابت کرنے میں معروف ہے۔

19 سالہ کھلاڑی نے برطانیہ کے ینگ آفنڈر انسٹی ٹیوٹ میں چھ ماہ کی سزا کاٹنے کے بعد سابق انگلش بیٹسمین اور حالیہ مبصر مائیک ایتھرٹن کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں دعویٰ کیا ہے کہ اسے 2010ء کے اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل میں پھنسانے کے ذمہ دار سلمان بٹ اور ایجنٹ مظہر مجید ہیں جنہوں نے اسے لارڈز ٹیسٹ کے دوران جان بوجھ کر نوبالز کرنے پر اُکسایا۔ محمد عامر نے اس انٹرویو میں خود کو معصوم قرار دیتے ہوئے تمام تر الزام سلمان بٹ کے سر منڈھ دیا جس کی سلمان بٹ اور اس کے والد نے بھی کڑے لفظوں میں مذمت کی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ہم یہاں محمد عامر کا وہ انٹرویو شائع کر رہے ہیں جس کو پڑھ کر انہیں بعض باتوں کا اندازہ ہو سکے گا۔

"آپ نے جیل میں جو عرصہ گزارا وہاں آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا اور محافظوں کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا تھا؟"

ہر کوئی یہ بات جانتا ہے کہ جیل کوئی اچھی جگہ نہیں ہے کسی کے لئے بھی وہ جگہ اچھی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کوئی وہاں رہنے پر فخر کر سکتا ہے۔ میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ میرے ساتھ وہاں بہت اچھا سلوک کیا گیا۔

لارڈز ٹیسٹ میں نوبالز کرنے سے قبل سلمان بٹ نے آپ سے دو مرتبہ رابطہ کیا تو اس وقت کیا باتیں ہوئیں ؟

سلمان بٹ نے دو مرتبہ مجھے اس بارے میں کہا' ایک مرتبہ اس نے یہ بات اس طرح کہی جیسے کہ مذاق کر رہا ہو' وہ مسکرا رہا تھا اور ہنس رہا تھا لہٰذا میں نے اس کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ''نہیں بھائی'' اور ایک طرف ہو گیا۔ دوسری مرتبہ جب اس نے مجھ سے بات کی تو میں نے کہا کہ ''دیکھو بھائی یہ ٹھیک نہیں ہے'' میں نے سخت لہجے میں کہا کہ ''جانے دو' یہ حرام کام ہے اور میں یہ نہیں کروں گا۔''

سلمان بٹ نے آپ کو ایک کاروباری شخص علی سے ملوایا جو کہ اس کا دوست تھا؟ آپ نے اسے اپنا اکاؤنٹ نمبر دیا او رموبائل فون پر ٹیکسٹ پیغامات بھی ارسال کرتے رہے' آخر آپ کو یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

جب سے اس نے میرے بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات طلب کیں تو میں اس سے یہی پوچھتا رہا کہ اسے ان تفصیلات کی کیوں ضرورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بس تم مجھے دے دو' اس کی وجہ میں بعد میں بتا دوں گا کہ مجھے اس کی ضرورت کس لئے ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں ایک جگہ بیٹھا کسی کا انتظار کرتے ہوئے بور ہو رہا تھا۔ میں فکرمند تھا کہ آخر وہ شخص مجھ سے چاہتا کیا ہے۔ میں یہ بات جاننا چاہتا تھا۔ اس نے دو مرتبہ مجھ سے کہا کہ سلمان بٹ سے اس کی بات ہو چکی ہے اور پھر اس نے مجھ سے میرے بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات طلب کیں۔ میں اس وقت جن حالات سے گزر رہا تھا اگر کوئی بھی شخص ان سے دوچار ہوتا تو صاف انکار کر دیتا اور خود سے یہ سوال ضرور کرتا کہ آخر وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ یہ جاننے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے اس سے ٹیکسٹ پیغامات کا تبادلہ کیا تا کہ یہ پتہ چلا سکوں کہ وہ کس بات کا خواہشمند ہے۔

کسی بھی مرحلے پر آپ کو علی کی جانب سے کوئی رقم موصول ہوئی ؟"

نہیں...... مجھے کوئی رقم نہیں ملی۔

اوول میں آپ نے اپنی اہلیت کے مطابق بہترین کارکردگی پیش کی حالانکہ آپ کو علی او رسلمان بٹ کی جانب سے لالچ دیا جاتا رہا ہے' آپ کو آج اس بات کا پچھتاوا ہے کہ آئی سی سی یا ٹیم انتظامیہ کو اس بارے میں آگاہ کیوں نہیں کیا ؟

جی بالکل......وہ میری حماقت تھی مجھے اس بارے میں کسی کو بتانا چاہئے تھا لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اس

وقت تک مجھے اس بات کا سراغ مل سکا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت ٹاپ آف دی ورلڈ تھا اور بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ہر شخص مجھ سے ملنے اور مجھے جاننے کا خواہشمند تھا۔ ہر کوئی مجھ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ میں اپنی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں لازمی طور پر ان چیزوں کو سنجیدگی سے قابل غور سمجھتا۔ میرے ذہن میں تو ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی کہ میں ایسا کوئی کام کروں گا یا یہ میرے لئے ایک اچھی یا بُری چیز ہوگی۔ میں نے کبھی بھی ایسی کسی چیز کے بارے میں سوچا تک نہیں تھا اگر میں اس کو سنجیدگی سے دیکھتا تو پھر میں لازمی طور پر ٹیم انتظامیہ کے پاس جا کر اس بات سے آگاہ کرتا کہ یہ لوگ مجھ سے فلاں کام کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی کر رہے تھے اسے میں نے کسی بھی طرح سنجیدگی سے نہیں دیکھا اور سوچا کہ یہ سب ایک فضول بکواس ہے اور آخر کار یہی میرے زوال کا سبب بن گئی۔

مظہر مجید اور سلمان بٹ کے ساتھ کار میں ہونے والی میٹنگ کیا تھی‘ کیا 25 اگست 2010ء کو سلمان بٹ نے کسی بھی مرحلے پر نو بال کے عوض رقم دینے کی بات کی تھی ؟

اس نے کسی رقم کا تذکرہ نہیں کیا تھا اس نے مظہر محمود کا کوئی ذکر نہیں کیا وہ جو کوئی بھی تھا وہ اس کا ڈیلر تھا یا نہیں اس کا کسی بھی موقع پر اس نے تذکرہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ اس پر کتنی رقم لگا رہا ہے اور یہ شرط کتنی بڑی ہے۔ اس نے اس بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ پریکٹس کے دوران سلمان بٹ نے یہ ضرور کہا تھا کہ نو بالز کرنے کی مشق کر و اور جب موقع آئے تو کر دینا۔

نو بال کرنے سے قبل آپ کیا محسوس کر رہے تھے ؟

میں آپ کو کیا بتاؤں کہ وہ سب بڑا خوفناک تھا‘ میں اس معاملے میں ملوث ہونے پر خود کو اندر ہی اندر کوس رہا تھا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ کرکٹ کے ساتھ اچھا نہیں ہو رہا کیونکہ یہ سراسر بے ایمانی تھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ کتنا چھوٹا سا واقعہ تھا۔ جو کچھ بھی ہوا وہ کرکٹ کے لئے اچھا نہیں تھا کیونکہ وہ صرف بددیانتی تھی۔ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ سلمان بٹ نے میری اس کام میں کتنی مدد کی کیونکہ لوگ اس حوالے سے میری مدد کر رہے تھے۔ میں اس بات پر فکر مند تھا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میرے لئے مشکلات کھڑی ہوسکتی ہیں۔ میں کہنے کی کوشش یہ کر رہا ہوں کے میں اس وقت بری طرح کنفیوز تھا اور سیدھے طریقے سے سوچنے کے بجائے اُلجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

اسی روز محمد آصف نے بھی نو بال کی تھی‘ کیا آپ اس صورتحال سے واقف تھے ؟

نہیں...... میں اس بارے میں قطعی وقف نہیں تھا کہ ایسا کچھ ہو رہا ہے۔

ٹیسٹ میچ کے پہلے روز مظہر مجید آپ کے کمرے میں آیا اور آپ کو 1500 پاؤنڈز کی رقم دی‘ کمرے میں آمد کے بعد اس کا کیسا موڈ تھا ؟

وہ بہت خوش تھا‘ خوشی سے بے حال ہو رہا تھا‘ وہ اتنا ہی خوش تھا کہ جتنا میں کسی وکٹ لینے پر ہوا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ ”تم میرے چھوٹے بھائی ہو“ مگر وہ اتنا خوش نظر آ رہا تھا کہ جیسے کوئی میدان مار لیا ہو۔ اس نے کہا کہ یہ 1500 پاؤنڈز اپنے پاس رکھو۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے کس رقم کی ضرورت نہیں ہے مگر وہ اصرار کرتا رہا کہ تم رکھ لو لہٰذا میں نے وہ رقم اس سے لے لی۔ اس نے کہا کہ وہ بہت خوش ہے لہٰذا اس نے یہ رقم دی ہے جس کو خرچ کر کے میں کپڑے یا کچھ بھی خرید سکتا ہوں۔ میں نے انکار کر دیا کیونکہ میں اس کی خوشی کی وجہ جانتا تھا اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ اس روز وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا۔ کوئی بھی اتنا معصوم نہیں ہوتا کہ یہ بات ہی نہ سمجھ سکے کہ اسے یہ رقم کیوں دی گئی ہے۔ میں جانتا تھا کہ وہ بہت خوش ہے اور اسی لئے میں نے کہا کہ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں ہے اس نے فوری طور پر کہا کہ نہیں‘ نہیں تم اسے اپنے پاس رکھو‘ اس نے یہ رقم مجھے ایک لفافے میں رکھ کر دی تھی اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے اسے کھول کر بھی دیکھا ہو۔ میں نے اسے حفاظت سے رکھ دیا تھا۔ میرے پاس آٹھ ہزار پاؤنڈز پہلے سے ہی موجود تھے جو ایک کھلے ہوئے بیگ میں الگ پڑے تھے لہٰذا میں نے یہ 1500 پاؤنڈز بھی اپنے سیف میں الگ سے رکھ دیئے جن کو میں نے بعد میں چھوا تک نہیں کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ان کی وجہ سے میں نے ایک غلط کام کیا ہے۔ اسی وجہ سے مظہر مجید خوش تھا اور اسی لئے کہہ رہا تھا کہ پیسے اپنے پاس رکھو اور جا کر شاپنگ کرو۔

جب اتوار کی صبح یہ کھانی اخبارات کی زینت بنی تو اس صبح ڈریسنگ روم کا کیا ماحول تھا ؟

ہر شخص بے چین اور مضطرب تھا کیونکہ یہ کرکٹ کے لئے ایک شاکنگ ڈے تھا۔ یہ پاکستان کرکٹ کی ساکھ کے لئے ایک نقصان دہ بات تھی‘ سارا میڈیا اسپاٹ فکسنگ‘ اسپاٹ فکسنگ کا شور مچا رہا تھا‘ ہمارے نام ہر جگہ بری طرح لیا جا رہا تھا‘ ایک بدنامی صرف کھلاڑیوں کے لئے ہی نہیں پورے ملک کے لئے کلنک کا ٹیکہ بن چکی تھی۔ جس طرح کا ہمارے یہاں ماحول ہے اس میں تو یہ سب بڑا دردناک تھا کیونکہ پاکستان کا نام بدعنوانی کی کیچڑ میں گھسیٹا جا رہا تھا۔ ہر شخص ان حالات پر پریشانی محسوس کر رہا تھا اور ہر ایک کو فکر لاحق تھی کہ اب نہ جانے کیا ہوگا۔ یہاں تک کہ ٹیم میں مالش کرنے والا بھی فکر مندی کا شکار ہو گیا تھا۔ ایک دن میں ”ٹاپ آف دی ورلڈ“ تھا اور اگلے ہی روز نیچے گر پڑا تھا۔ بالکل ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے مجھے گولی مار دی ہو اور میں زندہ نہیں بچ سکا ہوں۔ میں مردہ ہو چکا تھا۔ میں خود کو اس وقت بالکل ایسا ہی محسوس کر رہا تھا۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے کیا آس پر جیل جانے کے مستحق تھے ؟

میں بھلا اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میں اس سزا کا مستحق نہیں تھا؟ ہاں ...... آپ اگر کوئی غلط کام کرتے ہیں تو پھر آپ کو لازمی طور پر اس کی سزا بھی بھگتنا پڑتی ہے۔ جب بھی کئی کوئی غلط کام ہوگا تو اس کا نقصان تو اٹھانا ہی پڑے گا اور یہ سب ویسا ہی ہوا ہے۔

محمد عامر کا یہ انٹرویو اس بات کی نشاندہی کرنے کے لئے کافی ہے کہ اس سے غلطی سرزد ہوئی اور وہ اچھی طرح واقف تھا کہ یہ کام درست نہیں ہے جسے صاف طور پر بے ایمانی کہا جا سکتا ہے اور جب اس نے یہ مان ہی لیا ہے کہ وہ اس میں ملوث ہوا تو پھر سزا میں کمی اور دوبارہ کرکٹ کھیلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اس وقت جب اس کی پانچ سالہ سزا کی مدت بھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ میرے اپنے گھر کے بچے مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ”کیا محمد عامر اب کرکٹ میں واپس آ جائے گا ؟“ تو میرے پاس درحقیقت اس بات کا کوئی حتمی جواب نہیں ہوتا کیونکہ میرا دل‘ دماغ اس بارے میں کچھ اور رائے رکھتا ہے لیکن زمینی حقائق کچھ اور ہیں اور بے ایمانی یا بدعنوانی کے خلاف جنگ کے دعوے کرنے والے بھی نوجوان فاسٹ بالر کے لئے دل میں نہ جانے کیوں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ وہ اس کے مقام کی بحالی کی بھی کوشش کرتے ہوئے مسلسل آئی سی سی کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ اس کی سزا میں کمی کر کے اسے کھیل میں واپسی کی راہداری فراہم کر دی جائے۔ حالانکہ یہ کسی طرح بھی ایک اچھا اور مثالی اقدام نہیں ہوگا‘ جس سے نوجوان نسل کو بھی پیغام جائے گا کہ ”پاکستان میں کچھ بھی کر کے سزا سے بچا جا سکتا ہے۔“
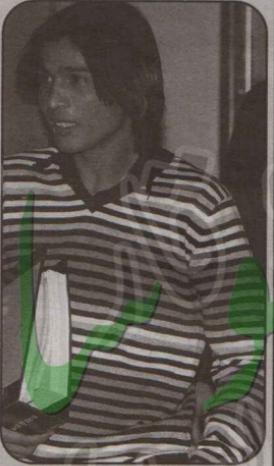
اگر ہم جزا اور سزا کے درمیان فرق کو ختم کر دیں گے‘ قصوروار اپنے کیے کی سزا نہیں بھگتے گا تو دوسروں کے لئے ایک اچھی مثال کیسے قائم ہو سکے گی۔ آج ایک کھلاڑی عبرت کا نشان بن کر ہی آنے والے برسوں کے لئے رکاوٹ بن سکتا ہے جسے دیکھ کر لوگ اس طرح کے غلط کاموں کے بارے میں سوچ بھی نہ سکیں۔ ماضی میں بھی ایسا ہی ہوتا آیا اور سلیم ملک یا عطا الرحمٰن کو پابندی کے شکنجے میں جکڑ کر باقی ذمے داروں کو معمولی جرمانوں پر ٹرخا دیا گیا جو آگے چل کر پھر اپنی روش پر چلتے رہے۔ ان کے ساتھ نرمی کا رویہ دیکھ کر مزید کھلاڑی اس جانب راغب ہوئے اور اب بھی کسی نہ کسی طرح پاکستانی کھلاڑیوں کے ناموں کے آگے اس طرح کے واقعات درج ہوتے رہے ہیں جن میں سے کچھ ثابت ہوئے اور کچھ نہ ہو سکے مگر طریقے بدل کر کسی نہ کسی حد تک بدعنوانی کا یہ کھیل جاری و ساری ہے۔ اگر چند سال پہلے ہی سختی کے ساتھ اس آسیب کا سر کچل دیا جاتا تو آج یہ حالات درپیش نہ ہوتے مگر پاکستان اور پاکستانی کرکٹ کا نام بچانے کی آڑ میں وقتی فیصلے کیے جاتے رہے جن کا بھگتا وا آج ادا کیا جا رہا ہے۔ محمد عامر جیسا ٹیلنٹ جس طرح بدعنوانی کی خاک میں مل گیا اس پر افسوس تو ہوتا ہے مگر اب اس پر رحم کھا کر معافی دینے کا مطلب یہی ہوگا کہ پاکستان کرکٹ بڑی بے رحمی کے ساتھ ایک بار پھر اسی دلدل میں دھنس جائے جس نے 90ء کے عشرے کے بعد مسلسل بدنامی کا سامان کیا ہے اور دنیا بھر میں جہاں بھی بے ایمانی ہوتی ہے سب سے پہلے پاکستان کا نام لیا جاتا ہے۔

محمد عامر

شیونرائن چندرپال
ویسٹ انڈیز کی
جانب سے زیادہ
سینچریاں بنانے
والے تیسرے
کھلاڑی
Digicel
Digicel
www.Paksociety.com

شیونرائن چندر پال کی سنچریاں، اعداد و شمار کے آئینے میں

ماضی کی عظیم ویسٹ انڈین ٹیم کو کہ اب صرف 'ببلبہ' بن چکی ہے اور عالمی درجہ بندی میں اسے کوئی خاص مقام حاصل نہیں ہے لیکن خاکستر میں چنگاریاں اب بھی موجود ہیں۔ جس طرح زوال کے ایام میں برائن لارا کے پائے کا بلے باز ٹیم میں موجود رہا ہے تعمیر نو کے مراحل میں غرب الہند کی ٹیم کو شیونرائن چندر پال جیسے دھیمے مزاج کے حامل بلے باز کا ساتھ حاصل رہا ہے جنہوں نے آسٹریلیا کے خلاف ٹیسٹ سیریز کے پہلے معرکے میں سنچری داغ کر ٹیم کو بالادست پوزیشن پر پہنچا دیا شیونرائن ویسٹ انڈیز کی جانب سے سب سے زیادہ سنچریاں بنانے والے بلے بازوں میں تیسرے نمبر پر آگئے ہیں۔

بلے بازی کے منفرد انداز کے باعث شہرت پانے والے شیونرائن نے 1994ء میں انگلستان کے خلاف ٹیسٹ کیریئر کا آغاز کیا۔ 18 سالہ کیریئر اور تقریباً 50 رنز کا اوسط ان کی عظمت کا غماز ہے۔ انہیں ویسٹ انڈیز کی جانب سے سب سے زیادہ یعنی 138 ٹیسٹ میچز کھیلنے کا اعزاز حاصل ہے۔ برج ٹاؤن، بارباڈوس میں آسٹریلیا۔ ویسٹ انڈیز پہلے ٹیسٹ میں شیونرائن نے 248 گیندوں پر 103 رنز کی ناقابل شکست اننگز کھیلی جس میں ایک چھکا اور 9 چوکے شامل تھے۔ اس سنچری کی بدولت ویسٹ انڈیز نے توقعات کے برخلاف پہلی اننگز میں 449 رنز کا بڑا مجموعہ اکٹھا کیا۔ یہ ان کے کیریئر کی 25 ویں تہرے ہندسے کی اننگز تھی یوں وہ عظیم بلے باز ویوین رچرڈز کو پیچھے چھوڑ کر سب سے زیادہ ٹیسٹ سنچریاں بنانے والے ویسٹ انڈین بلے بازوں میں تیسرے نمبر پر آگئے ہیں۔

ویسٹ انڈیز کی طرف سے سب سے زیادہ سنچریاں بنانے والے بلے باز

نام	میچز	سنچریوں کی تعداد
برائن لارا	130	34
سر گارفیلڈ سوبرز	93	26
شیونرائن چندر پال	138	25
سر ویوین رچرڈز	121	24
کلائیو لائیڈ	110	19
گورڈن گرینج	108	19
ڈیسمنڈ ہینز	116	18
رچی رچرڈسن	86	16

یوں تو شیونرائن نے اولین ٹیسٹ میں 62 رنز کی اننگز کھیل کر روشن مستقبل کی نوید سنائی تھی لیکن اس کے باوجود انہیں ٹیسٹ کیریئر کی پہلی سنچری کے لیے تین سال کا انتظار کرنا پڑا اور بالآخر مارچ 1997ء میں برج ٹاؤن میں انہوں نے بھارت کے خلاف 137 رنز کی ناقابل شکست اننگز کھیل کر اس سفر کا آغاز کیا۔ اس مقابلے میں وہ نمبر تین پر بیٹنگ کرنے کے لیے آئے اور یوں یہ ان کے کیریئر کی واحد سنچری ہے جو ون ڈاؤن پوزیشن پر بنائی گئی۔ انہوں نے زیادہ تر پانچویں پوزیشن پر بلے بازی کی ہے اور اس پوزیشن پر سب سے زیادہ رنز بنانے والے بلے بازوں میں ان کا نمبر دوسرا ہے:

پانچویں پوزیشن پر سب سے زیادہ رنز بنانے والے بلے باز

نام	ملک	میچز	رنز	اوسط
اسٹیو واہ	آسٹریلیا	104	6754	56.28
شیونرائن چندر پال	ویسٹ انڈیز	138	4979	52.96
مائیکل کلارک	آسٹریلیا	55	4485	60.60
محمد اظہر الدین	بھارت	72	4346	48.83
اینڈی فلاور	زمبابوے	55	3788	54.89
محمد یوسف	پاکستان	52	3774	53.15
تھیلان سماراویرا	سری لنکا	54	3713	53.04

شیونرائن نے اسی یعنی پانچویں پوزیشن پر 14 سنچریاں بھی بنائی ہیں اور اس نمبر پر سب سے زیادہ سنچریاں بنانے والوں میں وہ تیسرے نمبر پر ہیں:

پانچویں نمبر پر سب سے زیادہ سنچریاں بنانے والے بلے باز

نام	ملک	میچز	سنچریاں
اسٹیو واہ	آسٹریلیا	104	24
محمد اظہر الدین	بھارت	72	16
مائیکل کلارک	آسٹریلیا	55	16
شیونرائن چندر پال	ویسٹ انڈیز	*73	14
محمد یوسف	پاکستان	52	13
تھیلان سماراویرا	سری لنکا	54	11

شیونرائن کی 25 میں سے 14 سنچری اننگز ناقابل شکست ہیں یعنی کوئی حریف بلے باز انہیں آؤٹ نہیں کر پایا اور وہ میدان سے ناٹ آؤٹ لوٹے۔ اس طرز کی فہرست میں چندر پال کا شمار تیسرا ہے:

سب سے زیادہ ناقابل شکست سنچریاں بنانے والے بلے باز

نام	ملک	ناقابل شکست سنچریوں کی تعداد
سچن ٹنڈولکر	بھارت	16
اسٹیو واہ	آسٹریلیا	15
شیونرائن چندر پال	ویسٹ انڈیز	14
جیک کیلس	جنوبی افریقہ	14
ایلن بارڈر	آسٹریلیا	11
سر گیری سوبرز	ویسٹ انڈیز	9
راہول ڈریوڈ	بھارت	8
جاوید میانداد	پاکستان	8
وی وی ایس لکشمن	بھارت	8

گزشتہ تقریباً ڈیڑھ دہائی آسٹریلیا کے عروج کی داستان سناتی رہی ہے اور یہی وہ ایام ہیں جن میں چندر پال دنیا بھر کے میدانوں میں ایکشن میں نظر آئے۔ انہوں نے 'ناقابل شکست' سمجھے جانے والے آسٹریلیا کے خلاف بھی پانچ سنچریاں اسکور کی ہیں۔ یہ تمام سنچریاں انہوں نے اپنی سرزمین پر ہی بنائی ہیں۔

شیو کی سنچریوں کی حوالے سے دلچسپ بات یہ ہے کہ برج ٹاؤن، بارباڈوس میں انہوں نے اب تک چار سنچریاں اسکور کی ہیں اور سب ہی ناقابل شکست اننگز تھیں۔ اسی میدان میں انہوں نے 1997ء میں اپنی پہلی سنچری بنائی تھی اور اب 25 ویں سنچری کا اعزاز بھی اسی میدان کو حاصل ہوا ہے۔

برج ٹاؤن، بارباڈوس میں شیونرائن چندر پال کی سنچریوں کی تفصیلات

رنز	گیندیں	حیثیت	بالمقابل	میدان	سال
*137	284	ناٹ آؤٹ	بھارت	برج ٹاؤن	1997ء
*101	231	ناٹ آؤٹ	بھارت	برج ٹاؤن	2002ء
*153	254	ناٹ آؤٹ	پاکستان	برج ٹاؤن	2005ء
*103	248	ناٹ آؤٹ	آسٹریلیا	برج ٹاؤن	2012ء

شیونرائن چندر پال ایک غیر روایتی اور ذہین بلے باز ہیں اور ان کی موجودہ کارکردگی کو دیکھتے ہوئے لگتا ہے کہ ابھی ان میں کافی ٹیسٹ کرکٹ باقی ہے۔ گو کہ اس وقت ان کی عمر 38 کے لگ بھگ ہے لیکن آسٹریلیا کے خلاف 103 رنز کی ناقابل شکست اننگز اس بات کو تقویت دیتی ہے کہ وہ ابھی مزید دو سال تک اچھی کرکٹ کھیل سکتے ہیں اور ویسٹ انڈیز کی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے انفرادی ریکارڈز کو بھی مزید بہتر بنا سکتے ہیں۔

سچن ٹنڈولکر کرکٹ کی قد آور شخصیت بن چکے ہیں

سچن ٹنڈولکر قد میں صرف پانچ فٹ پانچ انچ ہونے کے باوجود کرکٹ کی قد آور شخصیت ہیں۔ 16 مارچ 2012ء کو انہوں نے سوویں بین الاقوامی سنچری بنا کر کرکٹ کی تاریخ کے عظیم ترین کھلاڑیوں کی فہرست میں اپنا نام شامل کر لیا ٹنڈولکر لٹل ماسٹر کیسے بنے؟ بیس سال سے کرکٹ کے اعلیٰ ترین معیار پر قائم رہنے والے اڑتیس سالہ ٹنڈولکر کا ٹیلنٹ ابتدا سے ہی عیاں تھا۔ فروری 1998ء میں جب وہ سکول میں تھے انہوں نے اپنے ساتھی ونود کامبلی کے ساتھ مل کر 664 رن کی شراکت کا عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا۔ اس اننگز میں انہوں نے 326 رن بنائے تھے اور آؤٹ نہیں ہوئے۔ ٹنڈولکر نے بین الاقوامی کیریئر کا آغاز سولہ سال کی عمر میں کراچی میں پاکستان کے خلاف کیا۔ اپنی پہلی اننگز میں انہوں نے صرف پندرہ رن ہی بنائے لیکن اس میں انہوں نے اپنی ہمت کا ثبوت ضرور فراہم کیا۔ باری کے آغاز میں ہی ان کے چہرے پر وقار یونس کا باؤنسر لگا لیکن انہوں خون بہنے کے باوجود بیٹنگ جاری رکھی تھی۔ دنیا کے بہترین بالروں کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ وقت کے ساتھ انڈیا کے ایک ارب سے زیادہ لوگوں کی توجہ اور امیدوں کا مرکز بن گئے۔ انڈیا کے سابق آل راؤنڈر کپیل دیو نے کہا کہ ملک بھر میں لاکھوں لوگ سچن سے پیار کرتے ہیں اور ہر بچہ سچن بننا چاہتا ہے۔

سچن ٹنڈولکر: اہم سنگ میل

1973ء:......اپریل کو ممبئی میں پیدائش

1989ء:...... پاکستان میں کیریئر کا پہلا ٹیسٹ میچ

1990ء:......انگلینڈ کے خلاف کیریئر کی پہلی سنچری

2005ء:...... سنیل گواسکر کا سب سے زیادہ سنچریاں بنانے کا ریکارڈ توڑ دیا

2008ء:......ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رن بنانے کا اعزاز

2010ء:......سب سے زیادہ ٹیسٹ کھیلنے والے کھلاڑی بن گئے

2011ء:......جنوبی افریقہ کے خلاف ایک روزہ میچوں میں کیریئر کی ننانویں بین الاقوامی سنچری

2012ء:...... بنگلہ دیش کے خلاف سوویں سنچری

ٹنڈولکر نے پہلی سنچری سترہ سال کی عمر میں انگلینڈ کے خلاف بنائی تھی۔ 1992 میں وہ یارکشائر کاؤنٹی کی ٹیم کا حصہ بن گئے اور پہلے سیزن میں ایک ہزار رن بنائے۔ پچیسویں سالگرہ سے پہلے وہ سولہ سنچریاں بنا چکے تھے اور سن دو ہزار میں وہ پچاس سنچریاں بنانے والے پہلے کھلاڑی بن گئے۔ ویسٹ انڈیز کے سابق کھلاڑی ووین رچرڈز نے ٹنڈولکر کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ان میں کچھ خاص بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ننانوے اعشاریہ پانچ فیصد مکمل ہیں۔ کرکٹ کے میدان سے دور ٹنڈولکر منکسر المزاج انسان ہیں۔ وہ پچ پر اس سے دور ایک مثالی پروفیشنل ہیں۔ ٹنڈولکر کہتے ہیں کہ ان کے لیے کرکٹ ہمیشہ انتہائی اہم تھی۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے زندگی میں کبھی کاروں یا دیگر چیزوں کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پیسہ اور دیگر دنیاوی امور انکی ترجیحات میں شامل نہیں تھے۔ میرا ہمیشہ سے خواب تھا کہ انڈیا کی ٹیم کا یونیفارم پہنوں۔ تاہم ہمیشہ سب کچھ ان کے حق میں نہیں گیا۔ بحیثیت کپتان وہ کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ انہیں آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز میں شکست ہوئی۔ بحیثیت بلے باز بھی ان پر مشکل وقت آیا۔ انہوں نے دسمبر 2004ء اور مئی 2007ء کے درمیان صرف ایک ٹیسٹ سنچری بنائی۔ اسی دوران جب وہ ممبئی میں انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ میچ میں ایک رن بنا کر آؤٹ ہوئے تو شائقین نے ان پر آوازیں کسیں۔

کرکٹ کیریئر

میچ:	625
رن:	33840
سب سے زیادہ سکور:	248
بیٹنگ اوسط:	49.19
سنچریاں:	100
وکٹیں:	200
بالنگ اوسط:	46.33

ٹنڈولکر نے سن 2008ء میں برائن لارا کا 11953 رن کا ٹیسٹ میچ میں سب سے زیادہ رن بنانے کا ریکارڈ توڑ دیا۔ کرکٹ کے شائقین کو ہمیشہ ٹنڈولکر اور لارا میں سے ایک کو چننے میں مشکل پیش آئی ہے لیکن لارا کو کبھی شک نہیں تھا کہ بڑا کون ہے۔ لارا کا کہنا ہے کہ ٹنڈولکر ذہین ترین ہیں، میں تو بندہ بشر ہوں۔ ٹنڈولکر کرکٹ کی ہر صنف میں آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے 2010ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف ایک روزہ میچ میں ڈبل سنچری بنائی اور وہ ایسا کرنے والے پہلے کھلاڑی تھے۔ 169 واں ایک روزہ میچ کھیل کر وہ سب سے زیادہ ایک روزہ میچ کھیلنے والے کھلاڑی بن گئے۔ مارچ 2011ء میں جنوبی ایشیا میں ہونے والے عالمی کپ میں انہوں نے تقریباً پانچ سو رن بنائے اور ٹیم کی جیت میں اہم کردار ادا کیا۔ ٹنڈولکر کی سوویں سنچری کے لیے لوگوں کے اشتیاق کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ، 2011ء میں انگلینڈ کے دورے کے دوران لارڈز میں ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کے دو ہزارویں ٹیسٹ میچ کے دوران، انڈیا میں کرکٹ کے

شائقین نے ان کی سنچری پر دو کروڑ اسی لاکھ پاؤنڈ کی شرطیں لگائی تھیں۔ انڈیا کے شائقین کی اس وقت خواہش بہت تیز ہو گئی تھی لیکن اب ٹنڈولکر نے بالآخر سوویں سنچری کا خواب پورا کر دیا ہے۔ سچن ٹنڈولکر کرنے بائیس سال قبل اپنا بین الاقوامی کیریئر شروع کرتے ہوئے عمران خان، وسیم اکرم، وقار یونس اور عبدالقادر جیسے بڑے بالروں کا سامنا کیا تھا سچن کی سنچریوں کی سنچری بنگلہ دیش میں بنی اور جشن بھارت میں منایا گیا۔ سچن ان کے اس کارنامے کی گونج پاکستان میں بھی محسوس کی گئی کیونکہ اگر سچن بھارت میں بھگوان کا درجہ رکھتے ہیں تو پاکستان میں بھی ان کے چاہنے والوں کی ایک بڑی تعداد رہتی ہے۔ ماضی کے لٹل ماسٹر حنیف محمد عصر حاضر کے لٹل ماسٹر کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں سر ڈان بریڈ مین کے بعد بیٹنگ کو پرکھنے کا اگر کوئی پیمانہ ہے تو وہ ہے سچن ٹنڈولکر۔ حنیف محمد کہتے ہیں کہ سچن کو جو باتیں دوسروں سے نمایاں کرتی ہیں وہ ہیں ان کا انہماک، ہر گیند کو اس کے میرٹ کے مطابق کھیلنے کی خوبی، درست تکنیک اور کریز پر طویل وقت گزارنے کی عادت۔ سچن نے اپنی پہلی ٹیسٹ سنچری کے لیے چودہ اور پہلی ون ڈے سنچری کے لیے چھہتر اننگز کا طویل انتظار کرایا تھا۔ لیکن اس انتظار میں بھی انہوں نے خود پر شاید اتنا زیادہ دبا محسوس نہ کیا ہو جتنا دبا اور تنقید کا سامنا انہیں اس ایک سال کے عرصے میں رہا۔ اس عرصے میں ان کے ساتھ کھیلنے والے کرکٹر انہیں ریٹائرمنٹ کا مشورہ دیتے رہے ہیں۔ لیکن حنیف محمد ایسے مشوروں کو سچن کے ساتھ حسد و رقابت تصور کرتے ہیں۔ میرے خیال میں کوئی بھی خیر خواہ سچن کو ریٹائرمنٹ کا مشورہ نہیں دے سکتا۔ ایسا مشورہ وہی دے سکتا ہے جو ان سے حسد کرتا ہو۔ یہ درست ہے کہ گزشتہ کچھ ماہ سے وہ زبردست دبا میں تھے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مکمل ناکام ثابت ہوئے تھے۔ یہ بات سچن کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انہیں کب اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا ہے اور یہ فیصلہ انہی کو کرنے دینا چاہیے۔ سچن ٹنڈولکر میں آخر ایسی کیا بات ہے کہ ان کا کریئر بائیس سال سے پوری آب و تاب کے ساتھ جاری ہے؟ سابق کپتان جاوید میانداد اسے سچن کی نیک نیتی اور محنت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ کسی بھی کرکٹر کے طویل کیریئر کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے کھیل پر بھرپور توجہ رکھتا ہے، اپنی فٹنس کا خیال رکھتا ہے اور غیر ضروری معاملات سے خود کو دور رکھتا ہے۔ سچن نے بھی اپنے پورے کریئر میں صرف اور صرف کرکٹ پر ہی توجہ رکھی ہے۔ اسی لیے انہوں نے اتنی غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور ایسے ریکارڈ قائم کر دیے کہ جنہیں توڑنا انتہائی مشکل ہے۔ سچن ٹنڈولکر نے بائیس سال قبل اپنا بین الاقوامی کیریئر شروع کرتے ہوئے عمران خان، وسیم اکرم، وقار یونس اور عبدالقادر جیسے بڑے بالروں کا سامنا کیا تھا۔ عبدالقادر اپنے خلاف سچن کی جارحانہ بیٹنگ کو ابھی تک نہیں بھولے۔ سچن نے پشاور کے ون ڈے میں مجھے تین چھکے لگائے تھے بلکہ دوسرے بالروں کو بھی نہیں بخشا تھا۔ وہ جب کراچی میں اپنا پہلا ٹیسٹ کھیلے تو وقار یونس کی ایک انتہائی تیز گیند پر اگرچہ وہ بیٹ ہوئے تھے لیکن جس اعتماد سے انہوں نے اس گیند کو کھیلنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اس سے پتہ چل گیا تھا کہ وہ کوئی معمولی بیٹسمین نہیں ہونگے۔ عبدالقادر کا کہنا ہے کہ کھلاڑی کا بڑا ہونا اس کے کھیل کے ساتھ ساتھ اس کے طرز عمل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ سچن جتنے بڑے کرکٹر ہیں اتنے ہی بڑے انسان بھی ہیں۔ انکساری کا پیکر ہیں اور نوجوان کرکٹروں کو ان سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے ٹنڈولکر نے بنگلہ دیش میں ایشیا کپ کے ایک میچ میں میزبان ملک کے خلاف سنچری بنائی جو ان کے کیرئیر کی سوویں سنچری تھی۔ وہ اپنے کیریئر میں اب تک اکاون ٹیسٹ سنچریاں اور انچاس ایک روزہ سنچریاں بنا چکے ہیں۔ انگلینڈ کی ٹیسٹ کرکٹ ٹیم کے موجودہ کپتان اینڈریو سٹراس نے سچن تندولکر کے اس کارنامے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا یہ ایک عظیم کھلاڑی کا عظیم کارنامہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سچن ایسے کھلاڑی ہیں جو گزشتہ دس سے پندرہ سال کے دوران دوسرے کھلاڑیوں کے لیے ایک مثال ہیں۔ سٹراس کے مطابق بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے اور مستقبل میں شاید ہی کوئی دوسرا کرکٹر ایسا کارنامہ سرانجام دے سکے۔ انگلینڈ کی ٹیم کے کپتان کا کہنا ہے کہ سچن کی تکنیک اور صلاحیت بہت منفرد ہے اور میں نے ان کے خلاف کھیلتے ہوئے ان کی بیٹنگ سے محظوظ ہوئے ہیں۔ انگلینڈ کی ایک روزہ کرکٹ ٹیم کے موجودہ کپتان ایلسٹر کک کا کہنا ہے کہ یہ ایک ناقابلِ یقین کارنامہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ بہت کم کھلاڑیوں نے فرسٹ کلاس کرکٹ میں سو سنچریاں بنائی ہیں تاہم بین الاقوامی سطح اور دبا میں ایسا کارنامہ سرانجام دینا واقعی بہت بڑی کامیابی ہے۔ سچن تندولکر حقیقت میں ایک عظیم کھلاڑی ہیں۔ ایلسٹر کک کے مطابق سو سنچریاں بنانے کے لیے آپ کو ناقابلِ یقین کھلاڑی بننا پڑتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کرکٹ میں ریکارڈ ٹوٹنے کے لیے ہی بنتے ہیں اور میرے خیال میں مستقبل میں بین الاقوامی کرکٹ میں شاید ہی کوئی کھلاڑی سو سنچریاں بنا سکے گا۔ بھارت کے سابق کپتان سوروو گنگولی نے سچن ٹنڈولکر کے اس کارنامے کے بارے میں کہا کہ وہ بہت عظیم کھلاڑی ہیں۔ ان کے ریکارڈ سب کچھ بتاتے ہیں۔ میرے خیال کے مطابق سچن تندولکر سب سے شاندار کھلاڑی ہیں۔ میں نے بریڈ مین کو کبھی نہیں دیکھا تاہم وہ دنیا کے تمام کرکٹروں کے مقابلے میں بہترین ہیں۔ سوروو گنگولی نے کہا کہ ٹنڈولکر نے ہمیشہ اپنے کھیل اور رنز بنانے پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ گنگولی کا کہنا تھا کہ ان کے خیال میں سچن جب تک رنز بناتے رہیں انہیں بھارت کے لیے کھیلتے رہنا چاہیے اور میرے خیال میں اس کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہونی چاہیے۔ انگلینڈ کے سابق کپتان مائیکل وان کے مطابق ٹنڈولکر کو بیٹنگ کرتے ہوئے دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ کرکٹ کی دنیا میں ایسے بہت ہی کم کھلاڑی ہیں جو گیند کو اتنے زور سے ہٹ کرتے ہیں جتنا کہ ٹنڈولکر۔ انہوں نے کہا کہ ٹنڈولکر ممبئی کی گلیوں میں آزادانہ گھوم نہیں سکتے، وہ ریستورانوں میں آسانی سے نہیں جا سکتے اور میرے خیال میں یہی وجہ ہے کہ ٹنڈولکر اپنا زیادہ وقت لندن میں گزارتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ٹنڈولکر متحمل مزاج انسان ہیں، ان کے ساتھ بات کر کے خوشی محسوس ہوتی ہے، وہ ہمیشہ سے کرکٹ سے پیار کرتے ہیں اور کرکٹ ہی سے توانائی حاصل کرتے ہیں۔ آسٹریلیا کے سابق کپتان سٹیو واہ کا کہنا ہے کہ کرکٹ کی دنیا میں اس سوال کا جواب دینا بہت ہی مشکل ہے کہ سر ویون رچرڈز اور جاوید میاں داد میں سے کون بہترین کھلاڑی ہے اور یہی صورت حال برائن لارا اور سچن ٹنڈولکر کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹنڈولکر نے اپنے ملک کے لیے ہمیشہ دباؤ میں بہترین کھیل پیش کیا۔ سٹیو واہ کے مطابق جہاں تک ٹنڈولکر اور لارا کا تعلق ہے تو میں لارا کو ٹنڈولکر پر فوقیت دوں گا۔ سابق آسٹریلوی کپتان نے کہا کہ برائن لارا جب اپنی بہترین فارم میں تھے تو جو چاہتے تھے کر لیتے تھے اور انہیں آؤٹ کرنا تقریباً ناممکن ہوتا تھا۔

مشتاق احمد کی بالنگ کوچ تقرری...... پی سی بی تیکنیکی مسائل نظرانداز نہ کرے

پاکستانی ذرائع ابلاغ میں چند دنوں سے ایک خبر بڑی گرم ہے کہ پاکستان کرکٹ بورڈ سابق اسپنر مشتاق احمد کو قومی کرکٹ ٹیم کا نیا بالنگ کوچ بنانے جا رہا ہے۔ گو کہ بنگلہ دیش کے اچانک دورِ پاکستان کے ملتوی کے اعلان نے اس خبر کو کچھ پس پشت ڈال دیا ہے لیکن اس کے باوجود اس خبر کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ مشتاق احمد، جو اس وقت انگلستان کے اسپن کوچ کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں، عاقب جاوید کی جگہ خالی ہونے والے بالنگ کوچ کے قومی عہدے کو حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ لیکن ------ ان کی تقرری میں ایک بہت بڑا " تکنیکی مسئلہ " ہے، جس سے یا تو جان بوجھ کر نظریں چرائی جا رہی ہیں یا پھر بورڈ کے کرتا دھرتا اور ذرائع ابلاغ اس سے آگاہ نہیں ہیں۔ مشتاق احمد ان کھلاڑیوں میں شامل ہیں جو 2000 میں میچ فکسنگ کی تحقیقات کے لیے قائم کردہ جسٹس قیوم کمیشن کے روبرو پیش ہوئے تھے۔ جہاں ان پر نہ صرف میچ فکسنگ کے سنگین الزامات عائد ہوئے بلکہ کمیشن نے اپنے فیصلے میں جن کھلاڑیوں پر کڑی نظر رکھنے اور انہیں مستقبل میں ٹیم اور بورڈ میں کوئی بڑا عہدہ نہ دینے کی سفارش کی ان میں وسیم اکرم کے علاوہ دوسرا نام مشتاق احمد کا تھا۔ اس طرح مشتاق احمد کو تو سرے سے پاکستان کے کوچ بننے کے لیے نا اہل ہونا چاہیے۔ دوسری جانب گزشتہ چند سالوں سے بھارتی پریمیئر لیگ کی ٹیم کولکتہ نائٹ رائیڈرز کے ساتھ منسلک سابق پاکستانی فاسٹ بالر وسیم اکرم، جو بلاشبہ تیز بالنگ کی دنیا میں بہت بڑا نام ہیں، کو بھی جسٹس قیوم کی سفارشات کے بعد سے پاکستان کرکٹ ٹیم اور بورڈ میں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا اور موزوں ترین امیدوار ہونے کے باوجود انہیں کبھی پاکستان کا بالنگ کوچ نہیں بنایا گیا، اس لیے بالکل یہی اطلاق مشتاق احمد پر بھی ہوتا ہے۔ مشتاق احمد انگلستان کی کرکٹ ٹیم کے اسپن بالنگ کوچ ہیں اور ان کے عہد میں انگلستان نے اس شعبے میں کافی ترقی بھی کی ہے۔ انگلش اسپنر گریم سوان عالمی درجہ بندی میں سرفہرست پوزیشن تک پہنچے ہیں اور انگلستان نے ان کی مدد سے کئی اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ لیکن یہ امر حقیقت ہے کہ پاکستان میں ان کو کوئی ذمہ داری عطا کرنا نہ صرف عدالتی فیصلے کی توہین ہوگی بلکہ دیگر کئی حوالوں سے بھی یہ فیصلہ زیادہ سودمند ثابت ہونے کی توقع نہیں۔ درحقیقت ماضی میں اگر جسٹس قیوم کمیشن کی سفارشات پر سختی سے عملدرآمد کیا جاتا اور کھلاڑیوں کو بجائے معمولی جرمانوں اور تنبیہ کے کڑی سزائیں دی جاتیں تو پاکستان میں فکسنگ کا معاملہ اتنا گمبھیر ہی نہ ہوتا۔ بہرحال، اگر پاکستان کرکٹ بورڈ) پی سی بی (جسٹس قیوم کمیشن کی اس رپورٹ کہ جس کی وجہ سے پاکستان میں پہلی مرتبہ فکسنگ کا بھوت بوتل سے باہر آیا تھا کو ردی کی ٹوکری کی نظر کرنا چاہتا ہی ہے تو پھر پاکستانی ٹیم کے لیے مشتاق احمد سے زیادہ مفید وسیم اکرم ثابت ہو سکتے ہیں۔ مشتاق احمد ایک اسپنر ہیں اور ان کا اب تک کوچنگ کا تجربہ بھی اسپن بالنگ کا ہے جبکہ اس وقت پاکستان کے لیے سب سے بڑا مسئلہ تیز گیند بازی ہے۔ اسپن میں پاکستان کو سعید اجمل، محمد حفیظ اور شاہد آفریدی کی صورت میں تین ایسے گیند باز میسر ہیں جو گزشتہ ایک سال میں دنیا بھر میں اپنی کارکردگی کا لوہا منوا چکے ہیں جبکہ تیز گیند بازی کا شعبہ مستقل مسائل سے دوچار ہے۔ بالخصوص محمد آصف اور محمد عامر جیسے اہم گیند باز گنوا بیٹھنے، عمر گل کی غیر مستقل مزاجی، جنید خان کے فٹنس مسائل، وہاب ریاض اور کسی حد تک اعزاز چیمہ کی ناقص کارکردگی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قومی ٹیم میں نئے خون کو شامل کرنے کے لیے ایک جامع مہم چلانا ایک ایسے شخص کا ہی کام ہو سکتا ہے جو اس ضمن میں تجربہ بھی رکھتا ہو اور ایک گہری نظر بھی۔ اور سابق کوچ وقار یونس کے ہم عصر وسیم اکرم ان تمام خوبیوں کے حامل ہیں کہ جو نہ صرف ایک تیز گیند باز اور کوچ میں موجود ہونا چاہئیں۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق پاکستان کرکٹ بورڈ کی نظر میں دو امیدوار اہم ہیں ایک سابق تیز بالر محمد اکرم اور ایک انگلستان سے تعلق رکھنے والے این پونٹ۔ این پونٹ کو کوچنگ کا خاصا تجربہ بھی ہے اور وہ ماضی قریب میں بنگلہ دیش کے بالنگ کوچ بھی رہ چکے ہیں اور حال ہی میں بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کی فاتح ٹیم 'ڈھاکہ گلیڈی ایٹرز' کے ہیڈ کوچ کے عہدے سے مستعفی ہوئے ہیں۔ دوسری جانب کرکٹ کمنٹری سے وابستہ اور برطانیہ میں مقیم محمد اکرم کوچنگ کے سلسلے میں کم معروف نام ضرور ہیں لیکن انگلستان میں کھیلنے کا وسیع تجربہ اور پاکستان کے ماحول سے آشنائی انہیں ایک اہم امیدوار بناتی ہے۔ اس دوڑ میں مشتاق احمد کی شمولیت پر پاکستان کے ذرائع ابلاغ کا بغلیں بجانا عجیب سا لگتا ہے۔ سب سے بڑے اخبار کا کہنا ہے کہ مشتاق احمد مضبوط امیدوار بن کر سامنے آئے ہیں اور اس حوالے سے اخبار نے گزشتہ ماہ لاہور میں چیئرمین پاکستان کرکٹ بورڈ ذکا اشرف کے ساتھ ان کی دو مبینہ ملاقاتوں کا حوالہ بھی دیا ہے کہ جس میں معاہدے کی ابتدائی شقوں کے حوالے سے بات چیت ہوئی۔ اخبار کا کہنا ہے کہ مشتاق احمد کا انگلش کرکٹ ٹیم کے ساتھ معاہدہ دورِ سری لنکا کے بعد ختم ہو چکا ہے اور اگلے چند روز میں مینجنگ ڈائریکٹر ای سی بی انہیں نئے معاہدے کی پیشکش کریں گے لیکن اخبار کا دعویٰ ہے کہ مشتاق احمد پاکستان کرکٹ ٹیم کے ساتھ کام کرنے کا ارادہ باندھ چکے ہیں اور وہ نئے معاہدے کی پیشکش ٹھکرا دیں گے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ پی سی بی پہلے ہی دو غیر ملکی کوچ حاصل کر چکا ہے۔ آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے ڈیو واٹمور ہیڈ کوچ کا عہدہ سنبھال چکے ہیں جبکہ جولین فاؤنٹین کو فیلڈنگ کے شعبے کو بہتر بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ ان دونوں کوچز کی آمد کیساتھ ہی بالنگ کوچ عاقب جاوید متحدہ عرب امارات کی قومی کرکٹ ٹیم کے کوچ کی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے پاکستان کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ لہٰذا اب نئے بالنگ کوچ کی تلاش میں ڈیو واٹمور کا کردار اہمیت اختیار کر گیا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ اس شعبے میں بھی ایک غیر ملکی کوچ کی تقرری کے خواہاں ہیں۔ باخبر ذرائع نے بتایا ہے کہ نئے کوچ واٹمور سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے پاس وسیم اکرم اور وقار یونس کے علاوہ کوئی ایسا بالنگ کوچ موجود نہیں ہے، جو اس اہم شعبے میں پاکستان کو بلندیوں کی جانب گامزن کر سکے۔ اور کیونکہ وقار یونس نے حال ہی میں پاکستان کی کوچنگ سے استعفیٰ دیا ہے اور وسیم اکرم بھارت میں اپنی مصروفیات کے باعث فی الوقت پاکستان کی کوچنگ کے لیے دستیاب نہیں، اس لیے پاکستان کو کسی پیشہ ور کوچ کی تلاش کے لیے دیگر ممالک ہی کا رخ کرنا پڑے گا۔ اس لیے واٹمور بالنگ کوچ کے عہدے کے لیے جمع ہونے والی تمام درخواستیں دیکھنے اور کوچنگ عملے کی تکمیل میں اپنی رائے پیش کرنے کے خواہاں ہیں۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کی جانب سے نئے بالنگ کوچ کے لیے دیے گئے اشتہار کے مطابق چند سابق پاکستانی ٹیسٹ کرکٹرز نے تو درخواستیں جمع بھی کروا دی ہیں جن میں جلال الدین بھی شامل ہیں۔ جلال الدین پاکستان کے واحد ٹیسٹ کرکٹر ہیں جنہیں انگلینڈ اینڈ ویلز کرکٹ بورڈ اور پاکستان کرکٹ بورڈ کا لیول 3۔ کوچنگ سرٹیفکیٹ حاصل ہے۔ 6 ٹیسٹ اور 8 ایک روزہ مقابلوں میں پاکستان کی نمائندگی کرنے والے جلال الدین کو ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ کی پہلی ہیٹ ٹرک کرنے کا اعزاز بھی حاصل رہا ہے۔ جلال الدین کا کہنا ہے کہ وہ پاکستانی کرکٹ کو وہ سب کچھ لوٹانا چاہتے ہیں جو انہوں نے ملک کی نمائندگی کرتے ہوئے حاصل کیا۔ ایک اور قریبی ذریعے نے بتایا ہے کہ پاکستان کے سابق ٹیسٹ فاسٹ بالر محمد اکرم بھی پاکستان کی بالنگ کوچ کا عہدہ حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ 1995 سے 2001 کے دوران 9 ٹیسٹ اور 23 ون ڈے میں ملک کی نمائندگی کرنے والے 37 سالہ محمد اکرم اعوان اب تبصرہ نگاری سے وابستہ ہیں اور معروف چینل ٹین اسپورٹس کی کمنٹری ٹیم کا حصہ ہیں۔ وسیم اکرم اور وقار یونس اور بعد ازاں شعیب اختر کے قومی منظرنامے پر ابھرنے کی وجہ سے انہیں مستقل پاکستان کی نمائندگی کا موقع نہیں مل پایا اور بالآخر وہ انگلستان منتقل ہو گئے اور اب بھی وہیں قیام پذیر ہیں۔ اب دیکھنا ہے آیا پاکستان کرکٹ بورڈ دو غیر ملکی کوچز کی تعیناتی کے بعد قومی ٹیم کے تیسرے ستون کی تربیت کے لیے بھی کسی غیر ملکی شخصیت کی خدمات حاصل کرے گا؟ دھر ملک کے دوسرے سب سے بڑے اردو اخبار روزنامہ کا کہنا ہے کہ مشتاق احمد کے کوچ بننے کے امکانات روشن ہیں اور انہوں نے بھی چیئرمین کے ساتھ ان کی دو ملاقاتوں کا حوالہ دیا ہے۔ اخبار نے ذرائع کے حوالے سے بتایا ہے کہ مشتاق احمد انگلش کرکٹ بورڈ سے حاصل ہونے والے معاوضے کے نصف پر بھی 'ملک کے لیے خدمات' انجام دینے کو تیار ہیں۔ اخبار کا دعویٰ ہے کہ ڈیو واٹمور اور جولین فاؤنٹین کی موجودگی میں بورڈ تیسرا غیر ملکی کوچ رکھنے میں دلچسپی نہیں رکھتا اور یہاں ایک عجیب منطق بھی لڑائی ہے کہ اگر بالنگ کوچ پاکستانی ہوگا تو وہ انگریزی بولنے والے کوچز کے ساتھ ٹیم کے رابطے کا ذریعہ بھی بنے گا۔ ہے نا حیران کن بات!

انور شیخ

دورہ سری لنکا کیلئے طلب کیا گیا تو مایوس نہیں کروں گا، خرم منظور

2010ء کا دورۂ آسٹریلیا پاکستان کے لیے ایک بھیانک خواب تھا۔ تمام ٹیسٹ، ایک روزہ اور ٹی ٹوئنٹی مقابلوں میں شکست نے پاکستان کرکٹ کے مستقبل پر بہت منفی اثرات مرتب کیے۔ کئی سینئر کھلاڑیوں کو پابندیوں اور جرمانوں کا سامنا کرنا پڑا، ٹیم کا شیرازہ بکھر گیا اور رہی سہی کسر بعد ازاں اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل نے پوری کر دی اور پاکستان کرکٹ تحت الثریٰ میں پہنچ گئی۔ دورِ آسٹریلیا کا ایک اور منفی پہلو یہ تھا کہ آزمائے گئے نئے چہروں کو غلط وقت پر ٹیم میں شمولیت کی سزا بھگتنا پڑی۔ انہی میں کراچی سے تعلق رکھنے والے اوپنر خرم منظور بھی شامل تھے جو اب تک 7 ٹیسٹ اور اتنے ہی ایک روزہ میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں اور آسٹریلیا کے بدقسمت دورے کے بعد سے دوبارہ ملک کی جانب سے کھیلتے نہیں دکھائی دیے۔ انہیں 08-2007 کے فرسٹ کلاس سیزن میں ایک ہزار سے زائد رنز بنانے کے بعد خرم منظور کو 7 ٹیسٹ اور 7 ایک روزہ بین الاقوامی مقابلوں میں کھیلنے کا موقع ملا جس میں انہوں نے ٹیسٹ میں 29.36 کے اوسط سے 326 رنز بنائے جبکہ ایک روزہ میں 33.71 کے اوسط سے 236 رنز بنانے میں کامیاب ہوئے۔ ٹیسٹ میں ان کا بہترین اسکور 93 اور ایک روزہ میں 83 رہا۔ خرم منظور 2010 کے بدنصیب دورِ آسٹریلیا میں قومی ٹیم کا حصہ تھے اور آخری مرتبہ سری لنکا کا دورہ کرنے والے پاکستانی دستے میں بھی شامل تھے۔ تقریباً 26 سال کے اس نوجوان بلے باز نے خصوصی گفتگو میں اپنی مایوسی کا اظہار تو کیا ہی لیکن ساتھ ساتھ یہ عزم بھی دکھایا کہ اپنی سخت محنت اور ڈومیسٹک کرکٹ میں زبردست کارکردگی کے بل بوتے پر وہ جلد ایک مرتبہ پھر ملک کی نمائندگی کریں گے۔ دائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے خرم منظور رواں ڈومیسٹک فرسٹ کلاس سیزن میں تین سنچریوں اور ایک نصف سنچری کی بدولت 702 رنز بنا چکے ہیں جبکہ ایک روزہ کپ میں ایک سنچری اور ایک نصف سنچری کی بدولت 217 رنز بھی بنائے۔ ساتھ ساتھ ٹی ٹوئنٹی میں بھی ایک نصف سنچری بنا کر سرفہرست 5 بلے بازوں میں جگہ حاصل کی ہے۔ ماضی میں پاکستان اے اور پاکستان انڈر 19- کا حصہ رہنے والے خرم منظور کا کہنا تھا کہ قومی ٹیم سے باہر ہونے کے بعد میں نے اپنی خامیوں پر قابو پانے پر توجہ مرکوز رکھی، جس کے لیے میں نے سابق پاکستانی کپتان راشد لطیف کے ساتھ مل کر غور کیا۔ جبکہ ڈومیسٹک سیزن میں اپنی ٹیم نیشنل بینک کے کپتان کامران اکمل نے بھی میرا بھرپور ساتھ دیا، جس سے میں اپنی تکنیک کو بہتر بنانے میں کامیاب ہوا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ نہ صرف ڈومیسٹک سیزن میں اچھی کارکردگی دکھائی بلکہ گزشتہ سال پاکستان اے کے دورِ ویسٹ انڈیز میں تین سنچریاں جڑ کر اپنی مکمل اہلیت ثابت کی۔ خرم منظور کا کہنا تھا کہ ڈومیسٹک سیزن میں شاندار کارکردگی میں نیشنل بینک کے کوچ و منیجر ڈاکٹر جمیل کا بھی بہت اہم کردار ہے۔ خرم منظور نے کہا کہ انہیں پتہ ہے کہ پاکستان ٹیم میں واپسی کے لیے سخت محنت اور بھرپور فٹنس کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ ہمہ وقت کرکٹ سے جڑے رہتے ہیں، جہاں طویل

ٹریننگ سیشن سمیت ڈومیسٹک سیزن میں بھرپور شرکت بھی اک منہ بولتا ثبوت ہے۔ پاکستان ممکنہ دورہ پر اگلے چند ماہ میں سری لنکا کا دورہ کر سکتا ہے جہاں طویل اور محدود اوورز کی طرز میں دونوں ٹیمیں آمنے سامنے ہوں گی اور خرم منظور ان کھلاڑیوں میں شامل ہیں جنہوں نے 2009 میں پاکستان کے آخری دورِ سری لنکا میں ملک کی نمائندگی کی تھی۔ اس سیریز کے حوالے سے اپنی یادیں تازہ کرتے ہوئے خرم منظور نے کہا کہ ایک موقع پر محمد یوسف کے ساتھ مل کر مشکل وقت میں پاکستان کے لیے جو اننگز کھیلیں وہ مجھے اب بھی یاد ہے اور اسی کی بدولت پاکستان میچ بچانے میں کامیاب ہوا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہاں کی وکٹوں سے مجھے کافی حد تک واقفیت ہے اور ان وکٹوں پر میں بیٹنگ کرتے ہوئے کافی آسانی محسوس کی۔ کراچی سے تعلق رکھنے والے اوپنر نے کہا کہ اگر اس مرتبہ سلیکشن ٹیم نے انہیں دورہ' سری لنکا کے لیے دستے میں شامل کیا تو وہ توقعات پر پورا اتریں گے اور مایوس نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک مستند اوپنر کی طرح رنز کے انبار لگانے کے لیے مکمل طور پر تیار ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے فیلڈنگ پر بھی بھرپور توجہ دی ہے اور ڈومیسٹک سیزن میں ان کی فیلڈنگ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ گزشتہ چند روز سے پاکستان میں ایک پریمیئر لیگ کے انعقاد کا بہت ہنگامہ برپا ہے، اس حوالے سے خرم منظور کا کہنا تھا کہ جس طرح پوری قوم پی پی ایل کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہے اسی طرح ہم بھی کرکٹ کے شیدائیوں کی طرح تہہ دل سے منتظر ہیں اور مجھے یقین ہے کہ چیئرمین ذکا اشرف اس مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے اور جلد پاکستان اپنی لیگ شروع کرے گا جو بھارتی اور بنگلہ دیشی پریمیئر لیگز سے کسی طور پر کم نہیں ہوگی۔ بین الاقوامی ٹیموں کی پاکستان آمد کے حوالے سے بھی خرم منظور نے کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ذکا اشرف کی پالیسیوں پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور کہا کہ ذکا اشرف پاکستان میں جلد بین الاقوامی کرکٹ کو واپس لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ خرم منظور 19 اپریل سے انگلینڈ میں ہیں جہاں وہ کلب کرکٹ میں حصہ لیں گے تاہم ان کا کہنا ہے کہ میرے لیے وطن کی نمائندگی سب سے اہم ہے، اس لیے اگر سلیکشن کمیٹی نے انہیں پاکستانی دستے میں شامل کیا تو وہ ملک کے لیے خدمات انجام دینے کو دستیاب ہوں گے۔

مجھے پتہ ہے کہ پاکستان ٹیم میں واپسی کے لیے سخت محنت اور بھرپور فٹنس کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے میں ہمہ وقت کرکٹ سے جڑا رہتا ہوں

چیمپئنز ٹرافی کا سلسلہ ختم؛ 2013 میں آخری ٹورنامنٹ ہوگا

بین الاقوامی کرکٹ کونسل آئی سی سی نے تمام طرز کی کرکٹ میں صرف ایک بڑے ٹورنامنٹ کے انعقاد کی طرف عملی قدم اٹھاتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ ایک روزہ مقابلوں کے دوسرے سب سے بڑے ٹورنامنٹ چیمپئنز ٹرافی کا سلسلہ ختم کیا جارہا ہے۔ آئی سی سی کے اس فیصلے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ آئندہ سال انگلستان میں ہونے والی چیمپئنز ٹرافی 2013 اپنے سلسلے کی آخری کڑی ہوگی اور مستقبل میں عالمی سطح پر ایک روزہ کرکٹ میں کا واحد بڑا ٹورنامنٹ "عالمی کپ" ہی کھیلا جائے گا۔ گذشتہ چیمپئنز ٹرافی سال 2009 میں کھیلی گئی جس میں آسٹریلوی ٹیم نے اپنے اعزاز کا کامیاب دفاع کیا۔ دبئی میں ہونے والے آئی سی سی کے ایگزیکٹو بورڈ اجلاس کے بعد چیف ایگزیکٹو ہارون لورگاٹ نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ہم نے چند ماہ قبل کہا تھا کہ ہم ہر طرز کی کرکٹ میں صرف ایک چیمپئن شپ ٹورنامنٹ چاہتے ہیں، اس لیے ہم نے ٹیسٹ چیمپئن شپ کو جگہ دی ہے اور اس کی جگہ ون ڈے چیمپئنز ٹرافی کو نکالا جارہا ہے۔ چونکہ 50 اوورز کی طرز عالمی کپ پہلے ہی موجود ہے اور ٹیسٹ چیمپئن شپ کے لیے جگہ نکالنے کی چیمپئنز ٹرافی ٹورنامنٹ کو ختم کرنا ہوگا۔" یاد رہے کہ ورلڈ ٹیسٹ چیمپئن شپ کا انعقاد 2013 میں طے تھا جس کے لیے بین الاقوامی کرکٹ کونسل اسی سال طے شدہ ٹیسٹ چیمپئن شپ کی راہ ہموار کرنے کے لیے اس کا خاتمہ چاہتی تھی تاہم نشریات کار اور معاونین) اسپانسرز (اپنے ممکنہ مالی خسارے کے باعث آڑے آگئے اور آئی سی سی پر دباؤ ڈال کر ٹیسٹ چیمپئن شپ کو 2017 تک موخر کرادیا۔ ظاہری بات ہے کہ نشریات کار ای ایس پی این اسٹار اسپورٹس کے لیے محدود اوورز کا ایک ٹورنامنٹ مالی لحاظ سے زیادہ فائدہ مند ہوسکتا ہے اس لیے اس نے اپنا جھکاؤ اسی جانب دکھایا اور اس کی جگہ ٹیسٹ چیمپئن شپ کے کوالیفائرز کی رائے رد کر دی۔ آئی سی سی کو نشریات کاروں اور اسپانسرز کے ہاتھوں یرغمال ہو کر ٹیسٹ چیمپئن شپ موخر کرنا پڑی اور اس خفت کا بدلہ اب وہ چیمپئنز ٹرافی ٹورنامنٹ کے خاتمے کے ذریعے مٹانے کی کوشش کررہا ہے۔ ٹیسٹ چیمپئن شپ موخر کرنے کے فیصلے پر کرکٹ کے روایتی حلقوں کی جانب سے آئی سی سی پر سخت تنقید کی گئی اور کرکٹ قوانین کے رکھنے میری لیبون کرکٹ کلب) ایم سی سی (نے اسے ٹیسٹ کرکٹ پر کاری ضرب قرار دیا۔ چیمپئنز ٹرافی پہلی بار 1998 میں ایک ناک آؤٹ ٹورنامنٹ کی صورت میں کھیلی گئی جس کے بعد سے اسے عالمی کپ کے بعد آئی سی سی کے دوسرے سب سے بڑے ٹورنامنٹ کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ ٹورنامنٹ اب تک ہر دو سال بعد منعقد ہوتا آرہا ہے اور 2009 کے بعد یہ 2013 میں انگلستان میں کھیلا جائے گا جہاں آخری مرتبہ دنیائے کرکٹ کی سرفہرست 8 ٹیمیں ایک ون ڈے ٹورنامنٹ میں آمنے سامنے ہوں گی۔ 1998 میں کھیلی گئی پہلی چیمپئنز ٹرافی جنوبی افریقہ کے نام رہی جبکہ دوسری ٹرافی کا فاتح نیوزی لینڈ بنا۔ سال 2002 میں اس ٹورنامنٹ کا فائنل مقابلہ دو کوششوں کے باوجود نتیجہ خیز نہ ثابت ہوسکا جس پر بھارت اور سری لنکا کو مشترکہ فاتح قرار دیا گیا۔ سال 2004 کی چیمپئنز ٹرافی انگلستان کے نام رہی جو اس ٹورنامنٹ کا میزبان بھی تھا۔ اب تک کھیلی گئی 6 چیمپئنز ٹرافیز میں آسٹریلیا کی ٹیم مسلسل 2 بار 2006 اور 2009 میں اس اعزاز کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوچکی ہے۔

بزرگوں کے کہنے پر فلم میں کام کرنیکا ارادہ ترک کیا، آفریدی

سپر اسٹار شاہد خان آفریدی نے کہا ہے کہ میں کرکٹ میں نام کمانا چاہتا ہوں اور فلموں میں کام نہیں کروں گا۔ شاہد آفریدی نے کہا کہ مشہور اداکار ہمایوں سعید مجھے کرکٹ کے حوالے سے بنائی گئی اپنی فلم میں کرکٹر کا کردار دینا چاہتے تھے لیکن میرے بزرگوں نے اس خبر پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے مجھے منع کیا ہے کہ میں فلموں میں کام نہ کروں۔ اس لئے میں نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا ہے۔ اب میں کسی فلم میں کام نہیں کروں گا میرے بزرگوں نے سختی سے کہا ہے کہ کرکٹ پر توجہ دوں، کرکٹ نے مجھے شہرت دی اور شناخت دی میں کرکٹ ہی کے ذریعے مزید نام کمانا چاہتا ہوں اور اپنے کرکٹ کیریئر کو طول دینا چاہتا ہوں۔

دھونی ٹیسٹ کے ذہین کپتان نہیں......اظہر الدین

سابق بھارتی کپتان محمد اظہر الدین کا کہنا ہے کہ مہندر سنگھ دھونی ٹیسٹ میچ کے لیے ذہین اور بہتر کپتان نہیں، کھیل کے تینوں فارمیٹس کے لیے مختلف کپتان ہونا چاہیے۔ اظہر الدین کا کہنا تھا کہ دھونی ہمیشہ ٹی ٹوئنٹی اور ون ڈے کے لیے ایک اچھے کپتان ثابت ہوئے، لیکن ٹیسٹ میچ کی کپتانی کے لیے دھونی میں ذہانت کی کمی نظر آتی ہے۔ روہت شرما ٹیسٹ ٹیم میں راہول ڈریوڈ کا متبادل ہوسکتے ہیں۔

اسٹورٹ لا نے بنگلہ دیشی کوچ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا

بنگلہ دیش کے دورہ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی کوچ اسٹورٹ لا نے اپنے عہدے سے حیران کن طور پر استعفیٰ دے دیا ہے۔ آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے کوچ نے رواں سال جون تک کے لیے بنگلہ دیش کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا لیکن انہوں نے معاہدے کے اختتام سے تقریباً ڈھائی ماہ قبل ہی اپنی ذاتی وجوہات کو بنیاد بناتے ہوئے عہدہ چھوڑنے کا اعلان کر دیا ہے تاہم معاہدے کے مطابق وہ جون 2012ء تک اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ لیکن اس کے باوجود اتنے اچانک استعفیٰ دینے کی فوری وجہ دورہ پاکستان کا اعلان کرنے کو سمجھا جارہا ہے۔ گو کہ وہ ابھی جون کے اختتام تک بنگلہ دیش کے ہیڈ کوچ رہیں گے اور اس دوران اپریل کے آخری ایام میں ہونے والے دورہ پاکستان میں بھی ذمہ داریاں انجام دیں گے لیکن چند ہفتے قبل جب پاک۔ بنگلہ سیریز کے انعقاد کی خبریں بہت زیادہ گردش میں تھیں، ایک خبر سامنے آئی تھی کہ اسٹورٹ لا نے بورڈ حکام کو آگاہ کردیا ہے کہ اگر ٹیم کو پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا تو وہ اس کے ساتھ نہیں جائیں گے اسٹورٹ لا کا استعفیٰ دے دینا عجیب سا لگتا ہے اور عین ممکن ہے کہ یہ اعلان اسی دھمکی کا تسلسل ہو۔ بہرحال، اسٹورٹ لا نے استعفیٰ دینے کو اپنے لیے ایک افسوسناک مرحلہ قرار دیا اور کہا کہ میں ڈیڑھ سال برصغیر میں گزارنے کے بعد اب گھر واپس جاں گا، اس عرصے میں میں نے بنگلہ دیش کے علاوہ سری لنکا کی بھی کوچنگ کی۔ انہوں نے کہا کہ کرکٹ میری زندگی میں بہت اہمیت کا حامل ہے لیکن گزشتہ چند سالوں میں میں نے اس حقیقت کو پایا ہے کہ اپنے اہل خانہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اب ان کو وقت دینا چاہتا ہوں۔ بنگلہ دیش نے اسٹورٹ لا کی زیر تربیت چند ہفتے قبل ایشیا کپ 2012ء کے فائنل کے لیے کوالیفائی کیا اور انتہائی سنسنی خیز مقابلے کے بعد پاکستان کے ہاتھوں دو رنز سے شکست کھائی۔ اس مقابلے سے قبل بنگلہ دیش نے عالمی چیمپئن بھارت اور سری لنکا کو شکست دی اور حیران کن طور پر فائنل میں جگہ پائی۔ اسے بلاشبہ بنگلہ دیش کی کرکٹ تاریخ کے یادگار ترین لمحات میں سے ایک قرار دیا جاسکتا ہے اور ٹیم کو اس مقام تک پہنچانے کے بعد اسٹورٹ لا کی اچانک روانگی بنگلہ دیش کرکٹ کے لیے یقیناً ایک بہت بڑا دھچکا ہوگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جون تک معاہدے کے پابند اسٹورٹ لا ٹیم کے ساتھ پاکستان کا دورہ کرتے ہیں یا نہیں۔ جو 2009ء کے بعد پاکستانی سرزمین پر ہونے والے پہلے بین الاقوامی مقابلے ہوں گے۔ اگر اسٹورٹ پاکستان نہیں آتے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ ان کے استعفے کی وجوہات دراصل خاندانی نہیں بلکہ بورڈ حکام کے ساتھ اختلافات تھے، جنہوں نے ان کی رائے کو پس پشت ڈالتے ہوئے دورہ پاکستان کی منظوری دی۔ اسٹورل لا نے گزشتہ سال عالمی کپ میں مایوس کن کارکردگی کے بعد استعفیٰ دینے والے بنگلہ دیشی کوچ جمی سیڈنز کی جگہ جولائی میں ایک سال کی مدت کے لیے عہدہ سنبھالا تھا۔

پاکستان پریمیئر لیگ: بورڈ کا متعدد غیر ملکی پلیئرز سے رابطہ پاکستان کرکٹ بورڈ نے رواں برس پاکستان پریمیئر لیگ کے انعقاد کی کوششیں تیز کرتے ہوئے متعدد غیر ملکی کھلاڑیوں سے رابطے شروع کردیے، سابق اور موجودہ کرکٹرز نے برائن لارا، سنتھ جے سوریا اور اینڈریو سائمنڈز کو پاکستان آنے کیلئے راضی کر لیا۔ پی سی بی ذرائع کے مطابق غیر ملکی کھلاڑیوں سے رابطوں کیلئے سابق اور موجودہ پاکستانی کرکٹرز کو استعمال

کیا جارہا ہے جس کیلئے راشد لطیف، شاہد آفریدی اور معین خان سمیت کئی کرکٹرز پیش پیش ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ سابق ویسٹ انڈین کپتان برائن لارا، سابق سری لنکن کپتان سنتھ جے سوریا اور سابق آسٹریلوی آل راؤنڈر اینڈریو سائمنڈز نے پی پی ایل کھیلنے کی دعوت قبول کرتے ہوئے پاکستان آنے کی یقین دہانی کرا دی ہے۔ اس کے علاوہ ویسٹ انڈیز، انگلینڈ، جنوبی افریقا، زمبابوے، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے کئی کرکٹرز بھی دورہ پاکستان کے لئے آمادگی ظاہر کر چکے ہیں۔ بھارت اور بنگلہ دیش کے کسی کھلاڑی نے تا حال پی پی ایل کھیلنے میں دلچسپی ظاہر نہیں کی تاہم بعض سابق کھلاڑی پاکستان پریمئر لیگ کھیلنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

ایڈن گارڈنز میں کھیل کر بہتر محسوس ہوتا ہے......شکیب الحسن

کولکتہ نائٹ رائیڈرز کے بنگلہ دیشی آل راؤنڈر شکیب الحسن کا کہنا ہے کہ وہ کولکتہ کے ایڈن گارڈنز میں کھیل کر ہمیشہ ہوم گراؤنڈ جیسا محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ سیزن کے پہلے میچ میں وہ تھوڑے نروس تھے۔ لیکن کولکتہ میں مجھے ہوم گراؤنڈ جیسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ میں انڈر 15 کے دور سے یہاں کھیل رہا ہوں اور یہاں بہت پر اعتماد محسوس کرتا ہوں۔ شکیب الحسن کا مزید کہنا تھا کہ یہ درست ہے کہ ہماری شروعات اچھی نہیں تھی لیکن اب امید ہے کہ ہم جیت کی طرف گامزن ہیں۔ یاد رہے کہ شکیب نے راجستھان رائلز کے خلاف جیت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

ریٹائرمنٹ سے پہلے اپنا متبادل تیار کردوں گا، سعید اجمل

قومی کرکٹ ٹیم کے آف سپنر سعید اجمل کا کہنا ہے کہ وہ 2015ء ورلڈ کپ تک پاکستان کی نمائندگی کیلئے پرعزم ہیں۔ اپنے انٹرویو میں سعید اجمل نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ میں ریٹائرمنٹ سے قبل اپنا متبادل تیار کردوں گا، بحیثیت ٹاپ اسپنر میری ذمہ داری ہے کہ میں نوجوانوں کو اسپن بولنگ پر مہارت دوں اور اس قابل بناں کہ وہ میرے بعد ٹیم میں اسپن بولنگ کی باگ ڈور سنبھال سکیں۔ سعید اجمل کا کہنا تھا کہ پاکستان باصلاحیت کھلاڑیوں سے مالا مال ہے اور یہاں اسپنرز کی کوئی کمی نہیں۔ آف اسپنر کا کہنا تھا کہ انہیں دیر سے انٹرنیشنل کرکٹ کھیلنے پر کوئی افسوس نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں 19 سال کی عمر میں انٹرنیشنل کرکٹ میں قدم رکھ دیتا تو ہوسکتا ہے کہ مجھے یہ مقام نہ ملتا، اس لیے میں خوش ہوں کہ دیر سے ہی صحیح لیکن انٹرنیشنل کرکٹ میں میں نے اپنا نام پیدا کرلیا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کے تمام آف اسپنرز دوسرا کو سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے لیے بہت زیادہ پریکٹس اور نتائج حاصل کرنے کے لیے صبر کرنا ہوتا ہے۔

محمد عامر مزید کتنی سالگرہ پابندی کی زد میں منائیں گے؟؟

اگر دنیا بھر کے کرکٹ شائقین سے بھی یہ سوال کیا جائے تو ماضی قریب میں کس گیند باز نے عالمی منظرنامے پر سب سے زیادہ تہلکہ مچایا؟ تو اکثریت کا جواب صرف ایک ہوگا پاکستان کا محمد عامر۔ یہ نوجوان جب 17 سال کی عمر میں پہلی بار عالمی سطح کے کسی مقابلے کے لیے میدان میں اترا تو کئی لوگوں کی نظریں اس پر مرکوز تھیں کیونکہ یہ بائیں ہاتھ سے بالنگ کرنے والے تاریخ کے عظیم ترین بالر وسیم اکرم کی پسند تھا اور چند ہی مقابلوں میں عامر نے اپنی اہلیت کو ثابت کر دکھایا۔ کرکٹ میں تبدیل ہوتے قوانین اور اس کے نتیجے میں گیند بازوں پر پڑنے والے اثرات کی وجہ سے دور جدید میں بالنگ خصوصاً تیز بالنگ کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حال ہی میں جتنے اچھے بالر اُبھرے ہیں وہ سب اسپنر ہیں اور اب بھی عالمی درجہ بندی میں سرفہرست بالرز میں سے کافی بڑی تعداد اسپنرز کی ہے۔ اس لیے ایسے دور میں کسی ایسے تیز بالر کا اُبھرنا اس فن کے لیے ایک نیک شگون تھا۔ انہوں نے 2009ء میں انہوں نے اپنے ڈومیسٹک کیریئر کا آغاز کیا اور نیشنل بینک کی جانب سے کھیلتے ہوئے 55 وکٹیں حاصل کیں اور فوری طور پر ورلڈ ٹی ٹوئنٹی کے لیے پاکستانی دستے میں جگہ حاصل کی۔ ٹورنامنٹ میں اہم مواقع پر بہترین بالنگ کرکے ٹیم میں اپنا مقام مضبوط کیا اور بعد ازاں پاکستان نے ٹی ٹوئنٹی کا عالمی اعزاز بھی اپنے نام کیا۔ انہوں نے ٹورنامنٹ میں کئی اہم اوورز کرائے جن میں سب سے اہم فائنل کا پہلا اوور تھا جب انہوں نے پانچویں گیند پر تلکارتنے دلشان کو صفر پر آؤٹ کیا اور پاکستان کو میچ میں ابتدا ہی سے برتری دلائی۔ شاندار کارکردگی پر محمد عامر کو وسیم اکرم کا جانشیں کہا گیا یہاں تک کہ خود وسیم اکرم نے کہا کہ 18 سال کی عمر میں میں اتنی غیر معمولی قابلیت کا حامل نہیں تھا جتنا کہ عامر ہے۔ سری لنکا کے خلاف ٹیسٹ کیریئر کا آغاز کرنے کے بعد انہوں نے نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور انگلستان کے دورے کیے اور اپنی کارکردگی کو بہتر سے بہتر بناتے چلے گئے اور دنیا بھر کے ماہرین نے انہیں مستقبل کا بہت بڑا اثاثہ قرار دیا۔ خصوصاً 2010ء میں انگلستان میں آسٹریلیا کے خلاف کھیلی گئی سیریز میں ان کی بالنگ اور بعد ازاں انگلستان کے خلاف ان کی کارکردگی کسے یاد نہ ہوگی؟ ان کی ہوا میں تیرتی دگھومتی ہوئی اور ساتھ ساتھ بجلی کی کوند کی طرح وکٹوں پر لپکتی ہوئی گیندیں بلے بازوں کے لیے بھیانک خواب بن گئی تھیں۔ لیکن اک ایسے وقت میں جب وہ اپنے کیریئر کی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے تھے ان کا نام اسپاٹ فکسنگ تنازع میں آ گیا۔ ایک روز قبل جہاں انہوں نے 50 ٹیسٹ وکٹیں حاصل کرنے والے کم عمر ترین گیند باز) صرف 18 سال (کا اعزاز حاصل کیا تو اگلے ہی روز برطانیہ کے اخبار نیوز آف دی ورلڈ نے شہ سرخیاں لگائیں کہ پاکستان کے تین کھلاڑی جان بوجھ کو نوبالز پھینکنے اور اس کے بدلے میں سٹے بازوں سے رقم لینے میں ملوث ہیں اور اس سازش میں کپتان سلمان بٹ اور تیز گیند باز محمد آصف کے ساتھ نوجوان محمد عامر کا نام بھی لیا گیا۔ تحقیقات کے بعد سب سے پہلے بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے تینوں کھلاڑیوں پر کم از کم 5، 5 سال کی پابندی عائد کی اور بعد ازاں برطانیہ کی عدالت نے دھوکہ دہی و بدعنوانی کے مقدمے میں محمد عامر کو 6 ماہ قید کی سزا سنائی۔ اب جبکہ محمد عامر اپنی 20 ویں سالگرہ 14 اپریل کو منا چکے ہیں، اس وقت دنیائے کرکٹ کی سب سے بڑی بحث یہ ہے کہ کیا محمد عامر دوبارہ کرکٹ کھیلتے ہوئے نظر آئیں گے؟ اس حوالے سے مختلف آرا سامنے آئی ہیں، بین الاقوامی کرکٹ کونسل کا تو صاف کہنا ہے کہ وہ عائد کی گئی پابندی میں کسی طور کمی نہیں کرے گا تاہم آنے والے اجلاس میں محمد عامر کے معاملے پر غور کرنے کا ضرور کہا ہے۔ اس کے علاوہ حال ہی میں آئی سی سی نے نوجوان کھلاڑیوں کو سٹے بازوں سے محفوظ رکھنے کیلئے ایک انتباہی وڈیو میں محمد عامر کو پیش کیا ہے۔ فی الوقت تو ایسا ہی لگتا ہے کہ عامر کو ستمبر 2015ء کا انتظار کرنا پڑے گا جب ان پر عائد پانچ سال کی پابندی مکمل ہو جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی میں یہ سوال بھی اُبھرتا ہے کہ پانچ سال تک کرکٹ سے باہر رہنے کے بعد بھی کیا وہ اتنے ہی فٹ ہوں گے جتنے 2010ء کے وسط میں تھے؟ اور اس سے بھی اہم بات یہ کہ کیا پاکستان کرکٹ بورڈ ایک سزا یافتہ کھلاڑی کو ایک مرتبہ پھر قومی کرکٹ ٹیم میں کھلانے کا خطرہ مول لے گا؟ ان تمام سوالات کا جواب تو وقت ہی بتائے گا لیکن یہ امر حقیقت ہے کہ اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے نتیجے میں جہاں دنیا کو ایک شاندار بالر سے محروم ہونا پڑا وہیں یہ موجودہ اور آنے والے کھلاڑیوں کے لیے ایک نشانِ عبرت ہے کہ اس معاملے پر کوئی رعایت نہیں بخشی جائے گی چاہے وہ کتنا ہی اچھا کھلاڑی اور کتنا ہی کم عمر کیوں نہ ہو۔

کین ولیم سن ......دفاع اور جارح مزاجی پر عبور رکھنے والا بلے باز بن چکا ہے

کین ولیم سن کیوی بیٹنگ ٹاپ آرڈر میں اپنی اہلیت منوانے میں اس وقت کامیاب ہو چکا ہے 2006ء میں فرسٹ کلاس ڈیبیو کا آغاز کرنے والے کیوی بلے باز نے اپنا پہلا فرسٹ کلاس میچ دورے پر آئی ہوئی بھارتی انڈر 19 ٹیم کے خلاف کھیلا' کرکٹ فیملی میں جنم لینے والے کین ولیم سن کے والد ناردرن ڈسٹرکٹ کی انڈر 17 لیول میں نمائندگی کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں 2007ء میں کین ولیم سن کو جلیٹ کپ اسکول ٹورنامنٹ میں پلیئر آف دی ٹورنامنٹ کا اعزاز ملا جبکہ اسی سال کے آخر میں بنگلہ دیش کی سینئر ٹیم کے خلاف بارش سے متاثرہ میچ میں وہ 65 گیندوں پر 47 رنز کی متاثر کن باری کھیلنے میں کامیاب رہا۔ کین ولیم سن نے پارٹ ٹائم اسپنر کا کردار بھی بخوبی نبھایا ہے۔ 2008ء میں ملائیشیا میں انڈر 19 ورلڈ کپ میں اس کی عمدہ فارم بھی سلیکٹرز کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سبب بنی جبکہ 2009ء اور 2010ء کے سیزن میں ڈومیسٹک میں اس کے بیٹ سے اگلتے رنز دیکھ کر سلیکٹرز نے اسے قومی ٹیم میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔ آسٹریلیا کے خلاف سیریز کے دوسرے ٹیسٹ میں جو کہ ہملٹن میں کھیلا گیا وہ 15 رکنی ٹیم میں شامل تھا مگر اسے کیوی ٹیم کی نمائندگی کا موقع نہ مل سکا۔

اسی سیزن میں وہ قومی ون ڈے ٹورنامنٹ میں 77.62 کی اوسط سے 621 رنز بنا کر ایونٹ کا ٹاپ اسکورر بھی رہا جس کے نتیجے میں سری لنکا میں کھیلی گئی ٹرائنگولر سیریز کے لئے اسے قومی ٹیم کا حصہ بنایا گیا۔ 8 اگست 1990ء کو تارنگا میں جنم لینے والے کیوی بلے باز نے بالآخر اپنے خوابوں کی تعبیر بھارتی ٹیم کے خلاف احمد آباد میں 4 نومبر 2010ء میں کھیلے گئے ٹیسٹ میں ٹیم کی نمائندگی کے ذریعے حاصل کی اور ٹیسٹ میچ کو یادگار بناتے ہوئے اولین ٹیسٹ میں سنچری اسکور کر ڈالی وہ آٹھویں کیوی بلے باز بھی قرار پائے جنہوں نے اولین ٹیسٹ میں سنچری اسکور کی۔ 131 رنز کی باری کھیلنے کے علاوہ ولیم سن نے 67 رنز کے عوض ایک وکٹ بھی حاصل کی جبکہ اگلے ہی ٹیسٹ میں جو کہ حیدر آباد دکن میں تھا وہ پہلی باری میں 4 رنز بنانے کے بعد دوسری اننگز میں 67 رنز کی اننگز کھیلنے میں کامیاب رہے۔ ناگپور ٹیسٹ میں وہ صفر اور 8 رنز ہی اسکور کر سکے جبکہ 45 رنز کے عوض ایک وکٹ حاصل کی۔ جنوری 2011ء میں پاکستانی ٹیم کیویز کی مہمان بنی تو ہملٹن میں ولیم سن نے 50 اور ایک رنز اسکور کیے۔ جبکہ ویلنگٹن میں 21 اور 15 رنز کی باریاں ہی کھیل سکے۔ زمبابوے کے ٹور پر وہ ٹیم کا حصہ تھے جو کہ نومبر 2011ء میں کیوی ٹیم نے کیا اور بلاوایو ٹیسٹ میں 49 اور 68 رنز کی باریاں بہر حال قابل قدر تھیں۔

دسمبر 2011ء میں کینگروز کے دیس میں آسٹریلیا کے خلاف وہ 19 اور صفر رنز ہی بنا سکے جبکہ ہوبارٹ میں بھی 19 اور 34 رنز بنا سکے۔ جنوری 2012ء میں زمبابوے کی ٹیم کیویز کے ٹور پر آئی تو نیپیئر ٹیسٹ کی واحد اننگز میں کین ولیم سن 4 رنز ہی جوڑ سکے' مارچ 2012ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف ڈینیڈن ٹیسٹ کی واحد اننگز میں 11 رنز بنانے کے بعد کین ولیم سن نے ہملٹن ٹیسٹ کی پہلی اننگز میں صفر پر آؤٹ ہونے کا ازالہ اگلی اننگز میں 77 رنز کی باری سے کیا جبکہ ویلنگٹن ٹیسٹ میں کیریئر کی دوسری سنچری *102 ناٹ آؤٹ انہوں نے اسکور کی پہلی اننگز میں وہ 39 رنز کی باری جڑنے میں کامیاب رہے تھے۔ 12 ٹیسٹ میں کین ولیم سن 721 رنز 56.00 کی اوسط سے بنا چکے ہیں' 131 بہترین اسکور رہا جبکہ 5 ٹیسٹ وکٹیں اور 8 کیچ بھی ان کے اکاؤنٹ میں موجود ہیں۔

کین ولیم سن کے ون ڈے انٹرنیشنل کیریئر کا آغاز خاصا مایوس کن رہا وہ 10 اگست 2010ء کو دمبولا میں بھارت کے خلاف کھیلے مگر کوئی رن نہ بنا سکے تاہم 2 رنز کے عوض ایک وکٹ اور دو کیچ تھامے۔ 13 اگست کو اپنے اگلے میچ میں بھی وہ کھاتہ نہ کھول سکے بھارت کے خلاف 25 اگست کو اپنے تیسرے میچ میں بھی وہ 13 رنز ہی اسکور کر سکے۔ تاہم 14 اکتوبر 2010ء کو ڈھاکہ میں بنگلہ دیش کے خلاف انہوں نے اپنے کیریئر کی اولین سنچری 108 رنز کی کھیلی بھارتی ٹور میں 28 نومبر کو گوہاٹی میں 25 رنز کی باری کھیلنے کے بعد جے پور میں یکم دسمبر کو 29 رنز اور 4 دسمبر کو ویدودرا میں 21 رنز اسکور کیے۔ 29 جنوری 2011ء کو پاکستان کے خلاف کرائسٹ چرچ میں 42 اور یکم فروری کو نیپیئر میں 15 رنز اسکور کیے۔ ورلڈ کپ 2011ء میں کینیڈا کے خلاف 34 ناقابل شکست سری لنکا کے خلاف 5' جنوبی افریقہ کے خلاف 38 ناٹ آؤٹ اور سری لنکا کے خلاف 22 رنز اسکور کیے۔ زمبابوے کے خلاف 20 اکتوبر 2011ء کو ہرارے میں بیٹنگ نہیں آئی' 22 اکتوبر کو ہرارے میں 22 ناٹ آؤٹ اور 25 اکتوبر کو بلاوایو میں کیریئر کی دوسری سنچری 100 ناٹ آؤٹ رنز بنائے۔ 3 فروری 2012ء کو زمبابوے کے خلاف ڈینیڈن میں 35' وانگھیری میں 4 اور نیپیئر میں 38 رنز بنائے۔ جنوبی افریقہ کی ٹیم کیویز کے دورے پر آئی تو فروری میں رواں سال انہوں نے 3 میچوں میں 55' 13 اور 22 رنز کی باریاں کھیلیں۔ 24 ون ڈے انٹرنیشنل میچز کھیلنے کے بعد کین ولیم سن نے مجموعی طور پر 633 رنز 35.16 کی اوسط سے بنائے جس میں دو سنچریاں شامل تھیں جبکہ 4 وکٹیں اور 8 کیچ بھی ان کے حصے میں آئے۔

کین ولیم سن کو 15 اکتوبر 2011ء کو اپنے ٹی ٹوئنٹی کیریئر کے آغاز کا موقع ہرارے میں زمبابوے کے خلاف میچ سے ملا جہاں ان کی بیٹنگ نہ آ سکی' 11 فروری 2012ء کو زمبابوے کے خلاف بھی انہوں نے اپنے دوسرے ون ڈے انٹرنیشنل میں 48 رنز بنانے کے بعد 6 رنز کے عوض ایک وکٹ بھی حاصل کی۔ 14 فروری کو ہملٹن میں 20 ناٹ آؤٹ رنز بنائے جبکہ جنوبی افریقہ کے خلاف فروری میں رواں سال 3 ٹی ٹوئنٹی میچوں میں انہوں نے 24' 28 ناٹ آؤٹ اور 6 رنز بنائے۔ 6 ٹی ٹوئنٹی میچوں میں کین ولیم سن نے 126 رنز 42.00 کی اوسط سے بنائے' 48 بہترین اسکور رہا جبکہ ایک وکٹ بھی حاصل کی۔

22 سالہ کیوی بلے باز نے نومبر 2010ء میں اپنے اولین ٹیسٹ میں سنچری اسکور کر کے جو امید روشن کی تھی وہ اسے اگلے سال 2011ء میں برقرار نہ رکھ سکا تاہم رواں سال جنوبی افریقہ کے خلاف اس نے 102 رنز کی اننگز کھیل کر کیوی ٹیم کو شکست سے محفوظ رکھ کر دوبارہ خود کو منوایا کہ اس میں وکٹ پر ٹھہرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ وہ دفاع اور جارح مزاجی کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے لیکن اپنے ٹمپرامنٹ پر قابو رکھے تو کئی بڑی اننگز وہ کھیل سکتا ہے۔ کین ولیم سن ان گنے چنے کھلاڑیوں میں شامل ہے جو کہ تینوں فارمیٹ کی کرکٹ میں اپنی ٹیم کا حصہ بنے رہنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

(کے یو)

کین ولیم سن

چوکوں، چھکوں اور رم جھم نے بھارت کو زیر کر لیا

کولن انگرام اور جیک کیلس کے چوکوں، چھکوں کی بارش اور پھر برسات نے بھارت کے ارادوں پر پانی پھیر دیا اور واحد ٹی ٹوئنٹی میں اسے جنوبی افریقہ کے ہاتھوں 11 رنز سے شکست کھانا پڑی۔ ڈک/ورتھ لوئس نظام کے تحت طے شدہ ہدف سے عدم آگہی، بلکہ اگر کہا جائے کہ حاضر دماغی سے کام نہ لینے، کا نتیجہ دورے کی واحد مہم میں ہار کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ ایک ایسے وقت میں رکھے جانے والے ٹی ٹوئنٹی میچ نے، جو بھارت کے ایشیا کپ اور انڈین پریمیئر لیگ کے درمیان موجود مختصر سے وقفے کے درمیان اور جنوبی افریقہ کے دورِ نیوزی لینڈ کے فوراً بعد طے کیا گیا، کئی ماہرین کو حیران کر دیا کہ آخر ایسے موقع پر صرف ایک ٹی ٹوئنٹی میچ کھیلنے کے لیے اتنا طویل سفر کرنے کا مقصد کیا تھا؟ بہرحال، ہدف جو بھی جوہانسبرگ کے تاریخی وینڈررز اسٹیڈیم میں تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرے میدان میں مقابلے کا آغاز ہوا تو ایسا لگا گویا دونوں ٹیموں میں طویل سفر کی کوئی تکان نہیں ہے۔ خصوصاً جنوبی افریقہ کے جیک کیلس نے اپنی دھواں دار بیٹنگ سے سب کو حیران کر دیا جو نیوزی لینڈ سے طویل سفر کے بعد میچ سے کچھ دیر قبل ہی جوہانسبرگ پہنچے تھے لیکن آتے ہی انہوں نے بھارتی گیند بازوں سے جس بے رحمی کا سلوک کیا وہ اس عمر میں بھی ان کی بھرپور فٹنس کو ظاہر کرتا ہے۔ 42 گیندوں پر 61 رنز کی اننگز کے دوران انہوں نے 2 چھکے اور 5 چوکے لگائے۔ جس میں ویرات کوہلی کو مسلسل تین گیندوں پر لگائے گئے چوکے بھی شامل تھے لیکن اگلے اوور میں وہ روی چندر ایشون کی گیند کو میدان سے باہر پھینکنے کی کوشش میں روہیت شرما کے ہاتھوں کیچ آؤٹ ہو گئے۔

کیلس کی اس عمدہ اننگز کے باوجود جنوبی افریقہ کے سب سے نمایاں بلے باز کولن انگرام تھے۔ جنہوں نے محض 50 گیندوں پر 3 چھکوں اور 8 چوکوں کی مدد سے 78 رنز بنائے۔ یہ ان کی ٹی ٹوئنٹی بین الاقوامی کیریئر کی پہلی نصف سنچری تھی۔ انگرام نے آؤٹ ہونے سے قبل ونے کمار کے ایک اوور میں ایک چھکا اور تین چوکے رسید کیے۔ دونوں کھلاڑیوں نے دوسری وکٹ پر 119 رنز بنائے اور وہ بھی محض 80 گیندوں پر۔ دونوں کے یکے بعد دیگرے پویلین لوٹنے کے باوجود جنوبی افریقہ کی رنز بنانے کی رفتار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور 19 ویں اوور میں اپنا پہلا ٹی ٹوئنٹی کھیلنے والے فرحان بہاردین اور جسٹن اونٹونگ نے 14 رنز لوٹے جبکہ دھونی کے سریش رینا سے آخری اوور کرانے کا فیصلہ بھی غلط ثابت کیا جس میں 26 رنز بنائے۔ میچ کی آخری گیند پر روی چندر ایشون نے ایک سادہ سا کیچ چھوڑ کر جنوبی افریقہ کو 6 رنز تحفے میں دیئے۔ اونٹونگ نے 22 رنز بنائے جبکہ فرحان 20 اور البے مورکل 3 گیندوں پر 16 رنز بنا کر ناقابلِ شکست رہے۔ جس کی بدولت جنوبی افریقہ نے مقررہ 20 اوورز میں صرف 4 وکٹوں کے نقصان پر 219 رنز کا زبردست مجموعہ اکٹھا کیا۔ بھارت کے تمام ہی گیند بازوں کو خوب رنز پڑے لیکن سریش رینا کے 4 اوورز میں 49 اور عرفان پٹھان کے 4 اوورز میں 44 رنز سب سے نمایاں رہے۔ جواب میں بھارت نے بھرپور جوابی کارروائی کی اور گوتم گمبھیر کی تیز رفتار اننگز کی بدولت آٹھویں اوور تک 71 رنز تو بنا لیے لیکن ان کی نظریں شاید ڈک ورتھ لوئس نظام کے تحت مقررہ ہدف پر نہیں تھیں یہی وجہ ہے کہ جب آٹھویں اوور کی آخری گیند سے قبل بارش نے میچ کو آ لیا تو بھارت ہدف سے 11 رنز پیچھے تھے۔ گمبھیر نے 28 گیندوں پر 49 رنز بنائے جس میں مورنے مورکل کے پہلے اوور میں مسلسل تین گیندوں پر دو چوکے اور ایک چھکا اور میچ کے اختتام سے قبل دو گیندوں پر دو چوکے شامل تھے، لیکن یہ کوشش بھی بھارت کے کسی کام نہ آئی اور اسے اوتھاپا کی نسبتاً سست بلے بازی کی قیمت چکانا پڑی۔ اوتھپا 19 گیندوں پر صرف 18 رنز بنا پائے۔ کولن انگرام کو 78 رنز کی عمدہ اننگز کھیلنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

پہلی اننگز میں ڈکلیئریشن کے باوجود شکست کھانے والی بدقسمت ٹیمیں

آسٹریلیا کے دورہ ویسٹ انڈیز میں بہت ہی زبردست معرکہ آرائی دیکھنے میں آئی۔ آسٹریلیا کی قوت کا اندازہ دنیا کی تمام کرکٹ ٹیموں کو بخوبی ہے لیکن جس جرات و بہادری کے ساتھ ویسٹ انڈیز نے اس کا سامنا کیا اس نے سیریز کو بہت ہی دلچسپ بنا دیا۔ ایک روزہ اور ٹی ٹوئنٹی سیریز کے برابری کی بنیاد پر خاتمے کے بعد سب شائقین کرکٹ کی نظریں ٹیسٹ سیریز پر مرکوز تھیں جہاں پہلا مقابلہ سنسنی خیز مراحل طے کرتا ہوا آسٹریلیا کی محض 3 وکٹوں سے فتح پر منتج ہوا۔ ایک ایسا مقابلہ جہاں تقریباً ساڑھے تین دن تک میزبان ویسٹ انڈیز کا پلڑا بھاری رہا، محض ایک سیشن کی زبردست کارکردگی آسٹریلیا کو اس طرح میچ میں واپس لے آئی کہ بالآخر فتح کو اس کی جھولی میں گرتے ہی بنی۔ یہ کرکٹ کی تاریخ میں شاذ و نادر ہی پیش آنے والے ان واقعات میں سے ایک ہے جب کوئی ٹیم پہلی باری میں اننگز ڈکلیئر کرنے کے باوجود ہار جائے۔ اس مقابلے سے قبل ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ میں صرف 9 مواقع ایسے تھے جب کوئی ٹیم اتنی بالادست پوزیشن سے بھی مقابلہ گنوا بیٹھی۔ بدقسمتی سے یہ تیسرا موقع ہے کہ ویسٹ انڈیز اس طرح مقابلہ ہارا ہے۔ پہلی مرتبہ 1968ء کے پورٹ آف اسپین ٹیسٹ میں انگلستان اور 2004ء کے اولڈ ٹریفرڈ ٹیسٹ میں انگلستان ہی کے خلاف ویسٹ انڈیز کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے جب وہ 7، 7 وکٹوں کے مارجن سے ہارا۔ ویسے کرکٹ کی تاریخ میں سب سے پہلے یہ 'کارنامہ' پاکستان نے انجام دیا جب وہ اکتوبر 1961 میں انگلستان کے خلاف لاہور ٹیسٹ میں پہلی اننگز ڈکلیئر کرنے کے باوجود مقابلہ ہار گیا تھا۔ پہلی اننگز 387 رنز 9 کھلاڑی آؤٹ پر ختم کرنے کے اعلان کے بعد انگلستان نے جواب میں 380 رنز داغے اور تقریباً پاکستان کے اسکور کو جا لیا۔ اس صورتحال میں پاکستان نے دوسری اننگز میں انتہائی ناقص بلے بازی کا مظاہرہ کر کے صرف 200 رنز پر ڈھیر ہو گیا اور انگلستان کو 208 رنز کا ہدف ملا جسے وہ 5 وکٹوں کے نقصان پر پورا کر کے ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کی پہلی ٹیم بن گیا جو فریق مخالف کی پہلی اننگز میں ڈکلیئریشن کے باوجود فتح سمیٹنے میں کامیاب ہوا۔ اس فہرست میں سنچورین کا وہ تاریخی و بدنام زمانہ ٹیسٹ بھی شامل ہے جہاں جنوبی افریقہ کے کپتان ہنسی کرونیے کی فرمائش پر انگلش کپتان ناصر حسین اپنی ایک اننگز سے دستبردار ہو گئے تھے اور بعد ازاں سخت مقابلے کے بعد دو وکٹوں سے فتح انگلستان کے حصے میں آئی۔ یہ تو بعد میں پتہ چلا کہ میچ کو محض ایک دن میں نتیجہ خیز بنانے کے لیے کرونیے نے ایک سٹے باز سے معاملات طے کر لیے تھے اور اس کی بڑی رقم بھی وصول کی تھی۔ بہرحال، ویسٹ انڈیز-آسٹریلیا تازہ معرکے سے قبل آخری مرتبہ ایشیز 2006 میں انگلستان اسی طرح شکست سے دوچار ہوا تھا جب پہلی اننگز میں 551 جیسا پہاڑ جیسا اسکور بھی اسے شکست سے نہ بچا سکا تھا۔ صرف 6 وکٹوں کے نقصان پر اتنا بھاری مجموعہ اکٹھا کرنے کے باوجود انگلستان دوسری اننگز میں شین وارن، گلین میک گرا اور بریٹ لی کی تباہ کن گیند بازی کے باعث 129 رنز پر ڈھیر ہو گیا تھا اور بالآخر 6 وکٹوں سے مقابلہ ہار گیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ چوتھے روز کے اختتام تک میچ کا نتیجہ نکلنے کے کوئی آثار نہ تھے کیونکہ انگلستان دوسری اننگز میں 59 رنز ایک کھلاڑی آؤٹ کے ساتھ انتہائی مستحکم پوزیشن میں تھا اور اس کی مجموعی برتری 97 رنز کی ہو چکی تھی اور 9 وکٹیں بھی باقی تھیں لیکن پانچویں روز کا پہلا سیشن ہی اس کے لیے تباہی کا پیغام ثابت ہوا جب پہلے ہی گھنٹے میں اس کی تین مزید وکٹیں گر گئیں اور کھانے کے وقفے تک آدھی ٹیم پویلین لوٹ چکی تھی۔ 129 رنز پر ڈھیر ہو جانے کے بعد چائے کا وقفہ ہوا اور آسٹریلیا کو آخری سیشن میں 168 رنز کا ہدف ملا جو اس نے رکی پونٹنگ اور مائیکل ہسی کی شاندار بیٹنگ کی بدولت 33 ویں اوور میں مکمل کر کے تاریخی فتح سمیٹ لی۔ یوں آسٹریلیا نے ایشیز 2006 کا دوسرا ٹیسٹ جیت کر 0-3 کی برتری حاصل کر لی۔ بعد ازاں آسٹریلیا نے اگلے تینوں مقابلے بھی جیتے اور انگلستان کو ذلت آمیز کلین سویپ شکست سے دوچار کیا۔ یہ گزشتہ سال یعنی 2005ء کی تاریخی شکست کا زبردست بدلہ تھا جو انگلستان نے اپنی سرزمین پر سخت معرکہ آرائی کے بعد حاصل کی تھی۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم ان نادر مواقع کی مکمل فہرست یہاں پیش کر رہے ہیں، امید ہے دلچسپ کا باعث بنے گی۔

پہلی اننگز میں شاندار بلے بازی اور اننگز ڈکلیئر کرنے کے باوجود شکست کھانے والی ٹیمیں

شکست خوردہ ٹیم	فاتح	پہلی اننگز	دوسری اننگز	شکست کا مارجن	بمقام	بتاریخ
پاکستان	انگلینڈ	387/9	200/10	5 وکٹیں	لاہور	اکتوبر 1961
ویسٹ انڈیز	انگلینڈ	526/7	92/2	7 وکٹیں	پورٹ آف اسپین	مارچ 1968
بھارت	ویسٹ انڈیز	306/6	97/10	10 وکٹیں	کنگسٹن	اپریل 1976
آسٹریلیا	انگلینڈ	401/9	356/10	18 رنز	لیڈز	جولائی 1981
انگلینڈ	جنوبی افریقہ	248/8	0/0	2 وکٹیں	سنچورین	جنوری 2000
زمبابوے	بھارت	422/9	225/10	7 وکٹیں	دہلی	نومبر 2000
ویسٹ انڈیز	انگلینڈ	395/9	165/10	7 وکٹیں	مانچسٹر	اگست 2004
جنوبی افریقہ	آسٹریلیا	451/9	194/6	8 وکٹیں	سڈنی	جنوری 2006
انگلینڈ	آسٹریلیا	551/6	129/10	6 وکٹیں	ایڈیلیڈ	دسمبر 2006
ویسٹ انڈیز	آسٹریلیا	449/9	148/10	3 وکٹیں	برج ٹاؤن	اپریل 2012ء

ٹیسٹ اوپنرز کے دلچسپ اعداد و شمار

بلے بازی کرکٹ کا سب سے اہم ترین حصہ ہے کیونکہ میچ کے جیتنے کا انحصار اس حصے میں بنائے گئے رنز پر ہی ہوتا ہے اور اس میں سب سے زیادہ اہمیت اوپنرز کو حاصل ہوتی ہے جن کی رکھی گئی بنیاد میچ میں ٹیم کے جیتنے کے امکانات کو کم یا زیادہ کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ طویل طرز کی کرکٹ میں اوپنرز کا جلد میدان سے واپس لوٹ آنا اگلے بلے بازوں کی ذمہ داری کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اگر وہ اس کا بوجھ اٹھانے میں ناکام رہیں تو ٹیم کو بہت زیادہ مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ بہرحال، بلے بازوں کی اس اہم ترین پوزیشن یعنی اوپنرز کی اہمیت کے پیش نظر آج ہم ٹیسٹ کرکٹ میں اوپنرز کے ریکارڈز پر نظر دوڑائیں گے اور کوشش ہوگی کہ بحیثیت اوپنر بلے بازی کے ہر پہلو پر نظر ڈالی جائے۔ تو سب سے پہلے ذکر کرتے ہیں ٹیسٹ تاریخ میں اوپنر کی حیثیت سے سب سے زیادہ رنز بنانے والے بھارت کے سنیل گاوسکر کا، جنہیں اس پوزیشن پر سب سے زیادہ یعنی 119 میچز اور سب سے زیادہ یعنی 203 اننگز کھیلنے کے ریکارڈز بھی حاصل ہیں۔ سنیل کے علاوہ صرف ویسٹ انڈیز کے ڈیسمنڈ ہینز ہی ہیں جو ٹیسٹ کرکٹ میں بحیثیت اوپنر 200 سے زیادہ اننگز کھیل پائے ہیں۔

ٹیسٹ تاریخ میں اوپنر کی حیثیت سے سب سے زیادہ رنز بنانے والے کھلاڑی

نام	ملک	مقابلے	اننگز	رنز	اوسط
سنیل گاوسکر	بھارت	119	203	9607	50.29
میتھیو ہیڈن	آسٹریلیا	103	184	8625	50.73
جیفری بائیکاٹ	انگلینڈ	107	191	8091	48.16
گراہم گوچ	انگلینڈ	100	184	7811	43.88
گریم اسمتھ	جنوبی افریقہ	96	165	7807	50.69
وریندر سہواگ	بھارت	91	157	7799	51.64
مارک ٹیلر	آسٹریلیا	104	186	7525	43.49
گورڈن گرینج	ویسٹ انڈیز	107	182	7488	45.10
مائیک ایتھرٹن	انگلینڈ	108	197	7476	39.14
ڈیسمنڈ ہینز	ویسٹ انڈیز	116	201	7472	42.45

سنیل گاوسکر کو ہی یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اوپنر کی حیثیت سے سب سے زیادہ 33 سنچریاں بنائی ہیں۔ گاوسکر کے کیریئر کی کل سنچریاں 34 ہیں، جن میں سے 33 اوپننگ پوزیشن پر اور ایک سنچری چوتھی پوزیشن پر کھیلتے ہوئے بنائی گئی۔ یہ انوکھی سنچری انہوں نے 1983 میں ویسٹ انڈیز کے خلاف چنئی کے مقام پر بنائی تھی جو حیران کن طور پر ان کے کیریئر کا بہترین اسکور بھی ہے۔ اس یادگار اننگز میں انہوں نے ناقابل شکست 236 رنز بنائے تھے۔ بھارت کے سنیل گاوسکر اور آسٹریلیا کے میتھیو ہیڈن ہی دو ایسے کھلاڑی ہیں جنہوں نے اوپنر کی حیثیت سے 30 سے زیادہ سنچریاں بنائی ہیں۔ جنوبی افریقہ کے گریم اسمتھ 24 سنچریوں کے ساتھ تیسرے نمبر پر ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ کھلاڑیوں میں انگلستان کے دونوں اوپنرز اینڈریو اسٹراس (18) اور ایلسٹر کک (17) بھی اس دور میں شامل ہیں۔ ایلسٹر کک نے اب تک جس طرح سے بلے بازی کی ہے اس سے ہم یہ ضرور نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اگلے 4 سے 5 سال تک اس فہرست میں پہلے نمبر پر آسکتے ہیں۔

کسی بھی مقابلے میں دونوں ٹیموں کے مطمع نظر یہی ہوتا ہے کہ کسی طرح حریف ٹیم کو زیر کیا جائے اور اس کے لیے دونوں ٹیموں کے کھلاڑی سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اس لیے اوپنرز کی سنچریاں بھی فتوحات میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور اس میں سب سے نمایاں نام آسٹریلیا کے میٹ ہیڈن کا ہے جنہوں نے 23 سنچریاں ایسے مقابلوں میں بنائی ہیں جن میں ان کی ٹیم فتح یاب ٹھیری ہے جبکہ جنوبی افریقہ کے گریم اسمتھ 16 وننگ سنچریوں کے ساتھ دوسرے نمبر پر ہیں۔ گریم اسمتھ کو یہ انوکھا اعزاز حاصل ہے کہ ان کے کیریئر کی کوئی بھی سنچری رائیگاں نہیں گئی اور تمام 24 مواقع پر جنوبی افریقہ کو شکست نہیں ہوئی، یعنی 16 میں پروٹیز نے فتوحات حاصل کیں اور 8 مقابلے بغیر کسی نتیجے تک پہنچے ختم ہوئے قارئین کو ایک اور دلچسپ بات بھی بتاتا چلوں کہ سنیل گاوسکر جنہوں نے اوپننگ پوزیشن پر سب سے زیادہ 33 سنچریاں بنائی ہیں کی صرف 6 سنچریاں ایسی ہیں، جن سے وہ بھارت کو فتح دلا پائے ہیں۔ باقی 27 سنچریوں میں یا تو بھارت شکست سے دوچار ہوا ہے یا مقابلہ بغیر کسی نتیجے تک پہنچے اختتام پذیر ہوا۔

ٹیسٹ میں سب سے زیادہ سنچریاں بنانے والے اوپنرز

نام	ملک	مقابلے	سنچریاں
سنیل گاوسکر	بھارت	119	33
میتھیو ہیڈن	آسٹریلیا	103	30
گریم اسمتھ	جنوبی افریقہ	96	24
جیفری بائیکاٹ	انگلینڈ	107	22
وریندر سہواگ	بھارت	91	21
گورڈن گرینج	ویسٹ انڈیز	107	19
لین ہٹن	انگلینڈ	76	19
مارک ٹیلر	آسٹریلیا	104	19

جیتے گئے مقابلوں میں سنچریاں بنانے والے اوپننگ بلے باز

نام	ملک	سنچریاں جیتے گئے میچز میں
میتھیو ہیڈن	آسٹریلیا	23
گریم اسمتھ	جنوبی افریقہ	16
گورڈن گرینج	ویسٹ انڈیز	14
مائیکل سلیٹر	آسٹریلیا	11
مارک ٹیلر	آسٹریلیا	11
جیفری بائیکاٹ	انگلینڈ	10
ڈیسمنڈ ہینز	ویسٹ انڈیز	10

ٹیسٹ کرکٹ میں اب تک 25 ٹرپل سنچریاں بنائی جا چکی ہیں جس میں اوپنرز نے 14 ٹرپل سنچریاں بنائی ہیں۔ بھارت کے وریندر سہواگ اور ویسٹ انڈیز کے کرس گیل کو یہ اعزاز دو، دو بار حاصل ہوا ہے۔

دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ اوپنرز کی ان 14 ٹرپل سنچریوں میں صرف برصغیر کے صرف 4 بلے باز شامل ہیں۔ جن میں پاکستان کے "لٹل ماسٹر" حنیف محمد کے ویسٹ انڈیز کے خلاف 1958 میں بنائے گئے 337 رنز، سنتھ جے سوریا کے بھارت کے خلاف 1997 کے 340 رنز، وریندر سہواگ کی پاکستان کے خلاف 2004 میں بنائی گئی 309 رنز کی شعلہ فشاں اننگز اور پھر انہی کی 2008 میں جنوبی افریقہ کے خلاف بنائی گئی 319 رنز کی اننگز شامل ہیں۔ ایک اور مزیدار بات یہ ہے کہ کرکٹ کی تاریخ کی پہلی سنچری اور ٹرپل سنچری دونوں اوپنرز ہی نے بنائی ہیں۔ آسٹریلیا کے اوپنر چارلس بینرمین نے 1877 میں ملبورن کے تاریخی میدان میں تاریخ کی پہلی سنچری بناتے ہوئے 165 رنز کی ناقابل شکست و یادگار باری کھیلی تھی۔ انگلستان کے اوپنر اینڈریو سینڈھیم نے 1930 میں کنگسٹن کے مقام پر ویسٹ انڈیز کے خلاف 325 رنز بنا کر کرکٹ کی تاریخ میں اپنا نام پہلے ٹرپل سنچورین کی حیثیت سے محفوظ کرایا۔

عالمی کپ کے بعد سب سے زیادہ فتوحات پاکستان کے دامن میں آ گئیں

عالمی کپ 2011ء کے بعد ٹیسٹ تو درکنار عام تناظر کے برعکس پاکستان کی ایک روزہ کرکٹ میں کارکردگی بھی بہت شاندار رہی ہے اور اعداد وشمار اس کے گواہ ہیں۔ ویسے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فائنل کھیلنے والی ٹیمیں یعنی بھارت اور سری لنکا عالمی منظرنامے پر ابھرتیں لیکن ان دونوں کی کارکردگی اتنی زیادہ متاثر کن نہیں دکھائی دی۔ خصوصاً سری لنکا نے تو بہت ہی مایوس کن کھیل کا مظاہرہ کیا اور عالمی کپ کے بعد سے اب تک سب سے زیادہ یعنی 21 میچز ہارے ہیں۔

آیئے، زیادہ تفصیلات میں جائے بغیر ان اعداد وشمار کو ملاحظہ کرتے ہیں جن میں ہم نے عالمی کپ کے بعد ان تمام ٹیموں کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔ لیتے ہیں جنہوں نے کم از کم 5 ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے جیتے ہیں۔ اس سے واضح طور پر نظر آ رہا ہے کہ پاکستان کا فتح۔ شکست کا تناسب

ٹیم	مقابلے	فتوحات	شکستیں	برابر	فتح/شکست تناسب	اوسط	رنز فی اوور	بہترین مجموعہ	کمترین مجموعہ
پاکستان	13	9	1	3	9.00	37.04	2.79	594	99
انگلینڈ	12	7	3	2	2.33	35.07	3.46	659	47
بھارت	11	6	3	2	2.00	42.79	3.53	710	72
سری لنکا	9	4	2	2	2.00	37.56	3.42	580	96
بنگلہ دیش	15	3	8	4	0.37	29.16	3.21	631	158
آسٹریلیا	9	3	3	2	1.00	28.14	3.12	495	110
جنوبی افریقہ	10	2	4	4	0.50	27.66	2.95	590	134
ویسٹ انڈیز	12	1	5	6	0.20	29.68	2.99	483	82
زمبابوے	4	1	3	0	0.33	27.36	2.78	412	51
	5	0	4	1	0.00	27.37	3.15	350	135

ملک	کمترین مجموعہ	مقابلے	فتوحات	شکستیں	برابر	بے نتیجہ	فتح/شکست تناسب	اوسط	رنز/اوور	بہترین مجموعہ
پاکستان	27	19	8	0	0	2.37	31.53	4.78	329	130
بھارت	31	17	11	2	1	1.54	37.68	5.57	418	146
آسٹریلیا	26	15	10	1	0	1.50	31.88	5.22	361	158
سری لنکا	35	13	21	1	0	0.61	28.34	5.00	320	43
انگلینڈ	20	11	7	1	1	1.57	34.22	5.47	298	174
ویسٹ انڈیز	22	9	12	1	0	0.75	29.89	4.84	312	61
جنوبی افریقہ	11	7	4	0	0	1.75	41.79	5.55	295	129
بنگلہ دیش	18	5	13	0	0	0.38	28.20	4.62	373	91
نیوزی لینڈ	9	5	4	0	0	1.25	38.50	5.75	373	206

سب سے بہترین ہے اور بنگلہ دیش کے بعد عالمی کپ کا فائنل کھیلنے والی سری لنکا کا تناسب سب سے کم یعنی 0.61 ہے۔ لیکن اسی جدول میں آپ کو ظاہر ہوگا کہ بنگلہ دیش اور ویسٹ انڈیز کے بعد پاکستان ہی ایک ایسی ٹیم ہے جس نے سب سے کم اوسط رنز فی وکٹ (31.53) رنز اسکور کیے ہیں جو کہ نہ صرف پاکستان کی کمزور بیٹنگ کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ اس امر کے بھی عکاس ہیں کہ وہ کتنی تیزی سے وکٹ گنواتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود فتوحات کا سلسلہ بدستور برقرار ہے۔ بلے بازوں کی ناکامی کا ایک اور مظاہرہ فی اوور اوسط رنز بنانے کے ذریعے لگایا جا سکتا ہے، اور اگر ہم بنگلہ دیش اور ویسٹ انڈیز جیسی ٹیموں کو نکال دیں تو پاکستان ہی واحد ٹیم بنتی ہے جس کا رن اوسط فی اوور 5 رنز سے کم ہے۔ یوں تیز رفتار کرکٹ کے جدید دور میں مصباح الیون کا دفاعی بلے بازی کا انداز عیاں ہو جاتا ہے لیکن حیرتناک بات یہ کہ اس کے باوجود اس نے تمام ٹیموں سے زیادہ میچز جیتے ہیں۔

یکم جنوری 2011ء سے 25 مارچ 2012ء تک
تمام ٹیسٹ ٹیموں کی بالنگ کارکردگی

ٹیم	مقابلے	بالنگ اوسط	رنز فی اوور
پاکستان	13	24.76	2.76
آسٹریلیا	12	26.81	3.11
انگلینڈ	11	27.77	3.00
جنوبی افریقہ	9	26.73	3.20
بھارت	15	39.39	3.42
نیوزی لینڈ	9	31.64	3.05
ویسٹ انڈیز	10	33.00	3.21
سری لنکا	12	43.70	3.27
زمبابوے	4	38.93	3.37
بنگلہ دیش	5	48.56	3.22

عالمی کپ کے بعد سے اب تک بمع ایشیا کپ، پاکستان نے کل 8 ایک روزہ سیریز کھیلی ہیں اور صرف انگلستان سے شکست کھائی، جہاں اسے 4-0 کے بدترین مارجن سے ہار سہنا پڑی۔ باقی تمام 7 سیریز میں فتح نے پاکستان کے قدم چومے ہیں۔ اس کے برعکس عالمی چیمپئن بھارت نے عالمی کپ کے بعد 6 سیریز کھیلی ہیں اور صرف 3 سیریز جیت پایا ہے۔ دو مرتبہ ویسٹ انڈیز کے خلاف اور ایک مرتبہ انگلستان سے ہوم گراؤنڈ پر سری لنکا نے عالمی کپ کے بعد کل ملا کر 7 سیریز کھیلی ہیں اور صرف ایک جیت پایا ہے وہ بھی جولائی 2011ء میں اسکاٹ لینڈ میں ہونے والی کمزور ٹیموں

کے خلاف ہونے والی سہ فریقی سیریز۔ پاکستان نے عالمی کپ کے بعد اپنی ساری سیریز پاکستان سے باہر کھیلی ہیں اور باقی سب ٹیموں نے اپنے اپنے ملک میں زیادہ سے زیادہ کرکٹ کھیلی ہے۔ لیکن پھر بھی پاکستان کی کارکردگی سب سے اچھی ہے اور اس میں تسلسل ہے۔ اور اگر پاکستانی اسی رفتار کو برقرار رکھتا ہے تو پاکستان بیرون ملک کارکردگی پیش کرنے والی دنیا کی بہترین ٹیم بن کر سامنے آئے گا جو کہ ایک خوش آئند بات ہوگی اور اس کا سب سے بڑا فائدہ عالمی کپ 2015ء میں ہوگا جو آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں کھیلا جائے گا۔ جہاں بھارت اپنے اعزاز کا دفاع کرے گا اور ہوم گراؤنڈ پر موجودہ عالمی نمبر ایک آسٹریلیا بہت ہی مضبوط حریف ثابت ہوگا۔

اب یکم جنوری 2011ء سے تا دمِ تحریر پاکستان کی کرکٹ ٹیم کی ٹیسٹ میں کارکردگی کا جائزہ لوں گا، جس میں بلاشبہ پاکستان نے سال گزشتہ میں عظیم کارنامے انجام دیے ہیں۔ جس میں عالمی نمبر ایک انگلستان کے خلاف تاریخی کلین سوئپ اور سری لنکا کے خلاف زبردست سیریز فتوحات بھی شامل ہیں۔ اگر اعداد و شمار کو ملاحظہ کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ یکم جنوری 2011ء سے اب تک طویل طرز کی کرکٹ میں میں سب سے عمدہ کارکردگی پاکستان نے پیش کی ہے۔ جس نے اس عرصے میں 13 ٹیسٹ مقابلے کھیلے اور سب سے زیادہ یعنی 9 میں فتوحات حاصل کیں اور سب سے کم یعنی صرف ایک میں شکست اٹھائی۔ یوں پاکستان کا فتح شکست کا تناسب 9.00 بنتا ہے جو دنیا کی تمام ٹیسٹ ٹیموں سے بہتر ہے۔ پاکستان نے اس عرصے میں واحد شکست دورِ ویسٹ انڈیز میں کھائی جہاں پاکستان نے کیریبین سرزمین پر پہلی بار سیریز جیتنے کا سنہری موقع گنوایا اور گیانا ٹیسٹ میں 40 رنز کی شکست نے ان کے سفید دامن پر ایک دھبہ ڈال دیا۔ تاہم اس کے بعد پاکستان فتوحات کی راہ پر ایسا گامزن ہوا کہ سری لنکا اور پھر عالمی نمبر ایک انگلستان بھی ان کے سامنے نہ جم سکا۔ سال کی سب سے عمدہ فتح پاکستان نے حال ہی میں انگلستان کے خلاف متحدہ عرب امارات کے صحرا میں حاصل کی جہاں کھیلے گئے تینوں ٹیسٹ میچز پاکستان نے جیتے اور تاریخ میں پہلی مرتبہ انگلستان کو کلین سوئپ سے دوچار کیا۔ مصباح الحق نے وہ کارنامہ کر ڈالا جسے عمران خان اور پاکستان کے دیگر لیجنڈری کپتان بھی نہ انجام نہ دے سکے۔ مذکورہ عرصے کے دوران پاکستان اور جنوبی افریقہ ہی ایسی ٹیمیں ہیں جنھوں نے کوئی سیریز نہیں ہاری، باقی تمام ٹیمیں کم از کم ایک سیریز ضرور ہاری ہیں۔ پاکستان نے 6 میں سے 5 سیریز جیتی ہیں اور صرف ویسٹ انڈیز کے خلاف ایک سیریز برابری کی بنیاد پر ختم ہوئی تھی۔

دوسری جانب بھارت، جو ایک سال قبل ٹیسٹ کی عالمی درجہ بندی میں سرفہرست تھا، نے سال 2011ء کے آغاز سے اب تک سب سے زیادہ 15 ٹیسٹ کھیلے ہیں اور صرف 3 جیت پایا ہے جبکہ 8 میں اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ انتہائی مایوس کن کارکردگی کسی بھی نمبر ایک ٹیم کے شایانِ شان نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ بھارت کو پہلے انگلستان کے خلاف کلین سوئپ کے ساتھ اپنی پہلی پوزیشن اور بعد ازاں آسٹریلیا کے ہاتھوں وائٹ واش کی وجہ سے دوسری پوزیشن سے بھی محروم ہونا پڑا۔ جی ہاں، اس عرصے میں بھارت نے بیرون ملک مسلسل آٹھ ٹیسٹ میچز میں شکست کھائی اور انگلستان و آسٹریلیا کے دوروں پر ہندوستانی ٹیم کسی ایک ٹیسٹ میں بھی فتحیاب نہ ہو سکی۔ اگر بلے بازی کا جائزہ لیا جائے تو مذکورہ عرصے کے دوران پاکستان کی بیٹنگ نے سرفہرست انگلستان اور جنوبی افریقہ کے بعد سب سے زیادہ مضبوط کارکردگی دکھائی ۔پاکستانی بلے بازوں نے 37.04 رنز فی وکٹ کا زبردست اوسط حاصل کیا، لیکن زمبابوے کے بعد پاکستان ہی ایک ایسی ٹیم ہے جس کا فی اوور رنز بنانے کا اوسط محض 2.79 رہا جو کہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ پاکستان کے بلے بازوں نے وکٹ پر ٹھیرنا تو سیکھ لیا ہے، لیکن حریف گیند بازوں پر غلبہ پانا نہیں۔ پھر بھی کیونکہ تمام تر کارکردگی کا انحصار نتائج پر ہوتا ہے اس لیے پاکستانی بلے بازوں کی کارکردگی کو بھی زبردست قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہاں پر ایک دلچسپ بات یہ کہ بھارت جس کی بیٹنگ لائن اپ کا شمار دنیا کے بہترین سلسلوں میں ہوتا ہے ان کا فی وکٹ اوسط صرف 29.16 رنز ہے جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ بھارتی بلے بازوں کے لیے وکٹ پر ٹھہرنا بہت مشکل رہا ہے خصوصاً انگلستان و آسٹریلیا کی گیند بازوں کے لیے مددگار پچوں پر تو ان کے چھکے چھوٹ گئے اور اس پورے عرصے میں سوائے راہول ڈراوڈ کے کوئی بھارتی بلے باز قابل ذکر کارکردگی نہیں دکھا سکا۔

یکم جنوری 2011ء سے 25 مارچ 2012ء تک تمام ٹیسٹ ٹیموں کی کارکردگی بلحاظ بیٹنگ

اگر گیند بازی کا جائزہ لیا جائے تو اس شعبے میں بھی پاکستان سرفہرست رہا ہے۔ اعداد و شمار کا قابل ذکر ترین حصہ یہ ہے کہ پاکستان کے گیند بازوں نے سب سے کم یعنی 24.76 کے اوسط سے وکٹیں حاصل کیں جو دنیا کی تمام ٹیموں میں سب سے عمدہ اوسط ہے۔ دوسری جانب بھارت کے گیند باز بنگلہ دیش اور سری لنکا کے بعد سب سے زیادہ مہنگے ثابت ہوئے۔

بحیثیت مجموعی 2011ء کے آغاز سے لے کر اب تک پاکستان کے بلے بازوں اور گیند بازوں دونوں نے زبردست کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے جو مندرجہ بالا دونوں جدول میں اچھی طرح دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر یہی کارکردگی پاکستان اگلے دو سالوں تک مستقل پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ بلاشبہ عالمی درجہ بندی میں سرفہرست آ سکتا ہے۔

عالمی درجہ بندی: عمر اکمل سرفہرست 10 بلے بازوں میں، شکیب سرفہرست آل راؤنڈر

ایشیا کپ 2012ء اور آسٹریلیا۔ویسٹ انڈیز یادگار سیریز کے خاتمے کے بعد عالمی درجہ بندی میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جن میں بنگلہ دیش کے شکیب الحسن کا آل راؤنڈرز میں پہلی پوزیشن حاصل کرنا اور پاکستان کے عمر اکمل کا ایک مرتبہ پھر سرفہرست 10 بلے بازوں میں شمار ہونا قابل ذکر ہیں۔ بنگلہ دیش کے شکیب الحسن ایشیا کپ میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرنے اور سیریز کے بہترین کھلاڑی قرار پانے کے بعد ایک مرتبہ پھر دنیا کے بہترین آل راؤنڈر قرار پائے ہیں۔ انہوں نے سیریز میں 237 رنز بنائے جس کے نتیجے میں وہ بلے بازوں کی درجہ بندی میں بھی 12ویں نمبر پر آ گئے ہیں جو ان کے کیریئر کی بہترین رینکنگ ہے۔البتہ صرف چھ وکٹوں کا حصول انہیں گیند بازوں کی درجہ بندی میں ایک درجہ تنزلی کے بعد آٹھویں نمبر پر لے گیا ہے۔شکیب نے ٹورنامنٹ میں بہترین کھیل کا مظاہرہ کر کے درجہ بندی میں 27 پوائنٹس سمیٹے اور آسٹریلیا کے عبوری کپتان شین واٹسن کو پچھاڑ کر آل راؤنڈرز میں پہلے نمبر پر آ گئے ہیں۔ پاکستان کے محمد حفیظ آل راؤنڈرز میں بدستور تیسرے اور شاہد آفریدی چوتھے نمبر پر موجود ہیں۔ پاکستان کے عمر اکمل ایک مرتبہ پھر سرفہرست 10 بلے بازوں میں واپس آ گئے ہیں جبکہ بھارت کے کپتان مہندر سنگھ دھونی ایک درجہ ترقی پا کر چوتھے درجے پر براجمان ہو گئے ہیں۔عمر نے ٹورنامنٹ میں کھیلے گئے 4 میچز میں 39 کے اوسط سے 156 رنز بنائے جن میں سری لنکا کے خلاف 77 رنز کی عمدہ اننگز بھی شامل تھی۔جنوبی افریقہ کے ہاشم آملہ 871 پوائنٹس کے ساتھ بدستور سرفہرست ہیں جبکہ ان کے ہم وطن ابراہم ڈی ویلیئرز بھی اپنی دوسری پوزیشن پر موجود ہیں۔گیند بازوں میں پاکستان کے محمد حفیظ نے ایک درجہ ترقی پائی ہے اور اب چوتھی پوزیشن پر آ چکے ہیں جبکہ بھارتی اسپنر روی چندرا آشون چھ درجے ترقی پا کر کیریئر کی بہترین چوتھی پوزیشن پر آ گئے ہیں۔ بلے بازی کی طرح گیند بازی میں بھی جنوبی افریقہ کا پلڑا بھاری ہے جس نے یہاں بھی پہلی پوزیشن پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ لونوابو سوٹسوبے 743 پوائنٹس کے ساتھ بدستور پہلے نمبر پر ہیں جبکہ پاکستان کے سعید اجمل اپنی دوسری پوزیشن پر موجود ہیں۔ سوٹسوبے کے ہم وطن مورنے مورکل تیسرے نمبر پر ہیں جن کے بعد محمد حفیظ کا نمبر آتا ہے۔علاوہ ازیں، مذکورہ بالا دونوں ٹورنامنٹس کے نتیجے میں ٹیموں کے پوائنٹس میں کمی بیشی بھی ہوئی ہے خصوصاً عالمی نمبر ایک آسٹریلیا کو زبردست دھچکا پہنچا ہے جو بمشکل ہی ویسٹ انڈیز کے خلاف سیریز برابر کر پایا، لیکن آٹھویں درجے کی ٹیم سے جیتنے میں ناکامی نے انہیں چار قیمتی ریٹنگ پوائنٹس سے محروم کر دیا ہے۔ 127 پوائنٹس کے ساتھ سیریز کا آغاز کرنے والی واٹسن الیون گو کہ شرمندگی سے بچ گئی لیکن اب ان پوائنٹس کے خسارے کے باعث اب دوسرے نمبر پر موجود جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا کے درمیان فاصلہ محض 5 پوائنٹس کا رہ گیا ہے۔دوسری جانب زبردست کارکردگی کے باعث ویسٹ انڈیز نے سات پوائنٹس حاصل کیے اور 86 پوائنٹس کے ساتھ نیوزی لینڈ کے برابر آ گئی ہے۔گو کہ اعشاریہ کے معمولی فرق کے باعث انہیں اپنے موجودہ درجے پر ہی برقرار رہنا پڑے گا۔

دوسری جانب ایشیا کپ کے فائنل تک رسائی میں ناکامی اور بنگلہ دیش کے خلاف اپ سیٹ شکست کے باوجود بھارت 117 پوائنٹس کے ساتھ بدستور تیسری پوزیشن پر موجود ہے لیکن سری لنکا کو ٹورنامنٹ کے تمام مقابلوں میں شکستیں مہنگی پڑ گئیں اور وہ چار پوائنٹس گنوا کر ایک مرتبہ پھر پانچویں درجے پر چلا گیا ہے۔ اس تنزلی کا فائدہ انگلستان کو پہنچا ہے جس نے حال ہی میں پاکستان کو 0-4 سے ایک روزہ سیریز ہرائی تھی اور اب وہ چوتھی پوزیشن پر موجود ہے۔ایشیا کپ میں سری لنکا اور بنگلہ دیش کے خلاف فتوحات نے پاکستان کو ایک پوائنٹ دیا ہے جبکہ بنگلہ دیش کو عالمی کپ 2011ء کا فائنل کھیلنے والے بھارت اور سری لنکا کے خلاف یادگار فتوحات نے پانچ پوائنٹس سے نوازا ہے۔البتہ سری لنکا کو اب بھی پاکستان پر 5 پوائنٹس کی برتری حاصل ہے جبکہ بنگلہ دیش بھی مستقبل قریب میں ویسٹ انڈیز اور نیوزی لینڈ کو نہیں پچھاڑ سکتا جو اس سے 19 پوائنٹس آگے ہیں۔

ایک روزہ مقابلوں کی درجہ بندی

ٹیموں کی عالمی درجہ بندی

شمار	ملک	میچز	پوائنٹس	ریٹنگ
1	آسٹریلیا	49	6030	123
2	جنوبی افریقہ	30	3549	118
3	بھارت	55	6409	117
4	انگلینڈ	39	4333	111
5	سری لنکا	52	5745	110
6	پاکستان	45	4710	105
7	نیوزی لینڈ	31	2667	86
8	ویسٹ انڈیز	32	2753	86
9	بنگلہ دیش	36	2408	67
10	زمبابوے	33	1511	46
11	آئرلینڈ	14	504	36
12	نیدرلینڈز	9	137	15
13	کینیا	9	74	8

بلے بازوں کی عالمی درجہ بندی

شمار	کھلاڑی	ریٹنگ	ملک
1	ہاشم آملہ	871	جنوبی افریقہ
2	ابراہم ڈی ویلیئرز	851	جنوبی افریقہ
3	ویرات کوہلی	846	بھارت
4	مہندر سنگھ دھونی	752	بھارت
5	کمار سنگاکارا	751	سری لنکا
6	جوناتھن ٹراٹ	735	انگلستان
7	ایلسٹر کک	729	انگلستان
8	مائیکل کلارک	708	آسٹریلیا
9	شین واٹسن	698	آسٹریلیا
10	عمر اکمل	689	پاکستان

بالرز کی عالمی درجہ بندی

شمار	کھلاڑی	ریٹنگ	ملک
1	لونوابو سوٹسوبے	743	جنوبی افریقہ
2	سعید اجمل	729	پاکستان
3	مورنے مورکل	695	جنوبی افریقہ
4	محمد حفیظ	685	پاکستان
5	گریم سوان	683	انگلستان
6	روی چندرآشون	676	بھارت
7	ڈینیل ویٹوری	669	نیوزی لینڈ
8	اسٹیون فن	655	انگلستان
8	شکیب الحسن	655	بنگلہ دیش
10	کائل ملز	642	نیوزی لینڈ

مہیلا جیاوردنے کو کپتانی کی خواہش نہیں، نیا قائد تلاش کرنا چاہتے ہیں!!

قیادت کا کانٹوں بھرا تاج کسی کسی کو راس آتا ہے مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ کھلاڑیوں کی اکثریت اس تاج کو پہننے کے لئے بے تاب دکھائی دیتی ہے۔ کپتانی کے چکر میں کھلاڑیوں کے اپنے کیریئر داؤ پر لگ جاتے ہیں مگر وہ حکمرانی کے اس دور کا مزا لینے کی خاطر اس آگ میں کود پڑنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ سری لنکا کے صف اول کے مڈل آرڈر بیٹسمین مہیلا جیاوردنے کے پاس یہ اعزاز ایک مرتبہ پھر خود چل کر آیا ہے مگر ان کا خیال ہے کہ سری لنکن ٹیم کا اہم ترین عہدہ انہوں نے مختصر مدت کے لئے سنبھالا تھا اور اب ان کی خواہش یہ ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو ان کا پیشرو تلاش کرلیا جائے تاکہ وہ بیٹسمین کی حیثیت سے اپنے کردار کو صحیح طور پر نبھا کر اپنے تابناک کیریئر کو دوام بخش سکیں۔ یہ کافی حیرت انگیز بات ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو احسن طور پر ادا کرنے کے باوجود اسی منصب سے جان چھڑانا چاہتے ہیں جس کو سنبھالنے کے بعد ان کی کھلاڑی کے طور پر اہمیت ایک مرتبہ پھر واضح ہوگئی ہے۔

جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز کے بعد جب تلکرتنے دلشان نے کپتانی کا عہدہ گنوا دیا تو ایسے میں یہ مشکل فرض مہیلا جیاوردنے کو سونپا گیا جو اس سے قبل بھی قیادت کے فرائض کی انجام دہی کر چکے تھے۔ اگرچہ کہ یہ عہدہ کمار سنگاکارا کو بھی دیا جاسکتا تھا جو کپتانی کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں مگر سلیکٹرز نے جب جیاوردنے سے اس بوجھ کو اٹھانے کی درخواست کی تو انہوں نے عارضی طور پر اسے سنبھالنے کی حامی بھرلی۔ ان کی زیرنگرانی سری لنکن ٹیم کی کارکردگی اتنی بُری نہیں رہی جس کی توقع کی جارہی تھی۔ آسٹریلیا کے دورے پر سی بی سیریز کے دوران خاص طور پر مہیلا جیاوردنے کی کارکردگی بطور کپتان کافی نمایاں رہی جب مہمان ٹیم نے آسٹریلیا کو تیسرے فائنل تک سخت فائٹ دی اور طویل عرصے کے بعد سری لنکا نے ٹرائنگولر سیریز کا فائنل کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔ انگلینڈ کے خلاف حالیہ ٹیسٹ سیریز بھی ایک' ایک سے برابر رہی جس میں مہیلا کا کردار اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل رہا کہ انہوں نے دو سنچریوں سمیت 354 رنز اسکور کر کے مین آف دی سیریز کا ایوارڈ بھی حاصل کیا اور کچھ عرصے تک پچھلی صفوں میں کھڑا ہوا یہ تجربہ کار بیٹسمین ایک مرتبہ پھر منظر عام پر ابھرنے میں کامیاب ہوگیا مگر شاید وہ دوسروں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی حقیقت پسند واقع ہوا ہے۔

اپنے بہت سارے ساتھیوں کے ہمراہ بھارت کی پریمیئر لیگ میں شرکت کرنے والے 34 سالہ مہیلا جیاوردنے کو اچھی طرح علم ہے کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے کیریئر کے اختتام کی جانب بڑھ رہا ہے اور وہ کیریئر کے دوران اپنا اہم کردار بخوبی نبھا چکا ہے اور اب وہ وقت آچکا ہے کہ تشکیل نو کے مرحلے سے گزرنے والی ٹیم کو ایک ایسا نیا قائد میسر آجائے جو کہ ٹیم کو روانی کے ساتھ آگے لے کر چل سکے۔ مہیلا جیاوردنے کا کہنا ہے کہ انہیں ٹیم کو لیڈ کرنے کا جو چیلنج دیا گیا تھا اسے انہوں نے خوش دلی سے قبول کیا اور 12 ماہ کے دوران یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ''میں اپنا فرض نبھا چکا ہوں اور مجھے بہت اچھا لگے گا کہ میں ایک اور لیڈر کی نشوونما کرتے ہوئے جتنی جلد ممکن ہوسکے یہ فرض اسے سونپ دوں کیونکہ اسی طرح سری لنکن ٹیم آگے بڑھ سکتی ہے۔'' سری لنکا کے کامیاب ترین بیٹسمین کو غالباً یہ خدشہ بھی ہے کہ آخری برسوں کے دوران قیادت کی کوئی خامی اس کے کیریئر کو قبل از وقت ٹھکانے لگاسکتی ہے لہٰذا اس کی بھرپور کوشش یہی ہے کہ وہ بیٹسمین کے طور پر ٹیم میں اپنی جگہ برقرار رکھے اور کپتانی کو خیرباد کہہ دے۔

سری لنکن ٹیم کو آگے بڑھاتے ہوئے خود مہیلا جیاوردنے کا فوری طور پر کرکٹ سے علیحدگی کا کوئی پلان نہیں ہے اور اس نے انٹرنیشنل کرکٹ میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنا بھی شروع نہیں کیا ہے۔ ماضی قریب میں اس کی کارکردگی کچھ عرصے کے لئے اثرانداز تو ہوئی جب وہ ٹیسٹ کرکٹ کے پرخطر فارمیٹ میں بارہ اننگز کے دوران ایک نصف سنچری بھی اسکور نہیں کرسکا مگر اس نے انگلینڈ کے خلاف سیریز کے دوران کپتانی کے ساتھ ہی بیٹسمین کے طور پر یہ بات ثابت کردی کہ وہ ایک ایسا بیٹسمین ہے جو کہ کھیل پر اب بھی راج کررہا ہے۔ ورلڈ کپ کے بعد مہیلا نے سلیکٹرز سے بات چیت کے دوران کہا کہ اسے ایک وقت میں 6 ماہ کا عرصہ دیا جائے تاکہ وہ اپنی کارکردگی کا واضح طور پر جائزہ لے سکے۔ اس کا کہنا تھا کہ ''تمام تر انحصار اب اس بات پر تھا کہ میرے اندر کھیل کی کتنی بھوک باقی رہ گئی ہے' میں نے ان پر یہ بات واضح کردی کہ جب تک میں معیار کے مطابق کھیلتا رہا اس کے لحاظ سے اپنے کیریئر کو طویل کرتا رہوں گا لیکن جس روز میرے اندر کھیل کی بھوک کم ہوئی تو پھر وہی میرے کیریئر کا آخری دن بھی ہوگا۔''

130 ٹیسٹ میچوں میں 31 سنچریوں کی مدد سے 10440 رنز اسکور کرنے والے مہیلا جیاوردنے کا بیٹنگ اوسط 51.17 ہے جس سے اس کی عمدہ کارکردگی کا بخوبی علم ہوسکتا ہے۔ اس نے 30 ٹیسٹ میچوں میں کپتانی کرتے ہوئے 16 فتوحات کے برعکس صرف 8 شکستوں کا سامنا کیا اور چھ ٹیسٹ بلانتیجہ رہے۔ 109 ون ڈے میچوں میں قیادت کرنے والے کھلاڑی نے 59 کامیابیوں اور 43 ناکامیوں کا سامنا کرنے کے ساتھ ہی ایک ٹائی اور پانچ بلانتیجہ میچز بھی کھیلے اور 373 ون ڈے مقابلوں کے دوران 15 سنچریوں اور 33.53 کی اوسط سے 10596 رنز بھی اسکور کئے۔ مہیلا نے 35 ٹی 20 میچوں میں 31.76 کی اوسط سے ایک سنچری سمیت 953 رنز بنائے اور گیارہ میچوں میں ٹیم کی قیادت کرتے ہوئے 8 فتوحات حاصل کیں اور صرف تین میچوں میں شکست کا سامنا کیا ہے جس سے اندازہ کرنا قطعی مشکل نہیں ہے کہ اس نے ہر اعتبار سے خود کو سری لنکن کرکٹ کا ایک ''قیمتی'' کھلاڑی ثابت کیا ہے جو نہ صرف پرفیکٹ بیٹسمین بلکہ مستند قائد بھی ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اس عہدے کو چند ذاتی وجوہات کے باعث چھوڑنے پر آمادہ ہے جو کہ اس کے کیریئر کو کسی وقت مشکلات سے دوچار کرسکتا ہے۔

سری لنکا کی ٹیسٹ سطح پر اگلی معرکہ آرائی پاکستان کے خلاف ہے جب دونوں ٹیمیں آئی پی ایل کے بعد مدمقابل آئیں گی اور کئی ایسے پہلو ہیں جن پر سری لنکن کپتان کو فوری طور پر توجہ درکار ہوگی۔ سب سے پہلے تو افتتاحی بیٹنگ کا شعبہ جو کہ مسلسل جدوجہد کا شکار ہے اور سری لنکن اوپنرز اچھے آغاز کی فراہمی میں ناکامی سے دوچار ہورہے ہیں مگر مہیلا جیاوردنے نے ایک چھلانگ لگا کر کسی نتیجے پر پہنچنے کے بجائے اس بات پر زور دے دیا ہے کہ تبدیلیاں کرنے سے بہتر ہے کہ موجودہ کھلاڑی اپنی کارکردگی میں تسلسل پیدا کریں کیونکہ یہی چیز طویل دوراینے کی کرکٹ میں کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔ مہیلا کا کہنا ہے کہ وہ کھلاڑیوں کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے قبل انہیں مناسب مواقع فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ ''اگلی ٹیسٹ سیریز سے پہلے ہمیں ایک اچھا وقفہ مل گیا ہے اور یہ توقع بھی کہ سلیکٹرز کے ساتھ مل بیٹھ کر یہ اندازہ لگایا جائے کہ کس شعبے میں بہتری کی ضرورت ہے اور کس جگہ تبدیلی ممکن ہوسکتی ہے۔'' سلیکشن میں تسلسل کے حامی کپتان کی یہ خواہش بھی ہے کہ بائیں ہاتھ کے اسپن بالر رنگنا ہیراتھ کو بالنگ اٹیک کی جانب سے سپورٹ فراہم کی جائے جو سب سے اچھا اسپنر ہے اور اس پر بہت زیادہ انحصار کرنا پڑتا ہے۔ مہیلا نے یہ بات بھی تسلیم کی کہ وہ مرالی دھرن کے دور کی وہ غلطی نہیں دہرائیں گے جب صرف ایک بالر پر تمام تر انحصار کیا گیا کیونکہ ٹیسٹ میچوں کو صرف ایک بالر پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ''ہیراتھ پر دباؤ کم کرنے کے لئے دو سے تین بالرز تیار کرنے کی ضرورت ہے مگر چونکہ وہ فی الوقت کارکردگی دکھا رہا ہے تو اسے بھرپور توجہ دینا پڑے گی' کیونکہ وہ کسی بھی سطح پر کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔''

مہیلا جیاوردنے کی ٹیم کے بارے میں مربوط حکمت عملی اور منصوبہ بندی اس بات کا تقاضہ کررہی ہے کہ وہ اپنی شاندار اہلیت کے تحت کپتانی کے عہدے پر قائم رہے اور سری لنکن کرکٹ کامیابی کے سفر پر گامزن رہتے ہوئے ماضی کی پوزیشن بحال کرلے مگر شاید 35 سالہ جیاوردنے کا یہ موقف بھی غلط نہیں کہ ٹیم کو آگے بڑھنے کے لئے ایک پرجوش نوجوان کپتان کی ضرورت ہے۔ یقینی طور پر جو کچھ جیاوردنے نے کیا اس تک رسائی مشکل ہے مگر اس ملک کو نیا کپتان مل گیا تو اسے تجربہ کار کھلاڑیوں کی راہنمائی بہت جلد ایک زیرک قائد میں بھی بدل دے گی اور مہیلا جیاوردنے اپنا کردار کسی طرح بھی نبھانے کے لئے تیار ہے۔ MAB

بنگلہ دیش کے دورۂ پاکستان سے انکار میں سب سے بڑا ہاتھ بھارت کا ہے: توقیر ضیا

پاکستان کرکٹ بورڈ کے سابق چیئرمین لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ توقیر ضیا نے بنگلہ دیش کرکٹ ٹیم کی پاکستان آمد کے فیصلے کو ملتوی کیے جانے پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ کچھ قومیں احسانات یاد نہیں رکھتیں، بنگلہ دیش کو ٹیسٹ اسٹیٹس دلانے اور بعد ازاں اسے بچانے میں پاکستان نے کلیدی کردار ادا کیا لیکن افسوس کہ اس کا صلہ ویسا نہیں ملا۔ توقیر ضیا نے کہا کہ میرے دور میں مسلسل ناقص کارکردگی کے باعث بنگلہ دیش کا ٹیسٹ اسٹیٹس خطرے میں پڑ گیا تھا لیکن پاکستان سمیت پانچ ملکوں کے کرکٹ بورڈز نے اس برے وقت میں بنگلہ دیش کا بھرپور ساتھ دیا اور بین الاقوامی کرکٹ کونسل میں اس کی مکمل رکنیت کو بچایا۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت کے بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ کے سربراہ نے نم آنکھوں کے ساتھ پاکستان کرکٹ بورڈ کا شکریہ ادا کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ نے بنگلہ دیشی کرکٹ کو بچا لیا، اگر اس کڑے وقت میں آپ ساتھ نہ دیتے تو بنگلہ دیش بہت بڑے خسارے کا شکار ہوتا۔ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ نے پاکستان کی منتوں اور سماجتوں، بلکہ کئی اتار چڑھا آنے کے بعد، بالآخر پاکستان آمد کا اعلان کیا۔ پاکستان میں، جو مارچ 2009 سے بین الاقوامی کرکٹ سے محروم ہے، خوشی کے شادیانے بجائے گئے لیکن ایک دو روز ہی میں بنگلہ دیشی دارالحکومت ڈھاکہ کی عدالت عالیہ نے حکم امتناعی جاری کرتے ہوئے کرکٹ ٹیم کو پاکستان جانے سے روک دیا اور یوں لاہور کے قذافی اسٹیڈیم کی رونقیں بحال کرنے کے لیے کی جانے والی تمام تیاریاں دھری کی دھری رہ گئیں۔ پاکستان کے دیگر سابق کھلاڑیوں کی طرح توقیر ضیا بھی سمجھتے ہیں کہ بنگلہ دیش کے دور پاکستان سے انکار میں سب سے بڑا ہاتھ بھارت کا تھا، جس نے دورے کی راہ میں بہت رکاوٹیں کھڑی کیں۔ انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ میں بھارتی اثر ورسوخ کس حد تک سرایت کر چکا ہے اس کے اثرات ویسے ہی واضح طور پر نظر آتے ہیں، اس پر طرہ شیخ حسینہ واجد کی پاکستان مخالف حکومت ہے جس کی وجہ سے بنگلہ دیشی کرکٹ ٹیم کی پاکستان آمد مزید مشکل ہو گئی۔ توقیر ضیا نے کہا کہ بھارت اس وقت دنیائے کرکٹ میں پاکستان کو مکمل طور پر تنہا کرنا چاہتا ہے اور اس کا اثر ورسوخ قریبی ممالک بنگلہ دیش و سری لنکا کے کرکٹ بورڈز پر واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ جنرل توقیر ضیا نے پاکستانی کرکٹ بورڈ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اس کٹھن وقت میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور اس سلسلے میں حکومتی سطح پر اپنے روابط استعمال کرے اور ایسے اقدامات کرے جس سے پوری دنیا میں پاکستان کا مثبت تاثر جائے۔ جنرل توقیر ضیا کا کہنا تھا کہ آج نہ سہی کل سہی لیکن پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کو کوئی نہیں روک سکتا اور جلد ہی یہاں کے میدانوں کی رونقیں بحال ہوں گی۔ عدالتی حکم پر بنگلہ دیشی ٹیم کے دور پاکستان کی منسوخی پر توقیر ضیا نے بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ کو مورد الزام ٹھہرانے کے بجائے ان سے اظہار ہمدردی کیا اور کہا کہ کسی ٹیم کے غیر ملکی دورے کا انحصار محض بورڈ پر نہیں ہوتا بلکہ کئی حکومتی اداروں کی اجازت بھی درکار ہوتی ہے، اور اب چونکہ یہ ایک عدالتی معاملہ بن چکا ہے اس لیے مزید کچھ نہیں کہا جا سکتا تاہم پاکستان کو بنگلہ دیشی عدالت کے اس فیصلے کے بعد بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ سے اپنے روابط خراب نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ اس معاملے میں ان کا قصور بہت کم ہے اور انٹرنیشنل کرکٹ کونسل اور ایشین کرکٹ کونسل سمیت ہر جگہ تعلقات پہلے ہی کی طرح دوستانہ رہنے چاہئیں۔ انٹرویو کے دوران سابق لیفٹیننٹ جنرل سے پاکستان پریمیئر لیگ کے حوالے سے بھی سوال کیا گیا جس پر ان کا کہنا تھا کہ موجودہ چیئرمین کرکٹ بورڈ ذکا اشرف کا ہر چند یہ دعویٰ ہے کہ پاکستانی پریمیئر لیگ رواں سال ماہ اکتوبر تک شروع ہو جائے گی تاہم میں اپنے تجربے سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ فی الحال اس طرز کی کرکٹ کے پاکستان میں آغاز کے آثار نظر نہیں آ رہے۔ تاہم پھر بھی اگر کرکٹ بورڈ ایسی کرکٹ کا آغاز چاہتا ہے تو اس کا آغاز ایسا ہونا چاہیے کہ پوری دنیا دیکھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر بنگلہ دیشی کرکٹ ٹیم پاکستان آ جاتی تو یقینی طور پر یہ کامیاب ترین ایونٹ ثابت ہوتا لیکن اب صورتحال چونکہ ذرا مختلف ہے اس لیے جلد بازی کرنے کے بجائے ایسی منصوبہ بندی کی جانی چاہیے جس سے یہ پریمیئر لیگ کا منصوبہ کامیاب ترین ثابت ہو۔ اس سوال پر کہ کیا اب پاکستان کرکٹ بورڈ کو دیگر ممالک کے بورڈ سے رابطے کرنا چاہئیں؟ توقیر ضیا نے محتاط رویہ اختیار کرتے ہوئے جواب دیا کہ پاکستان میں سیکورٹی صورتحال کو جواز بنا کر جس طرح بنگلہ دیش نے پاکستان ٹیم بھیجنے سے انکار کر دیا ہے، اگر زمبابوے یا کسی اور ملک کی کرکٹ ٹیم کی جانب سے پاکستان کو ایسا ہی جواب ملا تو ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کو کوششوں کو زبردست دھچکا پہنچے گا اس لیے میری دانست میں اس وقت نہایت صبر و تحمل سے کام کرنے اور پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے اور بورڈ عہدیداران اور سیکورٹی کے ذمہ دار اداروں کے درمیان بھرپور تعاون کے ذریعے موزوں ترین وقت کا تعین کیا جائے۔

بی پی ایل: بیشتر پاکستانی کھلاڑی اب بھی بقایاجات کی ادائیگی سے محروم

گزشتہ چند ماہ میں جن دو ملکوں کے درمیان کرکٹ تعلقات بہت زیادہ زیر بحث آئے ہیں، وہ پاکستان اور بنگلہ دیش ہیں۔ پاکستان کے اچانک دور بنگلہ دیش کے اعلان سے جو برف پگھلی تھی وہ مجوزہ دور پاکستان کی منسوخی، ایشیا کپ میں بنگلہ دیش کی شکست، بنگلہ دیش پریمیئر لیگ اور دیگر درون خانہ معاملات زیر بحث آنے کے بعد ایک مرتبہ پھر جمتی دکھائی دے رہی ہے۔ ایشیا کپ کے فائنل میں شکست کے بعد پنالٹی رنز دینے کی ناکام کوشش اور پھر دور پاکستان پر رضامندی کے باوجود بنگلہ دیش کا آخری لمحات میں آنے سے انکار ایسے دو واقعات ہیں جنہوں نے اعلیٰ سطح پر دونوں ملکوں کے تعلقات کو زبردست ٹھیس پہنچائی ہے لیکن اب نچلی سطح پر کھلاڑیوں تک میں رنجشیں در آئی ہیں کیونکہ ایک تازہ خبر کے مطابق ڈیڈ لائن مکمل ہونے کے بعد بھی بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کھیلنے والے بیشتر پاکستانی کھلاڑیوں کو ان کے بقایاجات ادا نہیں کیے گئے۔ اور کھلاڑی اب بھی انتظامیہ کی جانب سے 75 فیصد رقوم کی وصولی کے منتظر ہیں۔ بھارتی خبر رساں ادارے 'پریس ٹرسٹ آف انڈیا' (پی ٹی آئی) کے مطابق لیگ میں شریک ایک معروف پاکستانی کھلاڑی نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا ہے کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے بیشتر کھلاڑی ایسے ہیں جنہیں اپنی فرنچائزز کی جانب سے صرف 25 فیصد رقم ادائیگی کی گئی ہے۔ ایک اور کھلاڑی نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ معاہدے کی رو سے فرنچائزز لیگ کی تکمیل کے بعد 40 روز کے اندر تمام بقایا رقوم کی ادائیگی کی پابند ہیں۔ بی پی ایل 29 فروری کو ڈھاکہ میں مکمل ہوئی تھی اور اب ڈیڈ لائن مکمل ہو جانے کے باوجود ان کی طرف سے کوئی پیشرفت نہیں ہوئی۔ اب تک ہمیں صرف 25 فیصد ادائیگی کی گئی ہے اور وہ بھی مقابلے ختم ہونے کے بعد اس وقت جب تمام غیر ملکی کھلاڑیوں نے احتجاج کیا۔ انہوں نے کہا کہ غیر ملکی کھلاڑیوں کو فرنچائزز کی جانب سے بتایا گیا کہ معاہدے کی شرائط کے مطابق انہیں 25 فیصد ادائیگی ٹورنامنٹ سے قبل کی جانی تھی، 25 فیصد درمیان میں اور بقیہ ٹورنامنٹ کے اختتام پر۔ لیکن ہوا یہ کہ سوائے چند کھلاڑیوں کے بیشتر غیر ملکی کرکٹرز کو ٹورنامنٹ کے اختتام تک کچھ بھی نہیں دیا گیا اور اس وقت بھی صرف 25 فیصد سے نوازا گیا۔ اس صبر کرنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہمارے معاہدوں پر بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے دستخط تھے جس کے مطابق اگر فرنچائزز کھلاڑیوں کو ادائیگی نہیں کرتیں تو بورڈ براہ راست ادائیگی کرے گا۔ بنگلہ دیش کی پہلی پریمیئر لیگ میں پاکستانی کھلاڑیوں کی نیلامی نے 25 ہزار سے لے کر 5 لاکھ ڈالرز تک مختلف رقوم میں ہوئی تھی۔ کھلاڑی نے بتایا کہ اسٹار کرکٹرز نے اسی صورت میں کھیلنے کو حامی بھری تھی جب انہیں 50 فیصد ادائیگی کی گئی۔ اس حوالے سے ایک اچھا شگون یہ ہے کہ کھلاڑیوں کی بین الاقوامی فیڈریشن اس معاملے میں بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ اور فرنچائزز کے ساتھ رابطے میں ہے تاکہ جلد ہی رقوم جاری کی جا سکیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ معاملہ کب تک حل ہوتا ہے۔

ڈیو واٹمور شعیب ملک کو ٹی ٹوئنٹی کپتان بنانے کے خواہشمند

قومی ون ڈے ٹورنامنٹ میں شاندار کارکردگی کے بعد اب فیصل بینک سپر 8 ٹی ٹوئنٹی کپ میں بھی اپنی ٹیم کو فتوحات کی راہ پر گامزن رکھنے والے پاکستان کے سابق کپتان شعیب ملک کا کہنا ہے کہ انہیں اپنی کارکردگی پر پورا بھروسہ ہے اور حالیہ فارم کی بنیاد پر وہ قومی ٹیم میں ایک مرتبہ پھر مستقل مقام حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ گفتگو کرتے ہوئے شعیب ملک نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ میری موجودہ کارکردگی سلیکٹرز کو مطمئن کرے گی جبکہ وہ جاری ٹورنامنٹ میں اپنی ٹیم سیالکوٹ اسٹالینز کی کارکردگی سے بھی بہت مطمئن ہیں۔ سپر 8 میں اب تک ناقابل شکست رہ کر فائنل میں پہنچنے والے دفاعی چیمپئن سیالکوٹ اسٹالینز کے قائد کا کہنا ہے کہ سپر 8 جیسے ٹورنامنٹ میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور معمولی غفلت بھی آپ کو ٹورنامنٹ سے باہر کرسکتی ہے اس لیے ہم نے ہر مقابلہ یہ سوچ کر کھیلا کہ اسے لازما جیتنا ہے۔ ہم نے گروپ مرحلے کے تمام مقابلے جیتے۔ انہوں نے کہا کہ ہار جیت کھیل کا حصہ ہے، بس میں نے کھلاڑیوں کو اپنی 100 فیصد کارکردگی دکھانے کو کہا اور اس کے اچھے نتائج برآمد ہورہے ہیں۔ 30 سالہ شعیب ملک نے سلیکشن کمیٹی اور نئے ہیڈ کوچ ڈیو واٹمور کے روبرو سپر 8 میں شاندار کارکردگی دکھائی ہے اور کراچی ڈولفنز کے خلاف اہم ترین مقابلے میں 29 رنز دے کر 5 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا جبکہ دیگر مقابلوں میں ان کی کارکردگی نمایاں رہی۔ ماضی میں قومی کرکٹ ٹیم کی قیادت سنبھالنے والے شعیب نے کہا کہ کسی بھی کرکٹ ٹیم کے کپتان کی حیثیت سے آپ کو اضافی ذمہ داری قبول کرنا ہوتی ہے، اور میں نے جاری ٹورنامنٹ میں خود کو بطور مثال پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ایک کپتان اچھی کارکردگی دکھائے تو ٹیم کے دیگر اراکین پر از خود مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور وہ اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ٹیم کے چند اراکین کو بہت باصلاحیت قرار دیا اور توقع ظاہر کی کہ وہ مستقبل میں قومی کرکٹ کے لیے زبردست خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ انہوں نے خصوصا حارث سہیل کے بارے میں کہا کہ کراچی ڈولفنز کے خلاف مقابلے میں انہوں نے عمران نذیر کے ساتھ مل کر بہت ذمہ داری کے ساتھ بیٹنگ کی، جس میں بہت زیادہ متاثر ہوا۔ انہوں نے بلے باز علی خان کو بھی مستقبل کا کھلاڑی قرار دیا اور کہا کہ وہ زبردست صلاحیتوں کا حامل ہے اور مجھے توقع ہے کہ وہ بہت آگے جائے گا۔ انہوں نے پی آئی اے میں اپنے ساتھ کھیلنے والے تیز گیند باز ضیاالحق کو بھی سراہا، جنہوں نے لاہور لائنز کے خلاف میچ میں 5 وکٹیں حاصل کی تھیں اور کہا کہ وہ ایک ابھرتا ہوا کھلاڑی ہے اور اگر اس کی درست رہنمائی کی گئی اور اس نے خود بھی محنت کی تو وہ بہت اچھا بالر بن سکتا ہے۔ اگر اتوار کو ہونے والے سپر 8 کے فائنل میں شعیب ملک کی ٹیم سیالکوٹ اسٹالینز جیت جاتی ہے تو یہ چند ہی دنوں میں شعیب ملک کی دوسری بڑی کامیابی ہوگی کیونکہ انہوں نے حال ہی میں قومی ون ڈے کپ میں پی آئی اے کو فتح سے نوازا ہے۔ انہوں نے مذکورہ ٹورنامنٹ میں 58.83 کی اوسط سے 353 رنز بنائے اور محض 7 مقابلوں میں 14 وکٹیں بھی حاصل کیں اور اب یہاں ٹی ٹوئنٹی میں بھی نمایاں ہیں۔

شعیب ملک کو حال ہی میں پاکستان کی تمام سیریز کے لیے ٹیم میں شامل کیا گیا لیکن وہ کسی بھی طرح خود کو انتخاب کا اہل ثابت نہ کرسکے۔ نہ ہی وہ زمبابوے اور بنگلہ دیش جیسے کمزور حریفوں کے خلاف چل پائے اور نہ ہی انگلستان وسری لنکا کے خلاف اہم سیریز میں ان کے بلے یا گیند کا جادو چلا۔ یہی وجہ ہے کہ کئی حلقے ان کی قومی ٹیم میں شمولیت پر سخت معترض دکھائی دیے لیکن شعیب ملک سمجھتے ہیں کہ وہ مقامی کرکٹ میں بہتر کارکردگی کے ذریعے قومی ٹیم میں اپنی جگہ مضبوط کرسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کھیل میں اچھے و برے لمحات آتے ہیں، میں اب بھی مثبت سوچ رکھتا ہے اور مجھے اپنی صلاحیتوں پر پورا یقین ہے کہ میں اگلے 6 سے 8 سال تک بین الاقوامی کرکٹ کھیل سکتا ہوں۔ انگلستان کے خلاف ناقص کارکردگی کے باعث شعیب ملک کو حالیہ ایشیا کپ کے لیے ٹیم میں شامل نہیں کیا گیا جہاں پاکستان نے ایک سنسنی خیز معرکے کے بعد بنگلہ دیش کو 2 رنز سے شکست دے کر 12 سال بعد اعزاز اپنے نام کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ 50 اور 20 اوورز کے اہم قومی مقابلوں میں نمایاں کارکردگی دکھانے کے بعد شعیب ملک کو دوبارہ قومی ٹیم میں موقع دیا جاتا ہے یا نہیں، اور اس سے بھی زیادہ اہم سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر انہیں ایک مرتبہ پھر طلب کیا گیا تو کیا وہ اپنی کارکردگی سے ناقدین کے منہ بند کرپائیں گے؟

ایک بحث جو کچھ عرصے سے پاکستان کرکٹ کے کرتا دھرتا حلقوں میں زیر گردش ہے کہ قومی کرکٹ ٹیم کے محدود اوورز کے دستے کی قیادت کسی اور کھلاڑی کو سونپنی چاہیے۔ مصباح الحق، جن کی زیر قیادت پاکستان نے گزشتہ تقریبا سال میں کئی کامیابیاں سمیٹیں، لیکن بالآخر ایک مضبوط حریف یعنی انگلستان کے سامنے آتے ہی چاروں شانے چت ہو گیا، کو صرف طویل طرز کی کرکٹ تک محدود رکھنے کے مطالبے ویسے ہی دن بدن زور پکڑتے جارہے ہیں اور ایشیا کپ 2012 میں شاندار فتح سے بھی ان کی شدت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اس لحاظ سے حال ہی میں اختتام پذیر ہونے والے فیصل بینک سپر 8 ٹی ٹوئنٹی کپ بہت ہی اہمیت حاصل رہا کیونکہ یہ پاکستان کے نئے کوچ ڈیو واٹمور کی آمد کے بعد مقامی کھلاڑیوں کو میدان میں دیکھنے کا پہلا موقع تھا اور وہ تقریبا تمام مقابلوں میں راولپنڈی کے خوبصورت اسٹیڈیم میں موجود رہے اور نہ صرف کھلاڑی بلکہ مستقبل کے قائد کو بھی تلاش کرتے رہے کیونکہ ذرائع بھی کہتے ہیں کہ خود واٹمور بھی مصباح الحق کے قائدانہ انداز سے خوش نہیں ہیں۔ اب پاکستان کرکٹ بورڈ کے ذرائع نے بتایا ہے کہ ڈیو واٹمور شعیب ملک کو نہ صرف بلے بازی اور بالنگ بلکہ سپر 8 ٹی ٹوئنٹی کپ میں قائدانہ انداز کے باعث بھی پاکستان کرکٹ ٹیم کے ٹی ٹوئنٹی دستے کا کپتان بنانا چاہتے ہیں۔ ڈیو واٹمور سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو خصوصا ٹی ٹوئنٹی طرز کی کرکٹ میں ایک نوجوان قائد کی ضرورت ہے اور اس مقصد کے لیے شعیب ملک سب سے بہتر انتخاب ہوسکتے ہیں۔ شعیب ملک نہ صرف مقامی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی کپتانی کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور راولپنڈی میں کھیلے گئے حالیہ ٹورنامنٹ میں ان کی کارکردگی ہر لحاظ سے نمایاں رہی۔ واٹمور نے ٹورنامنٹ کے دوران کارکردگی کی بنیاد پر کھلاڑیوں کی ایک فہرست مرتب کی ہے جو بین الاقوامی سطح پر ٹی ٹوئنٹی میں پاکستان کی نمائندگی کرسکتے ہیں اور شعیب ملک اس میں شامل ہیں۔ ٹی ٹوئنٹی طرز میں ٹیم کا انتخاب اس لیے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ رواں سال ماہ ستمبر میں دنیائے کرکٹ کا دوسرا سب سے بڑا اعزاز ورلڈ ٹی ٹوئنٹی منعقد ہوگا جس کے لیے پاکستان کو فوری طور پر ایک وننگ کمبی نیشن تشکیل دینا ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے نظر انتخاب شعیب ملک پر پڑ رہی ہے، جنہوں نے حالیہ ٹورنامنٹ میں 50.50 کے اوسط سے 101 رنز بنائے، جن میں فائنل میں 62 رنز کی ناقابل شکست وفتح گر اننگز بھی شامل تھی، جبکہ 92 رنز دے کر 7 وکٹیں بھی حاصل کیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ڈیو واٹمور سمجھتے ہیں کہ شعیب ملک ورلڈ ٹی ٹوئنٹی میں پاکستان کی قیادت کرسکتے ہیں، جو ستمبر میں سری لنکا میں کھیلا جائے گا۔ گوکہ انہوں نے انگلستان کے خلاف محدود اوورز کی سیریز میں مایوس کن کارکردگی پیش کی لیکن حالیہ سپر 8 میں عمدہ قیادت اور مثالی کارکردگی نے ثابت کیا ہے کہ اگر شعیب ملک کو قیادت دی جائے تو نہ صرف یہ کہ وہ جارحانہ انداز سے قیادت کرسکیں گے بلکہ ٹیم کو ایک آل راؤنڈر بھی میسر آئے گا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ شعیب ملک سیاسی حلقوں میں اپنے اچھے تعلقات کی وجہ سے ہمیشہ خبروں کی زد میں رہتے ہیں اور چند خبریں تو ایسی بھی گردش میں آئی ہیں کہ ان کی قومی کرکٹ ٹیم میں واپسی بھی سیاسی دباؤ کا نتیجہ تھی۔ لیکن ذرائع کا کہنا ہے کہ سیاست دانوں سے اچھے تعلقات سے قطع نظر اس مرتبہ شعیب ملک نے اپنی کارکردگی نے کوچ کو متاثر کیا ہے۔ اس وقت پاکستان تینوں طرز کی کرکٹ میں الگ کپتان رکھنے کا خواہاں ہیں اور ڈیو واٹمور اس سلسلے میں کام بھی کررہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ مصباح الحق کو ٹیسٹ، محمد حفیظ کو ایک روزہ اور شعیب ملک کو ٹی ٹوئنٹی ٹیم کی قیادت بخش دی جائے۔

شعیب ملک

آسٹریلیا ویسٹ انڈیز ٹی ٹوئنٹی سیریز کی تصویری جھلکیاں
Digicel
VB

شعیب ملک

آسٹریلیا ویسٹ انڈیز ٹی ٹوئنٹی سیریز کی تصویری جھلکیاں
Digicel
VB

سنسنی خیز معرکہ آرائی، آسٹریلیا پہلا ٹیسٹ 3 وکٹوں سے جیت گیا

تین روز تک ویسٹ انڈیز کے حق میں جھکا رہنے والا مقابلہ صرف ایک سیشن میں پلٹا کھا جائے گا، اس کا تصور تو میزبان ٹیم نے بھی نہیں کیا ہوگا لیکن یہ آسٹریلیا کی ہمت اور کپتان کے جراتمندانہ فیصلوں کا نتیجہ رہا کہ آسٹریلیا نے پہلی اننگز کے خسارے، اور پہلے تین ایام تک سخت جدوجہد کرنے کے بعد بھی، پہلا ٹیسٹ سنسنی خیز مقابلے کے بعد 3 وکٹوں سے میچ جیت لیا اور سیریز میں 0-1 کی برتری حاصل کرلی۔

رائن ہیرس کی آلراؤنڈر کارکردگی کی بدولت آسٹریلیا نے ناممکن کو ممکن بنایا آسٹریلیا کو آخری دو سیشنز میں ایک تاریخی فتح کے لیے 192 رنز کی ضرورت تھی جبکہ کم ہوتی روشنی، ممکنہ بارش اور پانچویں روز کی ادھڑی ہوئی پچ پر حریف گیند بازوں کو ملنے والی ممکنہ مدد فتح کی راہ میں بڑی رکاوٹیں تھی۔ آخری روز کھانے کے وقفے کے بعد آسٹریلیا نے آہستہ آہستہ ہدف کا تعاقب تو شروع کیا لیکن درمیان میں اس کی اننگز بری طرح لڑکھڑا گئی۔ 106 رنز پر جہاں اس کی صرف ایک وکٹ گری تھی، 140 تک پہنچتے پہنچتے 5 کھلاڑی پویلین لوٹ چکے تھے۔ ڈیوڈ وارنر، شین واٹسن، ایڈ کوان، رکی پونٹنگ اور سب سے بڑھ کر کپتان مائیکل کلارک کی وکٹ گرنے نے آسٹریلیا کی پیشرفت کو سخت دھچکا پہنچایا۔ گو کہ شین واٹسن نے 57 گیندوں پر 52 رنز کی اننگز کھیلی۔ اس صورتحال میں مرد بحران مائیکل ہسی اور پچھلی اننگز کے ہیروز کو بھی نظر میں رکھا جاتا، تب بھی ایک ادھڑی ہوئی پچ پر 52 رنز بنانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ لیکن مائیکل ہسی تمام تر توقعات پر پورا اترے اور وہی کردار ادا کیا جس کی ان سے تمام آسٹریلوی کھلاڑیوں کو توقع تھی۔ انہوں نے اختتامی لمحات میں محض 26 گیندوں پر 2 چھکوں اور 2 چوکوں کی مدد سے 32 قیمتی ترین رنز بنائے اور ویسٹ انڈین تابوت میں آخری کھیل ٹھونک دی۔ وہ اس وقت آؤٹ ہوئے جب آسٹریلیا فتح سے صرف تین رنز کے فاصلے پر تھا۔ آسٹریلیا کو روکنا اب ویسٹ انڈیز کے بس کی بات نہ تھی اور بالآخر وہ ناکامی سے دوچار ہوا۔ ویسٹ انڈیز کے لیے دن کا سب سے اذیت ناک لمحہ وہ ہوگا، جب اس نے آسٹریلوی اننگز کے بہترین بلے باز شین واٹسن کا آسان کیچ چھوڑا۔ کیمار روچ کی ابتدائی زبردست بالنگ کے باعث واٹسن سخت دباؤ میں تھے۔ وہ دو مرتبہ ایل بی ڈبلیو ہوتے ہوتے بچے اور پھر گلی میں ان کا ایک آسان کیچ کپتان ڈیرن سیمی نے چھوڑ دیا۔ اس وقت واٹسن صرف 4 رنز کے انفرادی اسکور پر کھیل رہے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے 52 رنز بناڈالے۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے نارسنگھ دیونرائن نے پانچویں روز کی پچ کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور سب سے زیادہ 4 وکٹیں حاصل کیں جن میں ایڈ کووان، شین واٹسن، رکی پونٹنگ اور مائیکل کلارک کی قیمتی ترین وکٹیں شامل تھیں۔ یہ انہی کی گیند بازی تھی جو ویسٹ انڈیز کو میچ میں واپس لائی ورنہ 106 رنز تک آسٹریلیا کا صرف ایک کھلاڑی ہی آٹ تھا اور وہ با آسانی ہدف تک پہنچتا دکھائی دیتا تھا۔ دیونرائن کے علاوہ دو وکٹیں کیمار روچ اور ایک وکٹ ڈیرن سیمی نے حاصل کی۔ ویسے ویسٹ انڈیز کو زیادہ تر توقعات دیوندر بشو سے تھیں کہ وہ پچ کے دائیں جانب پانچ روز تک گیند بازوں کے قدم کے باعث پچ پر پڑنے والے نشانات کا بھرپور فائدہ اٹھائیں گے لیکن وہ مکمل ناکام ثابت ہوئے اور اپنے 8 اوورز میں 44 رنز دیے اور کوئی وکٹ بھی حاصل نہ کر پائے۔ قبل ازیں یہ ویسٹ انڈیز کے بلے باز تھے جنہوں نے دوسری اننگز میں بدترین کارکردگی کا مظاہرہ کر کے اپنی پہلی اننگز کی شاندار کارکردگی پر پانی پھیر دیا اور آسٹریلیا کو موقع فراہم کیا کہ وہ میچ کو گرفت میں لے لے۔ ایک ایسے موقع پر جب ویسٹ انڈیز کو پہلی اننگز میں 43 رنز کی برتری حاصل تھی، اور اہم بلے بازوں کے اِن فارم ہونے کے باعث میچ پر اسی کی پکڑ مضبوط دکھائی دیتی تھی۔ بین ہلفنیاس نجات دہندہ بن کر سامنے آئے اور اپنی تباہ کن گیندی بازی سے میچ کو زندہ کر دیا۔ انہوں نے اننگز کے تیسرے ہی اوور میں دونوں ویسٹ انڈین بلے بازوں کو ٹھکانے لگا کر تہلکہ مچا دیا اور اگلے ہی اوور میں کرک ایڈورڈز کو بھی وکٹوں کے سامنے جالیا۔ ویسٹ انڈیز کی اننگز کا شیرازہ بکھرنے لگا کیونکہ پہلی اننگز کے سنچورین شیونرائن چندرپال 17 کے مجموعی اسکور پر رائن ہیرس کا پہلا شکار بن گئے۔ ڈیرن براوو اور نارسنگھ دیونرائن کے درمیان 50 رنز کی شراکت نے زوال پذیر اننگز کے مزید بکھرنے سے بچایا لیکن پھر یکے بعد دیگرے دونوں بلے باز پویلین لوٹ گئے اور معاملہ ٹیل اینڈرز تک پہنچ گیا۔ اس صورتحال میں زیادہ ذمہ داری کپتان ڈیرن سیمی کے کاندھوں پر تھی لیکن وہ شین واٹسن کی ایک گیند کو وکٹوں میں جانے سے روکنے کی کوشش میں بولڈ ہو گئے۔ آخری وکٹ کی رفاقت سے ویسٹ انڈیز 200 رنز کا ہدف دینے کے قریب پہنچے لگا لیکن سڈل نے بروقت وار کر کے 148 پر ہی ویسٹ انڈیز کی کہانی ختم کردی۔ آخری وکٹ پر ویسٹ انڈیز نے 23 رنز بنائے۔ ڈیرن براوو 32 رنز کے ساتھ ویسٹ انڈیز کے سب سے نمایاں بلے باز رہے جبکہ ڈیرن سیمی نے 25 رنز بنائے۔ آسٹریلیا کی جانب سے بین ہلفنیاس نے سب سے زیادہ 4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ تین وکٹیں رائن ہیرس کو ملیں۔ پیٹر سڈل نے 2 اور شین واٹسن نے ایک کھلاڑی کو آؤٹ کیا۔ میچ کے پہلے روز بلے بازوں کے لیے انتہائی سازگار نظر آنے والی پچ پر ویسٹ انڈیز نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ایک روزہ اور ٹی ٹوئنٹی سیریز میں مہمان ٹیم کو ناکوں چنے چبوانے کے بعد ان کو شکست سے دوچار کرنے کا سلسلہ ٹیسٹ میں بھی برقرار رکھا اور پہلا پورا دن آسٹریلوی گیند بازوں کی جم کر دھلائی کی۔ جب پہلے دن کا کھیل ختم ہوا تو ویسٹ انڈیز صرف تین وکٹوں کے نقصان پر 179 رنز بنا چکا تھا جبکہ دوسرے روز بھی یہی سلسلہ جاری رہا جب شیونرائن چندرپال کی سنچری اور دیگر بلے بازوں کی عمدہ شراکت کے باعث میزبان ٹیم پہلی اننگز میں 449 رنز کا بھاری مجموعہ اکٹھا کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ شیونرائن نے روایتی کچھوا چال چلتے ہوئے 248 گیندوں پر ایک چھکے اور 9 چوکوں کی مدد سے 103 رنز بنائے جبکہ کریگ بریتھویٹ نے 57، کرک ایڈورڈز نے 61، ڈیرن براوو نے 51 اور آخر میں ڈیرن سیمی کے 41 رنز نے اننگز میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔ آسٹریلیا 8 بالرز آزمانے کے باوجود ویسٹ انڈیز کو ڈھیر کرنے میں ناکام رہا اور جیسے ہی شیونرائن کی سنچری مکمل ہوئی کپتان ڈیرن سیمی نے اننگز ڈکلیئر کرنے کا اعلان کیا اور آسٹریلیا کو کھیلنے کا موقع دیا۔ جس نے دوسرے روز کے اختتام تک بغیر کسی نقصان کے 44 رنز تو بنا لیے لیکن بہرحال ویسٹ انڈیز کے لیے میچ اب تک بہت حوصلہ افزا تھا۔ تیسرے دن کا آغاز تباہی کے ساتھ ہوا جب آسٹریلیا ڈیرن سیمی کے پے در پے واروں کے نتیجے میں اوپنرز سے تو محروم ہوا ہی لیکن سب سے اذیت ناک لمحہ وہ تھا جب تجربہ کار بلے باز رکی پونٹنگ رن آؤٹ ہو گئے۔ 84 رنز پر اپنی تین وکٹیں گنوا بیٹھنے کے بعد پریشانی کے عالم میں کپتان مائیکل کلارک نے مائیکل ہسی نے اننگز کو سنبھالا دیا اور پانچویں وکٹ پر 82 قیمتی رنز کا اضافہ کر کے حریف ٹیم کے بڑھتے ہوئے دباؤ کو کم کیا۔ تیسرے روز کے اختتام تک مقابلہ ویسٹ انڈیز کی گرفت میں ہی رہا۔ آسٹریلیا پہلی اننگز میں 201 رنز کے خسارے میں تھا اور اس کی آدھی ٹیم پویلین لوٹ چکی تھی لیکن چوتھا دن فیصلہ کن ثابت ہوا جب آخری وکٹ پر رائن ہیرس اور ناتھن لیون کی 77 رنز کی ناقابل یقین شراکت داری نے سابق عالمی نمبر ایک کو درپیش خسارے کو کم تر کرتے ہوئے صرف 43 رنز کر دیا۔ رائن ہیرس کی 123 گیندوں پر 68 اور لیون کی 89 گیندوں پر 40 رنز کی اننگز نے آسٹریلیا کو وہ موقع فراہم کیا جس کا وہ منتظر تھا۔ کپتان مائیکل کلارک کے 406 رنز پر اننگز ڈکلیئر کرنے کے فیصلے کو ابتدا میں حیرانگی سے دیکھا گیا لیکن بعد ازاں یہی مرحلہ فیصلہ کن ثابت ہوا کیونکہ اسی کے باعث آسٹریلیا چوتھے روز چائے کے وقفے سے قبل ویسٹ انڈیز کی ابتدائی تینوں وکٹیں گرانے میں کامیاب ہوا اور مقابلے پر حاوی ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے محض 148 کے مجموعے پر ویسٹ انڈیز کو آؤٹ کر دیا اور اپنے لیے 192 رنز کا مختصر لیکن سخت ہدف حاصل کیا جو آخری روز سورج غروب ہونے سے محض چند لمحے قبل حاصل کر لیا گیا۔ اس لحاظ سے کلارک کا خسارے کے باوجود پہلی اننگز ڈکلیئر کرنا انتہائی بروقت بلکہ میچ کا فیصلہ کن لمحہ تھا۔ رائن ہیرس کو میچ میں پانچ وکٹیں حاصل کرنے اور پہلی اننگز میں 68 رنز کی شاندار اننگز کھیلنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

بارش جیت گئی، ویسٹ انڈیز، آسٹریلیا دوسرا ٹیسٹ بے نتیجہ

بارش نے ویسٹ انڈیز اور آسٹریلیا کے درمیان زبردست مقابلے کے امکانات کا خاتمہ کر دیا اور دوسرا ٹیسٹ کئی نشیب وفراز لینے کے بعد بھی کسی نتیجے تک نہ پہنچ سکا۔ یوں آسٹریلیا کو نہ صرف سیریز میں 1-0 کی ناقابل شکست برتری حاصل ہوگئی جبکہ 'فرینک وورل ٹرافی' بھی بدستور اسی کے پاس رہے گی۔ پورٹ آف اسپین کے خوبصورت میدان کوئنز پارک اوول میں کھیلے گئے اس مقابلے میں آسٹریلیا کے کپتان مائیکل کلارک نے ایک مرتبہ پھر جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آخری روز اپنی دوسری اننگز 160 رنز 8 کھلاڑی آؤٹ پر ڈکلیئر کر دی کیونکہ پچ جس رویے کا مظاہرہ کر رہی تھی، اس نے نہیں لگتا تھا کہ ویسٹ انڈیز 215 رنز کے ہدف تک پہنچ پائے گا اور ابتدائی وکٹیں با آسانی حاصل کر لینے کے بعد کلارک کا فیصلہ درست ثابت ہو رہا تھا لیکن ویسٹ انڈین کپتان ڈیرن سیمی حالات کے پیش نظر خود میدان میں آئے اور آسٹریلوی گیند بازوں کو آڑے ہاتھوں لیا یہاں تک کہ مجموعہ 53 رنز تک پہنچنے کے بعد میچ کو آخری مرتبہ بارش نے آ لیا اور مقابلے کا خاتمہ ہوگیا۔ مقابلے کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ تقریباً ہر روز بارش کے باعث مقابلہ رکنے کے باوجود دونوں ٹیم نے آخری روز تک جیت کے لیے زبردست جدوجہد کی اور آخری روز مائیکل کلارک کا اننگز ڈکلیئر کرنے کا فیصلہ، جب دن کے 61 اوورز باقی تھے اور بعد ازاں ڈیرن سیمی کا خود آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آنا، دونوں ٹیموں کی مثبت ذہنیت کو ظاہر کرتا ہے۔ پچ پر اسپنرز کے لیے مدد کو دیکھتے ہوئے آسٹریلیا نے چوتھی اننگز میں بلے بازی سے بچنا چاہا اور ٹاس جیت کر خود پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا، درمیان میں مختصر وقت کے لیے بارش نے ضرور میچ روکا لیکن دن میں 90 اوورز ضرور مکمل ہوئے اور آسٹریلیا نے ست روی سے لیکن میچ پر گرفت رکھتے ہوئے 208 رنز بنائے اور اس کے 5 کھلاڑی آٹ ہوئے۔ پہلے دن کی اہم ترین اننگز شین واٹسن نے 56 رنز اور مائیکل کلارک نے 45 رنز کی صورت میں کھیلیں لیکن یہ دوسرے روز مائیکل ہسی کے 73 رنز تھے جنہوں نے ایک مشکل وکٹ پر آسٹریلیا کو بالادست پوزیشن پر پہنچایا۔ تجربہ کار مائیکل نے 5 رنز پر وکٹوں کے پیچھے ملنے والی زندگی کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور 207 گیندوں پر 1 چھکے اور 4 چوکوں کی مدد سے 73 رنز بنا ڈالے۔ انہوں نے ساتویں وکٹ پر جیمز پیٹن سن کے ساتھ مل کر اسکور میں 89 قیمتی رنز کا اضافہ کیا اور بالآخر آسٹریلیا کی پہلی اننگز دوسرے روز چائے کے وقفے پر 311 رنز پر تمام ہوئی۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے کیمار روچ نے سب سے زیادہ 5 وکٹیں حاصل کیں جبکہ تین وکٹیں شین شلنگ فرڈ اور دو وکٹیں نارسنگھ دیونرائن کو ملیں۔ ایک اچھے اسکور کے تعاقب میں ویسٹ انڈیز کا آغاز بہت برا ہوا اور اسے ابتدا ہی میں اپنے اوپنرز سے محروم ہونا پڑا۔ کریگ بریتھویٹ بین ہلفنیاس کی اننگز کی واحد وکٹ بنے جبکہ دوسرے اینڈ سے ایڈرین بارتھ اسپنر مائیکل بیئر کا شکار بن گئے۔ ویسٹ انڈیز کی پیشرفت کو ایک بڑا نقصان کیرن پاول کی وکٹ کی گرنے کی صورت میں ملا جو 38 کے مجموعی اسکور پر جیمز پیٹن سن کی پہلی وکٹ بن گئے۔ اس صورتحال میں ضرورت تھی کہ ڈیرن براوو اور شیونرائن چندرپال ذمہ دارانہ اننگز کھیلیں اور انہوں نے دوسرے روز میزبان ٹیم کو مزید کسی نقصان سے بچائے رکھا۔ اگر اگلے روز کوئی بلے باز نارسنگھ دیونرائن کی طرح چندرپال کا ساتھ دینے میں کامیاب ہو جاتا تو ویسٹ انڈیز آسٹریلیا کی برتری کا خاتمہ کر دیتا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ سب سے پہلے ڈیرن براوو عین اس وقت مائیکل ہسی کی وکٹ بن گئے جب اسکور 100 پر پہنچا تھا۔ اس کے بعد چندرپال اور دیونرائن نے اننگز کی سب سے بڑی شراکت داری قائم کی۔ دونوں نے پانچویں وکٹ پر 130 رنز جوڑے اور ویسٹ

انڈیز کو بہت زبردست پوزیشن پر پہنچا دیا یعنی محض 4 وکٹوں کے نقصان پر 230 رنز لیکن اسی مجموعے پر دیونرائن کی وکٹ گرتے ہی گویا بند ٹوٹ گیا اور محض 27 رنز کے اضافے سے ویسٹ انڈیز کی آخری 6 وکٹیں ڈھیر ہو گئیں۔ دیونرائن 139 گیندوں پر ایک چھکے اور 7 چوکوں کی مدد سے 55 رنز بنا کر ناتھن لیون کی گیند پر اسٹمپ ہوئے جبکہ لیون کے اگلے ہی اوور میں شیونرائن 94 رنز بنا کر ایل بی ڈبلیو ہو گئے۔ یوں انہیں اپنے کیریئر کی 25ویں سنچری بنانے کا موقع نہ مل سکا۔ شیو کی اننگز ایک چھکے اور 10 چوکوں سے مزین اور 217 گیندوں پر محیط تھی۔ آنے والے بلے بازوں نے بہت مایوس کیا بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ لیون کے سامنے کوئی ٹک ہی نہ پایا۔ سیمی ایک، شلنگ فرڈ 4، کیمار روچ صفر اور کارلٹن 21 رنز بنانے کے بعد لیون ہی کا شکار بنے اور ویسٹ انڈیز کی پہلی اننگز انتہائی مایوس کن انداز میں 257 رنز پر مکمل ہوئی۔ ایک مشکل پچ پر 54 رنز کی برتری آسٹریلیا کے لیے بہت بڑا بونس تھی اور یہ برتری دلانے میں سب سے نمایاں کردار ناتھن لیون کا رہا جنہوں نے 68 رنز دے کر ویسٹ انڈیز کی آخری پانچوں وکٹیں حاصل کیں۔ دو وکٹیں مائیکل بیئر اور ایک، ایک وکٹ بین ہلفنیاس، جیمز پیٹن سن اور مائیکل ہسی کو ملیں۔

چوتھے روز ویسٹ انڈیز کی دوسری اننگز کا صفایا کرنے کے بعد آسٹریلیا نے برتری کے ساتھ پر اعتماد انداز میں اپنی آخری اننگز شروع کی اور کیمار روچ کے ایک ہی اوور میں دونوں اوپنرز کو گنوانے کا دھچکا سہنے کے باوجود وکٹ کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے حریف کو ایک مشکل ہدف دینے کی جانب اپنی پیشرفت جاری رکھی۔ اگر چوتھے روز بارش میچ کو متاثر نہ کرتی تو میچ کا نتیجہ آنے کے امکانات سو فیصد تھے لیکن بار بار کی مداخلت سے دن بھر میں 31 اوورز کا کھیل بھی نہ ہو سکا اور جب چوتھے روز کا کھیل ختم ہونے کا اعلان کیا گیا تو آسٹریلیا کا اسکور 73 رنز پر 3 کھلاڑی آٹ تھا اور یہیں سے میچ کے بے نتیجہ ہونے کے امکانات پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ آخری روز کے آغاز پر آسٹریلیا کی مجموعی برتری محض 127 رنز کی تھی اور وہ خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا، اس کے لیے پہلے محفوظ مقام پر پہنچنا ضروری تھا۔ رکی پونٹنگ کے 41 اور میتھیو ویڈ کے 31 رنز کے علاوہ کوئی ایسی قابل ذکر باری اس مرتبہ آسٹریلیا کی جانب سے نہ کھیلی جا سکی اور کیمار روچ کی عمدہ گیند بازی اور ایک مرتبہ پھر اننگز میں 5 وکٹوں کے حصول نے آسٹریلیا کی پیشرفت کو سخت دھچکا پہنچایا۔ 160 رنز پر آٹھویں وکٹ گرنے کے ساتھ آسٹریلیا نے اپنی اننگز کے اختتام کا اعلان کیا اور ویسٹ انڈیز کو میچ جیتنے کے لیے 215 رنز کا ہدف ملا جبکہ 61 اوورز کا کھیل ابھی باقی تھا۔ ساڑھے تین رنز فی اوورز سے درکار اوسط کچھ زیادہ نہیں تھا لیکن ایک مشکل وکٹ پر پانچواں روز بلے بازوں کے لیے بڑا ہی کڑا امتحان ہوتا ہے اور ابتدا ہی سے اندازہ ہو گیا کہ یہ ہدف جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ محض 13 پر دونوں اوپنرز گنوانے کے بعد ڈیرن سیمی خود میدان میں آئے اور 26 گیندوں پر 30 رنز بنا کر ویسٹ انڈیز کے ارادوں کو ظاہر کر دیا۔ انہوں نے ایک چھکا اور 4 چوکے لگائے اور دونوں وکٹیں حاصل کرنے والے بین ہلفنیاس کی مسلسل تین گیندوں پر 14 رنز حاصل کیے۔ لیکن بدقسمتی سے کھیل زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ 11ویں اوور کے اختتام کے ساتھ ہی میدان میں روشنی کافی کم ہو گئی اور کچھ دیر بعد ایک مرتبہ پھر بارش شروع ہو گئی اور اس کے بعد میچ کا دوبارہ آغاز نہ ہو سکا۔ کیمار روچ کو 10 وکٹیں حاصل کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔ وہ 19 سال بعد آسٹریلیا کے خلاف کسی میچ میں 10 وکٹیں حاصل کرنے والے پہلے ویسٹ انڈین بالر ہیں۔

اسمتھ کی شعلہ فشاں اننگز، آسٹریلیا ہار گیا، ٹی ٹوئنٹی سیریز برابر

ڈیوین اسمتھ کی شاندار بیٹنگ اور بعد ازاں فیڈل ایڈورڈز اور مارلون سیموئلز کی عمدہ گیند بازی کی بدولت ویسٹ انڈیز نے آسٹریلیا کو دوسرا ٹی ٹوئنٹی ہرا کر سیریز 1-1 سے برابر کر دی۔ پہلے ٹی ٹوئنٹی میں مایوس کن شکست کے بعد دونوں ٹیمیں اس مرتبہ برج ٹان، بارباڈوس کے تاریخی کین سنگٹن اوول میں آمنے سامنے تھیں جہاں ویسٹ انڈیز نے ٹاس جیت کر بیٹنگ کا فیصلہ کیا اور اسمتھ اور جانسن چارلس کے درمیان 72 رنز کی برق رفتار شراکت داری نے فتح کی بنیاد رکھی۔ گو کہ دونوں کھلاڑیوں کے درمیان ساتویں اوور کی چوتھی گیند تک جاری رہنے والے اس شراکت داری کا ویسٹ انڈیز بھرپور انداز میں فائدہ نہ اٹھا سکا اور آنے والے تقریباً تمام بلے باز مکمل طور پر ناکام ثابت ہوئے لیکن اس کے باوجود میزبان ٹیم 160 کا اچھا مجموعہ حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ جانسن چارلس 21 گیندوں پر 37 رنز بنانے کے بعد حریف کپتان شین واٹسن کی پہلی وکٹ بنے۔ وہ ایک چوکا رسید کرنے کے بعد سیدھا سائٹ اسکرین پر گیند کو مارنا چاہتے تھے لیکن اس کی رفتار سے دھوکا کھا گئے اور لانگ آف پر دھر لیے گئے۔ آسٹریلیا نے کچھ سکھ کا سانس لیا کیونکہ اگلے ہی اوور میں بریٹ لی نے خطرناک ترین بلے باز کیرون پولارڈ کو ٹھکانے لگا دیا جنہیں رنز کی رفتار کو برقرار رکھنے کے لیے ترقی دے کر ون ڈاؤن بھیجا گیا تھا۔ یہ ویسٹ انڈیز کے لیے بہت کاری وار تھا لیکن اسمتھ نے ان کی کسر پوری کر دی۔ اگلے ہی اوور میں انہوں نے جیمز پیٹن سن کو تین چھکے لگائے اور اسی رفتار کو جاری رکھتے ہوئے زیوائیر ڈوہرتی کو دو گیندوں پر چوکا اور چھکا رسید کرنے کے بعد لانگ آن پر ڈیوڈ ہسی کے کیچ کا نشانہ بن گئے۔ صرف 34 گیندوں پر 6 چوکوں اور 4 چھکوں سے مزید یہ اننگز 63 رنز پر اپنے اختتام کو پہنچی۔ اس وقت جب ویسٹ انڈیز کا مجموعی اسکور صرف 10 اوورز میں 110 رنز تھا۔ لیکن نصف منزل تک اس شاندار سفر کے باوجود ویسٹ انڈیز بھرپور فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اندازہ لگایئے اگلے 10 اوورز تک ویسٹ انڈیز صرف دو چوکے لگانے میں کامیاب ہو سکا اور آخری اوور کی چوتھی گیند تک تمام وکٹیں گنوا بیٹھا۔ آنے والے بلے بازوں میں صرف ڈیوین براوو ہی تھے جن کی اننگز دہرے ہندسے میں داخل ہوئی، باقی بلے باز تو اس شرف سے بھی محروم رہے۔ آسٹریلیا کی جانب سے بریٹ لی نے 23 رنز دے کر 3 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا جبکہ دو، دو وکٹیں کلنٹ میک کے اور شین واٹسن کو ملیں۔ ڈوہرتی اور ڈینیل کرسٹیان نے ایک، ایک کھلاڑی کو ٹھکانے لگایا۔

آسٹریلیا کی جوابی کارروائی ہدف کے عین مطابق تھی جس کا آٹھویں اوور میں 64 رنز پر صرف ایک کھلاڑی آؤٹ تھا لیکن کپتان جارج بیلے کے مارلون سیموئلز کے ہاتھوں آؤٹ ہوتے ہی میچ گرفت سے نکلنے لگا۔ وکٹیں وقفے وقفے سے مسلسل گرتی رہیں۔ پہلے مائیکل ہسی 14 رنز بنا کے سیموئلز کی دوسری وکٹ بنے تو پھر ڈیوڈ وارنر 58 رنز کی نمایاں اننگز کھیل کر رن آؤٹ ہو گئے۔ وہ مڈ آن سے ڈیوین براوو کی براہ راست تھرو کا شکار بنے اور یہیں سے میچ پلٹ گیا۔

133 کے مجموعی اسکور پر سیموئلز نے تیسری وکٹ حاصل کر کے آدھی آسٹریلین ٹیم کا خاتمہ کر دیا اور یوں ہدف مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا گیا کیونکہ اس وقت تک آسٹریلیا تقریباً 18 اوورز استعمال کر چکا تھا اور اسے دو اوورز میں 28 رنز چاہیے تھے جس کے حصول کی کوشش میں 19 ویں اوور میں فیڈل ایڈورڈز اور آخری اوور میں ڈیوین براوو کی دو، دو وکٹوں نے آسٹریلیا کی پیشقدمی کا خاتمہ کر دیا۔ گو کہ آسٹریلیا کو آخری اوور میں 19 رنز درکار تھے اور ڈیوڈ ہسی کی موجودگی میں یہ ناممکن بھی نہ تھے لیکن وہ بروقت باؤنڈریز حاصل کرنے میں ناکام رہے اور چوتھی گیند پر پولارڈ کے ایک کمال کیچ کا شکار ہو گئے۔ آسٹریلیا 20 اوورز میں 9 وکٹوں کے نقصان پر صرف 146 رنز ہی بنا پایا اور 14 رنز سے شکست کھا گیا۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے سیموئلز اور ایڈورڈز نے تین، تین وکٹیں حاصل کیں جبکہ دو وکٹیں ڈیوین براوو کو ملیں۔ ڈیوین اسمتھ کو شاندار بلے بازی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ آسٹریلیا کے کپتان شین واٹسن سیریز کے بہترین کھلاڑی کا اعزاز جیتنے میں کامیاب ہوئے۔

ایک روزہ سیریز میں سخت معرکہ آرائی کے بعد مختصر ترین طرز کی کرکٹ میں آسٹریلیا نے ویسٹ انڈیز پر اپنی برتری ثابت کر دکھائی اور پہلے ٹی ٹوئنٹی میں باآسانی 8 وکٹوں سے فتح حاصل کر لی۔ شین واٹسن اور مائیکل ہسی کی ناقابل شکست نصف سنچریوں کے سامنے کیرون پولارڈ کی برق رفتار نصف سنچری اننگز بجھ سی گئی اور ویسٹ انڈیز کو رنز بنانے میں تاخیر بہت زیادہ مہنگی پڑ گئی۔ گو کہ سینٹ لوشیا کے خوبصورت میدان میں پولارڈ کی 20 گیندوں پر بنائی گئی نصف سنچری نے ویسٹ انڈیز کو 150 کے مجموعے تک پہنچایا لیکن بلے بازوں کے لیے مددگار پچ اور چھوٹے میدان پر اتنے رنز کافی نہ تھے، نتیجہ یہی نکلا کہ پہلے اوور میں وارنر کی وکٹ گنوانے کے علاوہ آسٹریلیا کو ہدف کے تعاقب میں کسی بڑی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مائیکل ہسی اور شین واٹسن نے دوسری وکٹ پر 108 رنز کی زبردست شراکت داری قائم کی اور مقابلے کو ویسٹ انڈیز کی پہنچ سے کہیں دور کر دیا۔ واٹسن کے 6 شاندار چھکوں میں سے دو کرشمار سنتو کی کے ایک ہی اوور میں رسید کیے گئے، جس میں مجموعی طور پر 17 رنز لوٹے گئے۔ شین واٹسن نے اپنی نصف سنچری محض 38 گیندوں پر مکمل کی اور 43 گیندوں پر 69 رنز بنائے جس میں 5 چوکے بھی شامل تھے۔ دوسری جانب مائیکل ہسی 45 گیندوں پر 59 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے۔ ان کی اننگز میں 2 چھکے اور 4 چوکے شامل تھے۔ یہ ویسے بھی ہسی کے لیے ایک تاریخی میدان ہے، جی ہاں 2010 ! کے آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی کا سیمی فائنل بھلا کون سا پاکستانی بھول پائے گا جس میں ہسی نے معجزاتی کارکردگی دکھاتے ہوئے آسٹریلیا کو سیمی فائنل جتوایا تھا۔ بہرحال، آسٹریلیا کے ٹی ٹوئنٹی دستے کے قائد جارج بیلے 21 رنز کے ساتھ ناٹ آؤٹ رہے جنہوں نے 19 ویں اوور کی پہلی گیند پر چوکا مارتے ہوئے آسٹریلیا کو فتح سے ہمکنار کر دیا، وہ بھی 8 وکٹوں کے بڑے مارجن سے۔ سنیل نرائن کے علاوہ ویسٹ انڈیز کے تمام ہی بالرز بہت مہنگے ثابت ہوئے، کپتان ڈیرن سیمی کے 2 اوورز میں 22، پولارڈ اور ڈیوین اسمتھ کے ایک، ایک اوور میں بالترتیب 16 اور 12، کرشمار سنتو کی کے تین اوورز میں 27 اور گیری متھورین کے 4 اوورز میں 33 رنز لوٹے گئے۔ وکٹیں بھی صرف سنتو کی اور متھورین کو ہی ملیں۔

قبل ازیں ویسٹ انڈیز نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا تو ابتدا ہی میں وکٹیں گر جانے کے باعث اس کی اننگز اس رفتار کو حاصل نہیں کر پائی جو ایک اچھا ہدف دینے کے لیے درکار تھی۔ تیسرے ہی اوور میں ڈیوین اسمتھ بریٹ لی کی پہلی وکٹ بن گئے اور اس کے بعد وقفے وقفے سے وکٹیں گرنے کا سلسلہ جاری رہا بلکہ اس سے کہیں زیادہ تشویشناک بات یہ تھی کہ رنز بنانے کی رفتار بہت زیادہ نہیں تھی۔ جب 13 ویں اوور کی پہلی گیند پر اینکرومابونر 33 گیندوں پر 24 رنز کی سست اننگز کھیل کر پویلین لوٹے تو ویسٹ انڈیز کا اسکور محض 72 رنز تھا، یعنی رن اوسط محض 6 رنز فی اوور تھا۔ کیرون پولارڈ نے صورتحال کا درست ترین ادراک کیا اور آسٹریلیا کے گیند بازوں کے چھکے چھڑا دیے۔ پولارڈ ایک روزہ سیریز سے بھرپور فارم میں چلے آ رہے تھے اور انہوں نے اس مرتبہ بھی ویسی ہی بلے بازی دکھائی جیسی وہ ایک روزہ مرحلے میں دکھاتے آ رہے تھے۔ بلند و بالا چھکوں کے باعث شہرت رکھنے والے پولارڈ نے اپنے روایتی انداز میں زبردست چھکے بھی لگائے اور زیوائیر ڈوہرتی کی ایک گیند کو تو میدان سے باہر ہی پھینک ڈالا۔ بعد ازاں انہوں نے ڈینیل کرسٹیان کو مسلسل دو گیندوں پر دو چھکے مارے اور محض 20 گیندوں پر 50 رنز بنا کر ٹی ٹوئنٹی میں تیز ترین نصف سنچری بنانے والے ویسٹ انڈین بلے باز بن گئے۔ ان سے قبل یہ اعزاز کرس گیل کے پاس تھا جنہوں نے 2009 ورلڈ ٹی ٹوئنٹی میں آسٹریلیا کے خلاف ہی 23 گیندوں پر نصف سنچری بنائی تھی۔ مقررہ اوورز کے اختتام پر وہ 26 گیندوں پر 54 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے، جس میں 5 چھکے اور 2 چوکے شامل تھے۔ یہ پولارڈ کے ٹی ٹوئنٹی بین الاقوامی کیریئر کی پہلی نصف سنچری بھی تھی۔ ان کے علاوہ سوائے اوپنر جانسن چارلس کے 16 گیندوں پر 24 رنز کے کوئی میزبان بلے باز نمایاں کارکردگی نہ دکھا سکا۔

ہیراتھ انگلستان اور فتح کے درمیان حائل ہوگئے، سری لنکا کی جیت

انگلستان فتح کی جانب گامزن تھا، لیکن ۔۔۔۔ وہی ہوا جو عالمی نمبر ایک بننے کے بعد سے بابائے کرکٹ کے ساتھ ہوتا آرہا ہے کہ وہ برصغیر کی کنڈیشنز میں اسپن گیند بازی کے سامنے چاروں شانے چت ہوجاتا ہے، اور اس مرتبہ بھی انگلش بلے بازوں اور فتح کے درمیان ایک اسپنر رنگانا ہیراتھ حائل ہوا، جس نے میچ میں 12 وکٹیں حاصل کیں۔ یہ عظیم گیند باز مرلی دھرن کی ریٹائرمنٹ کے بعد سری لنکا کی پہلی فتح تھی۔ رنگانا ہیراتھ نے دونوں اننگز میں 6، 6 وکٹیں حاصل کیں اور کپتان مہیلا جے وردھنے کے ساتھ تاریخی فتح کے دوسرے کلیدی محرک رہے۔ جیاوردنے نے پہلی اننگز میں اس وقت سنچری داغی جب 191 کے مجموعے پر سری لنکا کی 7 وکٹیں گر چکی تھیں اور انہوں نے آخری تین وکٹوں کے ساتھ مل کر اسکور میں 127 رنز کا اضافہ کیا اور ٹیم کو میچ میں واپس لائے اور بعد ازاں کچھ ایسی ہی صورتحال سری لنکا کو دوسری اننگز میں بھی پیش آئی جہاں 127 رنز پر اس کی 8 وکٹیں گر چکی تھیں۔ اس نازک صورتحال میں وکٹ کیپر پرسنا جیاوردنے نے 61 رنز کی میچ بچاؤ اننگز کھیلی اور آخری دو کھلاڑیوں کے ساتھ مل کر 87 قیمتی رنز کا اضافہ کیا جو بعد ازاں فیصلہ کن ثابت ہوئے۔

گال کے تاریخی میدان میں کھیلے گئے ٹیسٹ میں انگلستان اپنی اسپن گیند بازی اور مضبوط ترین بیٹنگ لائن اپ کی بدولت حریف پر بیشتر اوقات غالب رہا لیکن سری لنکا کی دو صلاحیتوں نے اسے میچ میں یادگار کامیابی دلائی، ایک آخری وکٹوں پر رنز بنانا اور دوسرا اچھی گیند بازی پر عمدہ فیلڈنگ۔ انگلستان ان دونوں قابلیتوں سے محروم رہا۔ انگلش فیلڈرز نے پہلی اننگز میں مہیلا جیاوردنے کو چار زندگیاں عطا کیں جس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے حریف قائد نے میچ کی صورتحال ہی تبدیل کر کے رکھ دی۔ دوسری جانب دونوں اننگز میں سری لنکا کی آخری دو وکٹوں کا زبردست انداز میں رنز سمیٹنا میچ کا فیصلہ کن مرحلہ ثابت ہوا۔ آخری دو جوڑیوں نے پہلی اننگز میں 65 اور دوسری میں 87 رنز بنائے۔ علاوہ ازیں دوسری اننگز کے اہم ترین سری لنکن بلے باز پرسنا جیاوردنے کا اسٹورٹ براڈ کی نو بال پر آؤٹ ہونا بھی انگلستان کی بدقسمتی ثابت ہوا۔

بہرحال، 340 رنز کے ایک بڑے ہدف کے تعاقب میں صرف جوناتھن ٹراٹ ہی ایسے انگریز بلے باز تھے جنہوں نے سنچری کے ذریعے سری لنکن گیند بازوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن آخر میں انگلش بلے بازوں کی نااہلی ہدف سے کہیں زیادہ بڑی ثابت ہوئی، جو ہیراتھ کی گیند بازی کے سامنے ڈھیر ہوتے چلے گئے۔ علاوہ ازیں آخری روز سری لنکا کی بہترین فیلڈنگ نے بھی فتح میں یکساں اہم کردار ادا کیا۔ اس میں لاہیرو تھریمانے کا میٹ پرائیر کے سویپ شاٹ پر فارورڈ شارٹ لیگ پر لیا گیا زبردست کیچ بھی شامل تھا جس نے پانچویں وکٹ کی شراکت کا خاتمہ کیا جو انگلستان کو ریکارڈ فتح کی جانب گامزن کیے ہوئے تھے۔ تھریمانے نے پرائیر کے تیز سویپ شاٹ کو پہلے اپنے جسم پر کھایا اور دماغ کو حاضر رکھتے ہوئے گیند کو گرنے نہیں دیا۔ 81 رنز کی اس شراکت کے خاتمے کے بعد یہیں سے انگلستان کی اننگز کے بکھرنے کی ڈرامائی داستان شروع ہوئی، بالکل ویسی ہی جیسی کہ چند ہفتوں قبل پاکستان کے خلاف ابوظہبی میں 145 رنز کے تعاقب میں ہوئی تھی۔ یہاں انگلستان نے محض 31 رنز کے اضافے پر اپنی آخری 6 وکٹیں گنوائیں اور میچ طشتری میں رکھ کر میزبان ٹیم کو پیش کر دیا۔ گال میں کھیلا گیا آخری ٹیسٹ میدان کے منتظمین کے لیے پریشان کن ثابت ہوا تھا کیونکہ آسٹریلیا۔ سری لنکا معرکے کے بعد پچ کو ناقص قرار دیا گیا تھا اور اگر اس مرتبہ بھی ایسا ہوتا تو گال کو کسی بھی ٹیسٹ مقابلے کی میزبانی سے عرصے کے لیے محرومی کا سامنا کرنا پڑتا لیکن اس مرتبہ دونوں ٹیموں کے بلے بازوں نے عام تاثر کے برعکس وکٹ کو اچھا قرار دیا لیکن حقیقت یہی ہے کہ آخری روز تک وکٹ اسپنرز کے لیے بہت زیادہ مددگار ہو چکی تھی جس کا پورا فائدہ رنگانا ہیراتھ نے اُٹھایا۔ انہوں نے گیند کو بلے باز کے دونوں جانب گھمایا بھی اور اس کی پرواز اور ٹپہ پڑنے کے مقام پر بھی مکمل گرفت رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کیریئر میں نویں مرتبہ پانچ وکٹیں حاصل کرنے کا کارنامہ انجام دینے میں کامیاب ہوئے اور کسی ٹیسٹ مقابلے میں 10 وکٹیں حاصل کرنے والے پانچویں سری لنکن گیند باز بھی بنے۔

دوسری جانب طویل سفر کے بعد اپنی ٹیم کے حوصلے بلند کرنے کے لیے بحرِ ہند کے اس جزیرے میں پہنچنے والے انگلش تماشائیوں کے لیے یہ ہار بہت حوصلہ شکن تھی، جو آخری روز بڑی امیدوں کے ساتھ میدان میں آئے تھے۔ گو کہ انہیں جوناتھن ٹراٹ کی صبر، تکنیک اور توجہ مرکوز رکھنے کی صلاحیتوں سے مزید اننگز ضرور دیکھنے کو ملی لیکن ان کی عمدہ اننگز بھی انگلستان کو ایک غیر معمولی فتح سے ہمکنار نہ کر سکی۔ ٹراٹ نے 266 گیندوں پر 10 چوکوں کی مدد سے 112 رنز کی صبر آزما اننگز کھیلی۔ لیکن اس پورے سفر میں ایک اینڈ پر بے بسی کی تصویر بنے وکٹوں کو گرتے ہی دیکھتے رہے۔ ان کی نظروں کے سامنے کیون پیٹرسن مڈ وکٹ پر کیچ تھما بیٹھے، این بیل پہلے سے سوچے ہوئے ایک سویپ شاٹ کو کھیلنے کی کوشش میں پویلین سدھارے، سمیت پٹیل وکٹ چھوڑتے ہوئے آف سائیڈ پر کھیلنے کی کوشش میں تلکارتنے دلشان کے ایک زبردست کیچ کا نشانہ بنے، جو ایک لمحے کے لیے ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا لیکن کمال ہوشیاری سے انہوں نے زمین پر گرنے سے قبل ہی اسے دوبارہ تھام لیا، اور اس کے بعد گریم سوان سویپ شاٹ کا ایک اور شکار بنے۔ جوناتھن ٹراٹ کے کیریئر کی اس ساتویں سنچری نے چائے کے وقفے تک انگلستان کی توقعات کو تو برقرار رکھا لیکن ان کے لیگ سلپ پر کیچ ہوتے ہی تمام تر اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ دلشان نے ان کا ایک ناقابل یقین کیچ تھام کر انگلستان کا آخری چراغ بھی گل کر دیا۔ ان کے بعد آنے والے تین بلے باز اسکور میں محض 10 رنز کا اضافہ کر سکے اور 264 رنز پر پوری ٹیم آؤٹ ہوگئی۔ یوں پہلا معرکہ 75 رنز سے سری لنکا کے نام رہا۔ یہ عالمی نمبر ایک کی ٹیسٹ مقابلوں میں مسلسل چوتھی شکست تھی۔ انہیں اس سے قبل پاکستان کے خلاف سیریز کے تمام تین ٹیسٹ میچز میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

قبل ازیں سری لنکا نے ٹاس جیت کر پہلے بلے بازی کا فیصلہ کیا تو توقعات کے برعکس تیز گیند بازی ہی اس کا کام تمام کرتے دکھائی دیے۔ اینڈرسن نے دن کے تیسرے ہی اوور میں لاہیرو تھریمانے اور کمار سنگاکارا کی وکٹیں حاصل کر کے تہلکہ مچا دیا۔ رہی سہی کسر اگلے اوور میں اسٹورٹ براڈ کے ہاتھوں تلکارتنے دلشان کے آؤٹ نے پوری کر دی۔ محض 15 رنز پر 3 وکٹیں گر جانے کے بعد توجہ کا تمام تر مرکز کپتان مہیلا جیاوردنے تھے اور انہوں نے خود سے وابستہ توقعات کو پورا بھی کر دکھایا۔ گو کہ دوسرے اینڈ سے وکٹیں گرتی رہیں لیکن مہیلا جیاوردنے کے حوصلوں کو پست کرنا انگلش گیند بازوں کے لیے ممکن نہ تھا۔ انہوں نے رنگانا ہیراتھ کے ساتھ آٹھویں وکٹ پر 62 رنز کا اضافہ کیا لیکن بدقسمتی سے اپنی ڈبل سنچری مکمل نہ کر پائے اور 180 رنز پر اینڈرسن کی پانچویں وکٹ بن گئے۔ اس کے ساتھ ہی 318 رنز پر سری لنکن اننگز کا بھی خاتمہ ہوگیا جو اننگز کی ابتدائی صورتحال کو دیکھتے ہوئے بہت ہی شاندار اسکور تھا۔ مہیلا جیاوردنے نے کیریئر کی 30 ویں سنچری 200 گیندوں پر مکمل کی اور 315 گیندوں پر 22 چوکوں اور 3 چھکوں کی مدد سے 180 رنز بنانے کے بعد سب سے آخر میں آؤٹ ہوئے۔ انگلستان کی جانب سے جمی اینڈرسن نے سب سے زیادہ 5 وکٹیں حاصل کیں جبکہ دو وکٹیں کیریئر کا پہلا ٹیسٹ کھیلنے والے سمیت پٹیل نے اور ایک اسٹورٹ براڈ نے حاصل کی۔ پہلی اننگز میں بالنگ کے دوران حوصلے ہارنے کے بعد اب انگلش بلے بازوں کا امتحان تھا، اور گزشتہ کارکردگی کو دہراتے ہوئے وہ اس مرتبہ بھی مکمل طور پر ناکام ہوئے۔ رنگانا ہیراتھ اور سورج رندیو کے سامنے ان کی ایک نہ چلی اور سوائے این بیل کے 52 رنز کے کسی بلے باز نے قابل ذکر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سرفہرست پانچ بلے باز محض 72 رنز پر پویلین لوٹ چکے تھے جن میں اینڈریو اسٹراس کا صفر پر آؤٹ ہونا بھی شامل تھا اور بالآخر پوری اننگز 193 رنز پر تمام ہوئی۔ ہیراتھ نے 74 رنز دے کر 6 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا جبکہ دو وکٹیں سورج رندیو اور ایک، ایک وکٹ ویلیگیدرا اور لکمل کو ملی۔ جرات مندانہ بلے بازی اور پھر عمدہ گیند بازی نے سری لنکا کو میچ میں بالا دست پوزیشن پر پہنچا دیا جسے 125 رنز کی برتری حاصل ہو چکی تھی لیکن دوسری اننگز میں جہاں اسے اپنا شکنجہ مزید کسنے کی ضرورت تھی، اس کے ابتدائی بلے باز ایک مرتبہ پھر مکمل طور پر ناکام ہوگئے۔ دلشان صفر پر آؤٹ ہوئے اور 14 کے مجموعے تک پہنچتے ہی سری لنکا کو بہت ہی کراری ضرب لگی، پہلی اننگز کے ہیرو مہیلا جیاوردنے صرف 5 رنز بنا کر گریم سوان کا دوسرا شکار بنے اور سری لنکا کی گرنے والی وکٹوں کی تعداد تین ہوگئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اسپنرز کے لیے مددگار ہوتی ہوئی پچ پر گریم سوان چھا گئے اور انہوں نے اپنے ساتھی مونٹی پنیسر کے ساتھ مل کر مڈل آرڈر میں تھیلان سماراویرا (36) رنز اور دنیش چندیمال (31) رنز کی معمولی مزاحمت کا بھی خاتمہ کیا تو لگتا تھا کہ اب مقابلہ برابری کی بنیاد پر آگیا ہے لیکن وکٹ کیپر پرسنا جیاوردنے ڈٹ گئے جنہوں نے 3 چوکوں اور 3 چھکوں کی مدد سے 61 رنز کی ناقابل شکست اننگز کھیلی اور انہی کی اس اننگز کی بدولت سری لنکا نے آخری تین وکٹوں پر 99 رنز کا اضافہ کر ڈالا اور میچ کو انگلستان کی گرفت سے نکال لیا۔ آخری دونوں بلے بازوں چناکا ویلیگیدرا اور سورنگا لکمل نے 13، 13 رنز بنا کر ان کا بھرپور ساتھ دیا اور سری لنکا کی دوسری اننگز کا اختتام 214 رنز پر ہوا۔ گریم سوان نے 82 رنز دے کر 6 وکٹیں حاصل کیں جبکہ دو وکٹیں مونٹی پنیسر کو ملیں اور ایک کھلاڑی کو اسٹورٹ براڈ نے آؤٹ کیا۔ 340 رنز کا ہدف انگلستان کے بلے بازوں کی اوقات سے کہیں زیادہ ثابت ہوا اور بالآخر پوری ٹیم 264 رنز پر ڈھیر ہوگئی اور سری لنکا نے عرصہ دراز کے بعد کوئی ٹیسٹ میچ جیت لیا۔ رنگانا ہیراتھ کو 12 وکٹیں حاصل کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

سوان اور پیٹرسن نے انگلستان کی نمبر ایک پوزیشن بچالی، سیریز برابر

کولمبو ٹیسٹ کے آخری روز جب انگلستان کو محض 94 رنز کا ہدف ملا تو اس کے بلے بازوں کے ذہن میں ضرور ابوظہبی کی یادیں گردش کر رہی ہوں گی جہاں صرف 145 رنز کے تعاقب میں وہ 72 پر ڈھیر ہو گئے تھے اور عالمی درجہ بندی میں ان کی سرفہرست پوزیشن کو پہلا داغ لگا تھا لیکن یہاں کولمبو میں ایسا کچھ نہیں ہوا، کیونکہ انگلستان کو پاکستان جیسے گیند بازوں کا سامنا نہیں تھا، یوں اس نے ابتدا ہی سے مقابلے پر جو گرفت حاصل کی اسے آخر تک برقرار رکھا اور با آسانی 8 وکٹوں سے ٹیسٹ جیت کر نہ صرف سیریز 1-1 سے برابر کر ڈالی بلکہ نمبر ایک پوزیشن بھی برقرار رکھنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ دونوں اننگز میں کیون پیٹرسن کی شعلہ فشاں اننگز نے انگلش فتح کی راہ ہموار کی اس شاندار کامیابی کے معمار تھے کیون پیٹرسن اور گریم سوان۔ اول الذکر نے پہلی اننگز میں 165 گیندوں پر 151 رنز کی شاندار اننگز کھیل کر انگلستان کو 185 رنز کی زبردست برتری دلائی اور آخر الذکر نے دوسری اننگز میں 6 سری لنکن بلے بازوں کی وکٹیں حاصل کر کے انہیں صرف 94 رنز کا ہدف دینے دیا، جسے انگلستان نے با آسانی حاصل کر کے مقابلہ جیت کر ایشیائی سرزمین پر مسلسل ہار کا سلسلہ توڑ دیا۔ انگلستان نے آخری مرتبہ 2001 میں ناصر حسین کی زیر قیادت سری لنکا کے خلاف کوئی ٹیسٹ جیتا تھا اور اس کے بعد سے وہ اس 'شرف' سے محروم تھا۔

عظیم اسپنر مرلی دھرن کی ریٹائرمنٹ کی بعد سے اب تک ہونے والی 8 میں سے کوئی ایک سیریز بھی سری لنکا نہیں جیت پایا جبکہ اس سے قبل مرلی کی موجودگی میں کھیلی گئی آخری 11 میں سے 7 سیریز اس نے جیتی تھیں۔ دوسری جانب یہ اپنے ہوم گراؤنڈ پر سری لنکا کی آخری 4 میں سے تیسری سیریز ہے جو برابری کی بنیاد پر ختم ہوئی ہے جبکہ ایک سیریز وہ گزشتہ سال آسٹریلیا سے ہارا بھی ہے۔

گوکہ 94 رنز کے ہدف کے تعاقب میں انگلستان کو پہلے ہی اوور میں اپنے کپتان اینڈریو اسٹراس کو کھونا پڑا اور بعد ازاں جوناتھن ٹراٹ بھی محض 5 رنز بنا کر لوٹ گئے لیکن ایلسٹر کک اور کیون پیٹرسن نے تیسری وکٹ پر 66 رنز جوڑ کر 'ابوظہبی کے بھوت' کو دفن کر دیا۔ کک 49 جبکہ پیٹرسن محض 28 گیندوں پر 42 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے۔ پیٹرسن کی اننگز میں 2 چھکے اور 4 چوکے شامل تھے۔

قبل ازیں سری لنکا نے میچ کے آخری روز کا آغاز بہت ہی نازک پوزیشن میں کیا کیونکہ اس کی برتری محض 33 رنز کی تھی اور چوتھے روز کے آخری لمحات میں سوان کے پے در پے حملوں نے اس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ گوکہ کپتان مہیلا جیاوردنے 55 رنز کے ساتھ کریز پر موجود تھے لیکن صورتحال ایسی تھی کہ ان کی کوئی معجزاتی کارکردگی یا پھر بارش ہی سری لنکا کو بچا سکتی تھی لیکن دونوں میں کچھ بھی وقوع پذیر نہ ہوا اور آخری دن سب سے پہلی وکٹ مہیلا ہی کی گری جب 238 کے مجموعی اسکور پر وہ 64 رنز بنا کر سوان کا دن کا پہلا شکار بنے۔ اگلے ہی اوور میں سوان نے پرسنا جیاوردنے کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔ اب میچ بچنے کی امیدیں تقریباً ختم ہو چکی تھیں کیونکہ میدان میں صرف اینجلو میتھیوز ہی بچے تھے اور ان کا بہت زیادہ دیر تک مزاحمت کرنا ممکن نہ تھا۔ بالآخر 278 کے مجموعے پر ان کے آؤٹ ہوتے ہی سری لنکا کی دوسری اننگز محض 93 رنز کی برتری کے ساتھ تمام ہوئی اور انگلستان کو سیریز برابر کرنے کے لیے صرف 94 رنز کا ہدف ملا۔ پہلے روز سیریز میں ناقابل شکست برتری کے بعد سری لنکا نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا تو آغاز گزشتہ مقابلے کا 'ری پلے' ثابت ہوا۔ جیمز اینڈرسن کے تہرے حملے نے اسے بے حال کر دیا۔ جیمز نے تلکارتنے دلشان، کمار سنگاکارا اور لاہیرو تھریمانے کی قیمتی وکٹیں اپنے پہلے ہی اسپیل میں ٹھکانے لگا دیں۔ سنگاکارا کی بدترین کارکردگی کا سلسلہ جاری رہا جو ایک مرتبہ پھر صفر کی ہزیمت سے دوچار ہوئے۔ محض 30 رنز پر تین اہم کھلاڑیوں کے آؤٹ ہونے کے بعد ذمہ داری ایک مرتبہ پھر مہیلا جیاوردنے کے کاندھوں پر آ گئی جنہوں نے ایک مرتبہ پھر اسے بخوبی نبھایا اور ایک اور شاندار سنچری داغ کر سری لنکا کے ڈوبتے ہوئے سفینے کو بچایا۔ اس مہم میں ان کا بھرپور ساتھ دیا تھیلان سماراویرا نے۔ دونوں نے چوتھی وکٹ پر 124 رنز کی رفاقت قائم کی۔ سماراویرا 54 رنز بنا کر ٹم بریسنن کی پہلی وکٹ بنے۔ 31 ویں سنچری بنانے کے بعد جب مہیلا آؤٹ ہوئے تو اسکور 216 رنز تھا اور سری لنکا اپنی آخری پانچ وکٹوں کے ذریعے ایک اچھا مجموعہ اکٹھا کر سکتا تھا لیکن بدقسمتی سے اینجلو میتھیوز کے علاوہ کوئی بلے باز کامیاب نہ ہو سکا اور آدھی ٹیم اسکور میں محض 59 رنز کا اضافہ کر پائی۔ میتھیوز 57 رنز بنا کر دوسری اہم ترین اننگز کھیلی لیکن سری لنکا کی پہلی اننگز کا خاتمہ دوسرے روز کھانے کے وقفے سے قبل ہی 275 رنز پر ہو گیا۔ گریم سوان کی فیصلہ کن اور بروقت ضربوں نے میچ میں واپس آنے کی تمام سری لنکن توقعات کا خاتمہ کر دیا جواب میں انگلستان کی کارروائی بہت ہی شاندار تھی۔ اوپنرز اینڈریو اسٹراس اور ایلسٹر کک نے 122 رنز کی زبردست ابتدائی شراکت داری قائم کی۔ اسٹراس، جو کافی عرصے سے بہت بری فارم سے گزر رہے تھے، اس مرتبہ کچھ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور کیریئر کی 27 ویں نصف سنچری بنانے کے بعد 61 پر آؤٹ ہوئے۔ ان کے بعد دوسرے روز کے اختتام تک انگلستان کی مزید کوئی وکٹ نہیں گری اور جب دن مکمل ہوا تو ایلسٹر کک 77 اور جوناتھن ٹراٹ 15 رنز کے ساتھ کریز پر موجود تھے اور اسکور محض ایک وکٹ کے نقصان پر 154 رنز تھا۔ سری لنکا کے لیے یہ کافی پریشان کن لمحات تھے لیکن ابھی انہوں نے تیسرے روز بہت ہی گمبھیر صورتحال کا سامنا کرنا تھا، جی ہاں کیون پیٹرسن کی تباہ کن سنچری کا۔ گوکہ ایلسٹر کک بدقسمتی سے کیریئر کی 20 ویں سنچری مکمل نہ کر سکے اور 94 رنز پر دلشان کی دوسری وکٹ بنے لیکن یہ ان کے بعد آنے والے کے پی تھے جنہوں نے میچ کو مکمل طور پر انگلستان کے پلڑے میں جھکا دیا۔ انہوں نے محض 165 گیندوں پر 6 چھکوں اور 16 چوکوں کی مدد سے 151 رنز کی طوفانی اننگز کھیلی۔ جوناتھن ٹراٹ 64 رنز بنانے میں کامیاب رہے اور سرفہرست چاروں بلے بازوں کی زبردست کارکردگی کی بدولت انگلستان پہلی اننگز میں 460 رنز بنانے میں کامیاب ہوا اور سری لنکا پر 185 رنز کی بڑی برتری حاصل کر گیا۔ سری لنکا نے تیسرے روز کے بالکل اختتامی لمحات میں اپنی دوسری اننگز شروع کی اور ایک اینڈ کو محفوظ رکھنے کے لیے دھمیکا پرساد کو نائٹ واچ مین کی حیثیت سے بھیجا اور اس دن اس کی کوئی وکٹ نہ گری۔ لیکن اتنے بڑے خسارے نے سری لنکا کے بلے بازوں پر دباؤ قائم کر دیا تھا، جس کا چوتھے روز گریم سوان نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ جنہوں نے ساتھی گیند بازوں اینڈرسن اور اسٹیون فن کی ابتدائی کامیابیوں کے بعد حریف ٹیم کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ پہلے انہوں نے تلکارتنے دلشان کی وکٹ حاصل کی، پھر بری فارم کا شکار سنگاکارا کو ٹھکانے لگایا اور سب سے فیصلہ کن ضرب انہوں نے چوتھے روز کے اختتامی لمحات میں لگائی جب ایک ہی اوور میں انہوں نے تھیلان سماراویرا اور سورج رندیو کو بولڈ کر کے محض 215 پر سری لنکا کی چھ وکٹیں گرا دیں۔ چوتھے روز کا اختتام سری لنکا کے لیے اس عالم میں ہوا کہ شکست کے بادل گھرے ہو چکے تھے اور بالآخر پانچویں دن سوان نے میزبان ٹیم کی امیدوں کے آخری چراغ بھی گل کر دیے۔ سوان نے دوسری اننگز میں 6 وکٹیں اور یوں مجموعی طور پر میچ میں 10 وکٹیں حاصل کیں۔ کیون پیٹرسن کو دونوں اننگز میں زبردست بلے بازی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ سیریز کی چار اننگز میں دو سنچریوں کی مدد سے 354 رنز بنانے والے سری لنکن قائد مہیلا جیاوردنے سیریز کے بہترین کھلاڑی بنے۔ ایشیا میں کم از کم ایک معرکہ سر کرنے کے بعد انگلستان اب ایک مرتبہ پھر ہوم گراؤنڈ پر ایکشن میں نظر آئے گا اور اس مرتبہ اس کا مقابلہ ویسٹ انڈیز سے ہوگا جو پہلے تین ٹیسٹ اور بعد ازاں تین ایک روزہ اور واحد ٹی ٹوئنٹی کھیلے گا۔ اس کے بعد انگلستان کی صلاحیتوں کا اصل امتحان شروع ہوگا جب جون کے مہینے میں آسٹریلیا 5 ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے کھیلنے کے لیے برطانیہ پہنچے گا جبکہ جولائی میں جنوبی افریقہ کے خلاف تین ٹیسٹ، 5 ایک روزہ اور 3 ٹی ٹوئنٹی بین الاقوامی مقابلوں کی اہم ترین سیریز ہوگی۔ یعنی ستمبر میں ورلڈ ٹی ٹوئنٹی میں اعزاز کے دفاع تک انگلستان کو خوب کرکٹ کھیلنی ہے جبکہ دوسری جانب سری لنکا کی پاکستان کے خلاف ایک مجوزہ سیریز کے علاوہ کوئی سرگرمی نہیں ہے۔

سیالکوٹ اسٹالینز سپر ایٹ ٹی ٹوئنٹی کپ کی فاتح بن گئی

قومی سپر 8 ٹی ٹوئنٹی ٹورنامنٹ میں شعیب ملک نے سیالکوٹ اسٹالینز کو چیمپئن بنوادیا' کراچی ڈولفنز کو یکطرفہ مقابلے میں 8 وکٹ سے شکست کا سامنا' ڈولفنز مسلسل دوسری مرتبہ فائنل میں خالی ہاتھ رہ گئے۔ شعیب ملک اور حارث سہیل کے درمیان 119 رنز کی ناقابل شکست شراکت کی بدولت اسٹالینز نے 168 کا ہدف دو وکٹوں پر حاصل کرلیا۔ مین آف دی میچ شعیب ملک 62 اور حارث 55 رنز پر ناٹ آؤٹ رہے۔ عمران نذیر نے بھی 41 رنز کی جارحانہ اننگز کھیلی' کراچی کے بالرز بری طرح ناکام ثابت ہوئے۔ تنویر احمد نے 43 اور محمد سمیع نے 34 رنز کی پٹائی برداشت کی۔ فراز احمد نے بھی ایک وکٹ کے لئے 37 رنز دیئے۔ اس سے قبل کراچی ڈولفنز نے 8 وکٹوں پر 167 رنز بنائے۔ خالد لطیف کے برق رفتار 81 رنز ناٹ آؤٹ کسی کام نہ آئے۔ اسد شفیق نے 38 اور شاہ زیب حسن نے 12 گیندوں پر 30 رنز بنائے۔ رضا حسن نے آخری اوور میں 4 کھلاڑیوں کو پویلین چلتا کیا۔ تفصیلات کے مطابق راولپنڈی میں کھیلے گئے سپر 8 ٹی ٹوئنٹی میں کراچی ڈلنز کو 8 وکٹوں سے شکست دے کر سیالکوٹ اسٹالینز نے ٹائٹل جیت لیا۔ سابق قومی کپتان شعیب ملک کی ٹیم اس ٹورنامنٹ میں پہلی مرتبہ چیمپئن بنی ہے تاہم وہ 6 مرتبہ قومی ٹی ٹوئنٹی کپ جیت چکی ہے۔ گزشتہ برس کھیلے گئے اولین سپر 8 ایونٹ میں راولپنڈی ریمز نے سپر اوور میں کراچی ڈولفنز کو زیر کیا تھا۔ میچ میں سیالکوٹ اسٹالینز کو فتح کے لئے 168 رنز کا ہدف ملا جو کہ اس نے صرف دو وکٹوں کے نقصان پر 7 گیندیں قبل ہی پورا کرلیا۔ پشاور پینتھرز کے خلاف سیمی فائنل میں سنچری اسکور کرنے والے شکیل انصر اس بار صرف 6 رنز کے مہمان ثابت ہوئے' انہیں رومان رئیس نے رن آؤٹ کیا۔ ڈولفنز کو دوسری وکٹ 51 کے مجموعے پر چھٹے اوور میں ملی جب فراز احمد کی گیند پر عمران نذیر بولڈ ہوئے۔ انہوں نے دو چھکوں اور چھ چوکوں کی مدد سے 20 گیندوں پر 41 رنز بنائے۔ اس کے بعد سیالکوٹ کے کپتان شعیب ملک اور حارث سہیل نے کراچی کو خوشی منانے کا اور کوئی موقع فراہم نہیں کیا۔ دونوں نے تیسری وکٹ کے لئے 119 رنز کی ناقابل شکست شراکت سے ٹیم کو فتح سے ہمکنار کراکے ہی دم لیا۔ شعیب ملک نے 7 چوکوں کی مدد سے 42 گیندوں پر 62 اور حارث نے 48 گیندوں پر ایک چھکے اور چھ چوکوں سے مزین 55 رنز کی اننگز سجائی۔ قبل ازیں کراچی ڈولفنز نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرتے ہوئے 8 وکٹوں پر 167 رنز بنائے۔ شاہ زیب حسن نے برق رفتار سے اننگز کا آغاز کیا اور صرف 12 گیندوں پر 30 رنز جڑ دیئے۔ انہوں نے چار چوکے اور ایک چھکا لگایا تاہم یہی تیزی ان کی وکٹ گرنے کا باعث بن گئی جب حمید آصف کی گیند پر علی خان نے باآسانی ان کا کیچ لیا' دوسری وکٹ 63 کے مجموعے پر گری جب رمیز راجہ جونیئر صرف چار رنز بنا کر علی خان کی تھرو پر رن آؤٹ ہوگئے۔ دوسرے اینڈ پر موجود اوپنر خالد لطیف نے عمدہ بیٹنگ کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے ٹیسٹ کرکٹر اسد شفیق کے ساتھ مل کر تیسری وکٹ کی شراکت میں 90 رنز جوڑ کر مجموعے کو 153 تک پہنچایا اسد شفیق 35 گیندوں پر 38 رنز بنا کر رن آؤٹ ہوگئے۔ ان کی اننگز میں ایک چھکا اور دو چوکے شامل تھے۔ اس موقع پر کراچی ڈولفنز کی وکٹیں تیزی سے گرنا شروع ہوگئیں ایک گیند پر شہریار غنی کو کھاتہ کھولنے کی مہلت دیئے بغیر رانا نوید الحسن نے ایل بی ڈبلیو کردیا اس موقع پر رضا حسن تباہی بن کر سامنے آئے جنہوں نے آخری اوور میں چار وکٹیں حاصل کیں ان کی دوسری گیند پر سرفراز احمد صرف 9 رنز بنا کر اسٹمپڈ ہوئے اگلی گیند پر وکٹ کیپر شکیل انصر نے محمد سمیع کو کیچ کیا۔ ایک گیند بعد تنویر احمد صفر پر ہی شاید یوسف کا کیچ بن گئے جبکہ آخری گیند پر حارث ایاز بھی بغیر کوئی رن بنائے وکٹوں کے عقب میں کیچ دے کر پویلین لوٹ گئے۔ خالد لطیف نے 81 رنز ناٹ آؤٹ بنائے انہوں نے 59 گیندوں کا سامنا کرتے ہوئے 7 چوکے اور تین چھکے بھی لگائے۔ رضا حسن نے 33 رنز دے کر چار وکٹیں لیں۔

سپر ایٹ ٹی ٹوئنٹی میں کراچی ڈولفنز کے خالد لطیف 5 میچوں میں 243 رنز بنا کر ٹاپ اسکورر رہے۔ بہترین اسکور 88 رہا' 60.75 کی اوسط سے انہوں نے یہ اسکور 184 گیندوں میں بنایا دو نصف سنچریاں 26 چوکے اور 7 چھکے لگائے۔ سیالکوٹ اسٹالینز کے عمران نذیر نے 5 میچوں میں 191 رنز 47.75 کی اوسط سے دو نصف سنچریوں سے اسکور کئے۔ 76 ناٹ آؤٹ بہترین اسکور رہا' 111 گیندیں کھیلیں 19 چوکے اور 11 چھکے لگائے۔ سیالکوٹ اسٹالینز کے ہی حارث سہیل نے 4 میچوں میں 173 رنز اسکور کئے وہ چاروں میچوں میں ناٹ آؤٹ رہے۔ 142 گیندوں کا سامنا کیا دو نصف سنچریاں اسکور کیں۔ 17 چوکے اور تین چھکے لگائے۔ کراچی ڈولفنز کے اسد شفیق نے 5 میچوں میں 167 رنز 33.40 کی اوسط سے 155 گیندوں میں 14 چوکوں اور دو چھکوں سے بنائے' 58 بہترین اسکور' واحد نصف سنچری رہی۔ سیالکوٹ اسٹالینز کے شکیل انصر نے 5 میچوں میں 162 رنز 40.50 کی اوسط سے 134 گیندوں میں 19 چوکوں اور 2 چھکوں سے بنائے' 100* بہترین اسکور ان کی واحد ففٹی پلس اننگز رہی۔ کراچی ڈولفنز کے شاہ زیب حسن نے 5 میچوں میں 141 رنز 28.20 کی اوسط سے 89 گیندوں میں 18 چوکوں اور 6 چھکوں سے اسکور کئے۔ 57 بہترین اسکور واحد نصف سنچری رہی۔ لاہور ایگلز کے توفیق عمر نے 3 میچوں میں 128 رنز 42.66 کی اوسط سے 97 گیندوں میں بنائے 97 رنز واحد نصف سنچری تھی' 16 چوکے اور دو چھکے لگائے۔ لاہور لائنز کے عمر اکمل نے چار میچوں میں 123 رنز 41.00 کی اوسط سے بنائے' 57 ناٹ آؤٹ واحد نصف سنچری تھی۔ 88 گیندیں کھیلیں 16 چوکے اور ایک چھکا لگایا۔ پشاور پینتھرز کے افتخار احمد نے چار میچوں میں 109 رنز 27.25 کی اوسط سے 77 گیندوں میں 12 چوکوں اور چار چھکوں سے بنائے۔ 77 بہترین اسکور واحد نصف سنچری تھی' لاہور لائنز کے احمد شہزاد نے چار میچوں میں 108 رنز 36.00 کی اوسط سے 86 گیندوں میں 12 چوکوں اور دو چھکوں سے بنائے۔ 60 ناٹ آؤٹ واحد نصف سنچری رہی۔ سیالکوٹ اسٹالینز کے کپتان شعیب ملک ٹاپ بلے بازوں میں 100 یا زائد کا مجموعہ بنانے والے کھلاڑیوں کی فہرست میں آخری نمبر پر تھے جنہوں نے پانچ میچوں میں 101 رنز 50.50 کی اوسط سے 79 گیندوں میں 10 چوکوں اور ایک چھکے سے بنائے۔ 62 ناٹ آؤٹ واحد نصف سنچری تھی۔ بالنگ کے شعبے میں سیالکوٹ اسٹالینز کے رضا حسن 5 میچوں میں 20 اوورز میں 123 رنز کے عوض 12 وکٹیں 10.25 کی اوسط سے حاصل کرکے سرفہرست رہے۔ 4/33 میچ میں چار یا زائد وکٹ کا واحد کارنامہ تھا۔ سیالکوٹ اسٹالینز ہی کے شعیب ملک 14 اوورز میں 92 رنز کے عوض 7 وکٹیں 13.14 کی اوسط سے حاصل کرکے دوسرے نمبر پر رہے۔ 5/29 میچ میں 4 یا زائد وکٹوں کا واحد کارنامہ رہا۔ کراچی ڈولفنز کے فراز احمد 5 میچوں میں 19 اوورز میں 151 رنز کے عوض 7 وکٹیں 21.57 کی اوسط سے حاصل کرکے تیسرے نمبر پر رہے۔ 3.20 بہترین بالنگ رہی۔ کراچی زیبرز کے انور علی نے 3 میچوں میں 12 اوورز کے دوران 81 رنز کے عوض 6 وکٹیں 13.50 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 3/29 بہترین بالنگ تھی۔ لاہور ایگلز کے مصطفیٰ اقبال نے تین میچوں میں 10.5 اوورز میں 63 رنز کے عوض 6 وکٹیں 10.50 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 3/24 بہترین بالنگ رہی۔ لاہور لائنز کے ضیاء الحق نے دو میچوں میں 6 اوور کے دوران 42 رنز کے عوض چھ وکٹیں 13.50 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 5.23 بہترین بالنگ رہی۔ لاہور لائنز کے رضا علی ڈار نے چار میچوں میں 12 اوور کے دوران 75 رنز کے عوض پانچ وکٹیں 15.00 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 3/25 بہترین بالنگ تھی۔ سیالکوٹ اسٹالینز کے رانا نوید الحسن نے تین میچوں میں 12 اوورز میں 88 رنز کے عوض 5 وکٹیں 17.60 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 2/28 بہترین بالنگ رہی۔ لاہور لائنز کے عدنان رسول نے چار میچوں میں 15.3 اوورز کے دوران 99 رنز کے عوض 5 وکٹیں 19.80 کی اوسط سے 3/15 کی بہترین کارکردگی کے ذریعے حاصل کیں۔ پشاور پینتھر کے محمد اسلم نے 14 اوورز میں 104 رنز کے عوض راولپنڈی ریمز کے سہیل تنویر نے 11.3 اوورز میں 105 رنز کے عوض' کراچی ڈولفنز کے تنویر احمد نے 18 اوورز میں 156 رنز کے عوض پانچ' پانچ وکٹیں حاصل کیں۔

کمار سنگا کارا: وزڈن کے بہترین کھلاڑیوں میں شامل ہو گئے

کرکٹ کا بائبل سمجھے جانے والے جریدے وزڈن نے سری لنکا کے وکٹ کیپر اور بیٹسمین کمار سنگا کارا کو 2011 کا کرکٹر آف دی ائیر اور اسی سال کے لئے دنیا کا کامیاب ترین اور لیڈنگ کرکٹر قرار دیا ہے۔ یہ وزڈن کی تاریخ میں پہلی بار ہے کہ کسی ایک کرکٹر نے یہ دونوں اعزازات اپنے نام کئے ہیں۔ جریدے کا کہنا ہے کہ 2011 میں کوئی بھی کرکٹر سنگا کارا کی جانب سے ہر طرز کی بین الاقوامی کرکٹ میں بنائے گئے 2267 رنز کے پہاڑ کے قریب نہیں پہنچ سکا اس دوران وہ پہلے کرکٹر بنے جنھوں نے ایک سال میں تیسری بار ٹیسٹ اور ون ڈے فارمیٹس میں ایک ایک ہزار رنز بنائے۔ ان کے علاوہ سال کے پانچ بہترین کرکٹرز کی فہرست میں انگلش اوپنر ایلسٹر کک فاسٹ بولر ٹم برسنن لنکا شائر کاونٹی کے کپتان گلین چیپل اور ووسٹر شائر کے فاسٹ بولر ایلن رچرڈسن شامل ہیں انگلینڈ کے کرکٹرز ایلسٹر کک، ٹم بریسنن اور سری لنکا کے کمار سنگا کارا کو سال کے پانچ بہترین کھلاڑیوں کی وزڈن فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ انگلینڈ کی ٹیم اس وقت ٹیسٹ کی بین الاقوامی رینکنگ میں پہلی پوزیشن پر ہے اور ٹیم کو پہلی پوزیشن پر پہنچانے میں کک کی سال دو ہزار گیارہ میں رنز بنانے کی اوسط بیاسی رنز تھی جب کہ ٹم بریسنن نے اکیس وکٹیں حاصل کیں تھیں۔ اس کے علاوہ لنکا شائر کے کپتان گلین چیپل اور ووسٹا شائر کے کپتان ایلین رچرڈسن بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔ فہرست میں پانچواں نام سری لنکا کے کرکٹر کمار اسنگا کارا کا ہے۔ سنگا کارا نے گزشتہ سال تیرہ نصف اور پانچ سنچریوں کی مدد سے 2267 رنز بنائے جس میں انگلینڈ میں ہمشائر کی سنچری بھی شامل تھی، سنگا کارا کا ممکنہ طور پر انگلینڈ کا یہ آخری دورہ تھا۔ کمار اسنگا کارا کا کہنا ہے کہمیں ہمیشہ چاہتا تھا کہ لارڈز کرکٹ گراؤنڈ میں ٹیسٹ سنچری سکور کروں اگر یہاں نہیں تو انگلینڈ میں کہیں بھی، روز بال میں مجھے ایسا لگا کہ یہ میرے لیے آخری موقع ہو سکتا ہے۔ انگلینڈ کے ایلسٹر کک نے ٹیسٹ کرکٹ میں نو سو ستائیس رنز بنائے اور انگلینڈ دس کے دس ٹیسٹ میچ جیت کر ٹیسٹ کرکٹ رینکنگ میں پہلی پوزیشن پر آ گیا، اس سے پہلے بھارت ٹیسٹ رینکنگ میں پہلی پوزیشن پر تھا۔ وزڈن فہرست کا آغاز سنہ 1889 میں ہوا تھا اور اس فہرست میں سال کے بہترین پانچ کھلاڑیوں میں ایک کھلاڑی کا نام اس کی زندگی میں صرف ایک مرتبہ ہی شامل کیا جا سکتا ہے۔ لیڈنگ کرکٹ یا دنیا کے نمایاں ترین کھلاڑی کا اعزاز جو سنہ دو ہزار چار میں شروع کیا گیا تھا کسی ایک کھلاڑی کو ایک سے زیادہ مرتبہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ سابق سری لنکن کپتان کمار سنگا کارا نے کہا ہے کہ سری لنکن کرکٹ کے بنیادی ڈھانچے میں فوری تبدیلیاں ضروری ہیں۔ سری لنکا کا ڈومیسٹک کرکٹ کا ڈھانچہ آسٹریلیا کی طرز پر کھڑا کیا جائے۔ بورڈ کے معاملات میں حکومتی مداخلت ختم ہونی چاہیے۔ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کمار سنگا کارا نے کہا کہ سری لنکن کرکٹ کے بنیادی ڈھانچے میں فوری تبدیلیاں ضروری ہیں جس کیلئے مختلف ممالک کے طریقہ کار کو اپنایا جا سکتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سری لنکا کا ڈومیسٹک کرکٹ ڈھانچہ آسٹریلیا کی طرز

کمار سنگا کارا کی ٹیسٹ میں ہر ملک کیخلاف کارکردگی

بمقابلہ	Mat	Inns	NO	Runs	HS	Ave	BF	SR	100	50	0	4s	6s
Australia	9	17	0	726	192	42.70	1426	50.91	1	5	1	92	2
Bangladesh	11	14	2	876	222*	73.00	1462	59.91	2	5	1	104	3
England	20	36	1	1226	152	35.02	2637	46.49	2	6	3	161	1v
India	15	24	2	1257	219	57.13	2446	51.39	5	2	0	150	3
New Zealand	8	14	3	651	156*	59.18	1063	61.24	3	2	0	96	3v
Pakistan	13	25	2	1830	230	79.56	3282	55.75	7	7	0	204	9v
South Africa	15	28	0	1362	287	48.64	2444	55.72	3	5	1	188	3
West Indies	12	19	2	918	157*	54.00	1818	50.49	3	5	1	110	1
Zimbabwe	5	6	0	536	270	89.33	745	71.94	2	1	0	76	4
home	60	95	8	5186	287	59.60	9288	55.83	16	19	4	663	13
away	45	82	4	3680	270	47.17	6942	53.01	10	17	3	474	12
neutral	3	6	0	516	211	86.00	1093	47.20	2	2	0	44	4
مجموعی	108	183	12	9382	287	54.86	17323	54.15	28	38	7	1181	29

پر کھڑا کیا جائے جس کی وجہ سے آسٹریلیا نے ایک دہائی سے زیادہ عرصے تک کرکٹ کے میدانوں پر حکمرانی کی۔انہوں نے کہا کہ بھارتی ٹیم گھر کی شیر ہے جو ہمیشہ دوسرے میدانوں میں ناکام ہوئی جبکہ ہماری ٹیم کی کارکردگی بیرون ملک زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ ورلڈ کپ کیلئے ابھی سے حکمت عملی تیار کرنا ہوگی ورنہ ہم بہت پیچھے رہ جائیں گے۔ایک سوال کے جواب میں کمار سنگاکارا نے کہا کہ حکومتی مداخلت کے باعث دو سال میں سات کپتان تبدیل ہوئے لہذا میں چاہتا ہوں کہ بورڈ کے معاملات میں حکومتی مداخلت ختم ہو اور میرٹ پر فیصلے ہوں۔۔سابق کپتان کمار سنگاکارا نے کہا ہے کہ سری لنکا کی کرکٹ کرپشن کا شکار ہے۔ایم سی سی کے ایک لیکچر کے دوران سنگاکارا کی ایم سی سی سری لنکا کے کرکٹ کے نظام پر کھل کر تنقید کی۔ سنگاکارا نے کہا کہ انیس سو چھیانوے میں سری لنکا کی عالمی کپ میں فتح کے بعد رضا کارانہ طور پر کام کرنے والوں کی جگہ ایک مافیا نے لے لی جو اپنے مقاصد کے لئے کھلاڑیوں کو بھی استعمال کرتے رہے۔سنگاکارا نے کہا ایسے ہی مفاد پرستوں نے انہیں بھی کپتانی سے صرف دو سال کے عرصے میں مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔سنگاکارا نے کہا کہ بار بار عبوری کمیٹیوں کی نامزدگی سے سری لنکا کی کرکٹ متاثر ہوئی ہے۔کرکٹ کی بائبل سمجھے جانے والے برطانوی جریدے وزڈن کے ایک سو انچاسویں ایڈیشن میں کہا گیا ہے کہ بین الاقوامی کرکٹ اس وقت ایک گہری کھائی کے کنارے کھڑی ہے اور صرف بھارت ہی وہ ملک ہے جس کے پاس اسے واپس کھینچ لانے کی طاقت ہے۔برطانوی اخبار گارڈین کے مطابق یہ خیال وزڈن کے سینتیس سالہ مدیر لارنس بوتھ کا ہے جن کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کی بہتات ہے جس کی وجہ سے کرکٹ کا کھیل نازک صورتحال سے دوچار ہے۔ان کا کہنا ہے کہ کرکٹ کا کھیل جس مقام پر کھڑا ہے اس کا ذمہ دار بھی وہ خود ہی ہے اور اس کی وجہ وہ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ ہے جسے ہر مسئلے کا حل تو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے لیکن درحقیقت وہ ایک پنڈورہ باکس ہے۔دو میچوں پر مشتمل ٹیسٹ سیریز کا حوالہ دیتے ہوئے بوتھ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کھیل کے کرتا دھرتاں کا ٹیسٹ کرکٹ پر اصرار اتنا زیادہ رہا ہے کہ اب ان کی بات اپنے معنی ہی کھو چکی ہے۔انہوں نے جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور انگلینڈ پر تو ہلکی پھلکی تنقید کی ہے لیکن ان کا اصل ہدف بھارت دکھائی دیتا ہے جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ بھارت کے پاس ایک خصوصی تحفہ ہے کہ وہ کرکٹ کے کھیل کی شکل تبدیل کر سکتا ہے لیکن ان کا کھیل اکثر و بیشتر چند افراد کے ذاتی مفاد کے تحت چلتا دکھائی دیتا ہے۔بوتھ کے مطابق دیگر ممالک میں بھی کرکٹ کو ان کے اپنے مفادات کے تحت ہی چلایا جا رہا ہے لیکن ان میں سے نہ تو کسی کے پاس بی سی سی آئی جتنی طاقت ہے اور نہ ہی ان پر اتنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔بوتھ لکھتے ہیں کہ بھارت کی بیٹنگ کا

بکھرنا وہاں ٹی ٹوئنٹی پر مبنی نیشنلزم میں اضافے اور نجی مارکیٹنگ کمپنیوں اور اعلی سطح پر مفادات کے ٹکراؤ سے جڑا ہوا ہے۔ان کے مطابق بھارت میں آئی پی ایل اور چیمپئنز لیگ ایک کرکٹ سیزن کا بیس فیصد وقت لیتی ہیں اور یہ اس مایوسی کو جنم دیتی ہیں جسے کرکٹ فٹیگ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک ہر لحاظ سے مکمل طوفان ہے اور عالمی کرکٹ اس کے عین درمیان میں ہے۔وہ بھارت کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بھارت تمہارے کھیل کو تمہاری ضرورت ہے۔

سنگاکارا کی ون ڈے انٹرنیشنل میں ہر ملک کیخلاف کارکردگی

	6s	4s	0	50	100	SR	BF	Ave	HS	Runs	NO	Inns	Mat
1	18	0	1	0	67.22	180	40.33	61	121	1	4	4	Asia XI
1	18	0	2	0	90.19	153	46.00	64	138	0	3	3	ICC World XI
51	973	10	68	13	75.70	13491	38.10	138*	10213	31	299	318	Sri Lanka
1	15	0	1	0	62.17	156	48.50	61	97	1	3	3	Africa XI
10	159	2	12	1	77.02	2215	42.65	101	1706	4	44	44	Australia
3	95	1	5	3	81.92	1040	42.60	121	852	2	22	24	Bangladesh
0	6	0	1	0	91.56	83	76.00	76	76	0	1	1	Bermuda
1	8	0	1	0	105.49	91	96.00	92	96	1	2	2	Canada
1	62	0	7	0	68.66	1085	32.39	75	745	4	27	30	England
0	3	0	0	0	100.00	24	24.00	24	24	0	1	1	ICC World XI
21	217	1	15	4	81.55	2733	37.77	138*	2229	3	62	65	India
0	1	0	0	0	111.11	9	10.00	10	10	0	1	1	Ireland
0	12	0	0	1	93.10	145	135.00	103*	135	2	3	3	Kenya
0	13	0	0	0	81.56	141	38.33	46	115	0	3	3	Netherlands
6	101	2	7	1	71.36	1285	33.96	111	917	3	30	31	New Zealand
3.	121	2	6	2	73.06	1756	36.65	112	1283	4	39	41	Pakistan
6	14	1	10	1	76.27	1627	40.03	102	1241	3	34	35	South africa
2	40	1	4	0	69.02	665	29.68	76	459	1	17	17	West Indies
0	51	0	4	0	71.09	782	46.33	80	556	5	17	21	zimbabwe
1	59	2	3	2	66.76	969	34.5	103*	647	4	23	25	UAE
13	269	1	21	1	72.47	4174	34.77	101	3025	9	96	106	home
28	440	4	31	5	77.60	5703	40.60	138*	4426	14	123	126	away
12	300	5	19	7	76.53	3947	38.73	128	3021	9	87	93	neutral
53	1009	10	71	13	75.75	13824	38.21	138*	10472	32	306	325	مجموعی

سرفراز احمد... پاکستان کی وکٹ کیپر کی تلاش مکمل ہوگئی...!!

پاکستان عرصہ دراز سے ایک اچھے وکٹ کیپر کی تلاش میں ہے۔ 90ء کی دہائی کے وسط سے لے کر اکیسویں صدی کے ابتدائی سالوں تک یہ وہ وقت تھا جب پاکستان کو راشد لطیف اور معین خان کے اعلیٰ پائے کے وکٹ کیپرز میں سے ایک کو باہر بٹھانا پڑتا تھا لیکن اس کے بعد ایسا قحط الرجال آیا کہ پاکستان کے پاس سوائے کامران اکمل کے وکٹ کیپر کے لیے کوئی اور آپشن ہی نہیں تھا۔ گو کہ کامران کی بیٹنگ کی صلاحیتوں سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا، انہوں نے پاکستان کی چند انتہائی یادگار فتوحات میں کلیدی کردار ادا کیا ہے لیکن ان کی وکٹ کیپنگ کی ناقص صلاحیت سب پر آشکار ہے، جس کی وجہ سے پاکستان کو چند تاریخی شکستیں بھی سہنا پڑی ہیں۔ دور جدید کی کرکٹ میں وکٹ کیپرز کا کردار ماضی سے کہیں زیادہ اہم ہے کیونکہ امپائرز کے فیصلوں پر نظر ثانی کے نظام) ڈی آر ایس(کو اپنانے کے بعد وکٹ کیپر ہی وہ سب سے اہم کھلاڑی ہے جو درست ترین فیصلے کی جانب ٹیم کے دیگر کھلاڑیوں کی راہنمائی کر کے ان کے ریویو کو کارآمد بنا سکتا ہے۔ دوسری جانب وکٹ کیپر کی سستی یا کیچ چھوڑنے سے بحیثیت مجموعی ٹیم کے مورال پر جتنا برا اثر پڑتا ہے، وہیں اس کی اچھی کارکردگی بھی پوری ٹیم کے حوصلوں کو بلند کرتی ہے۔ چاہے وہ اپنے بلے سے کچھ رنز بنا پائے یا نہیں لیکن وکٹوں کے پیچھے رنز بچانے اور وکٹیں سمیٹنے کی صلاحیت ہی میچ میں فیصلہ کن کردار ادا کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی کے عظیم آسٹریلوی کھلاڑی این چیپل نے یہ تک کہہ ڈالا کہ اگر کامران اکمل ڈان بریڈمین جتنی اچھی بلے بازی کریں تب بھی وہ اتنے رنز نہیں بنا سکتے جتنے کا خسارہ ٹیم کو ان کی وکٹ کیپنگ کی وجہ سے سہنا پڑتا ہے۔ پاکستان کے آخری ماہر وکٹ کیپر راشد لطیف نے بھی بارہا کامران اکمل کو باہر کرنے اور ان کی جگہ سرفراز احمد اور سلمان احمد کو مواقع دینے کا مطالبہ کیا اور خصوصی طور پر انہوں نے ایشیاء کپ 2008ء کی ٹیم سے سرفراز احمد کے اخراج کی مذمت کی تھی اور کہا تھا کہ سرفراز کو ٹیم سے باہر نکالنا اس کے اعتماد کو کم کرنے کے مترادف ہے۔ کامران اکمل کے جانشیں کی حیثیت سے ملک میں سب سے پہلے 25 سالہ سرفراز احمد کا نام آتا ہے جن کا تعلق کراچی سے ہے اور وہ اب تک ایک ٹیسٹ اور 18 ایک روزہ مقابلوں میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔ گزشتہ دنوں انہوں نے ایشیا کپ کے فائنل میں اپنے کیریئر کا بہترین اسکور 46 رنز بنایا اور پاکستان کی فتح میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ایک ایسے موقع پر جب پاکستان 200 رنز بھی حاصل کرتا دکھائی نہ دیتا تھا، یہ سرفراز کی ذمہ دارانہ بلے بازی اور آخری اوورز میں 19 رنز سمیٹنا ہی تھا جس نے فیصلہ کن حیثیت حاصل کی اور بعد ازاں پاکستان سنسنی خیز معرکے کے بعد 2 رنز سے فتح یاب ٹھہرا۔

ٹیسٹ میں سرفراز کو واحد موقع اس وقت دیا گیا جب کامران اکمل نے اپنے ٹیسٹ کیریئر کی بدترین کارکردگی دکھائی یعنی 2010ء کے سڈنی ٹیسٹ میں، جہاں کامران اکمل کے مسلسل موقع گنوانے کے باعث پاکستان جیتا ہوا ٹیسٹ ہار بیٹھا۔ کامران پر زبردست تنقید کے باعث پاکستان کو ہوبارٹ ٹیسٹ کے لیے خصوصی طور پر سرفراز احمد کو کراچی سے طلب کرنا پڑا لیکن یہ ان کا واحد ٹیسٹ قرار پایا اور اس کے بعد سے اب تک پاکستان ذوالقرنین حیدر اور سلمان احمد کو تو آزما چکا ہے لیکن سرفراز کو دوبارہ کبھی ٹیسٹ کھیلنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ علاوہ ازیں ایک روزہ کرکٹ میں ذوالقرنین کو آزمانے کے ساتھ ساتھ خود کامران کو واپس ٹیم میں بھی طلب کیا گیا جبکہ کبھی کبھار تو ان کے بھائی عمر اکمل کو متبادل وکٹ کیپر کے طور پر کھلایا گیا لیکن سرفراز کو بہت کم مواقع دیے گئے بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ انہیں نظر انداز کیا گیا۔ اگر موجودہ صورتحال کا جائزہ بھی لیا جائے تو پاکستان گزشتہ ایک ڈیڑھ سال سے اسپنرز پر بہت زیادہ بھروسہ کر رہا ہے اور ان کی کارکردگی بھی اس بھروسے کی بہت بڑی وجہ ہے۔ پاکستان کے تین اسپنرز سعید اجمل، شاہد آفریدی اور محمد حفیظ حال ہی میں بیک وقت ایک روزہ کرکٹ کے گیند بازوں کی عالمی درجہ بندی میں سرفہرست 10 میں شامل تھے بلکہ سعید اور حفیظ تو اب بھی موجود ہیں۔ اس صورتحال میں پاکستان کو شدت سے کسی ایسے مستقل وکٹ کیپر کی تلاش ہے، جو وکٹوں کے پیچھے خوبی کے ساتھ ذمہ داریاں سنبھال سکے۔ اگر اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ ہمیں وکٹ کیپر درکار ہے اور کچھ دیر کے لیے وکٹ کیپر بیٹسمین کو ذہن سے نکال دیا جائے تو سرفہرست سرفراز احمد ہی ہوں گے۔ یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ سرفراز کی بلے بازی کی صلاحیتیں کامران اکمل کے برابر نہیں ہوں گی لیکن انہوں نے اب تک وکٹ کیپنگ میں کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا ہے جس کی بنیاد پر انہیں کامران سے کم صلاحیتوں کا حامل وکٹ کیپر قرار دیا جائے۔ 2006ء میں انڈر 19-ورلڈ کپ جیتنے والے پاکستانی دستے کے قائد رہنے والے سرفراز نے حالیہ ایشیا کپ کے فائنل میں اپنی بلے بازی کے جوہر بھی دکھا دیے ہیں اور انتہائی نازک صورتحال میں اپنی اہلیت کو ثابت کیا ہے، جس کی بنیاد پر اُمید کی جا سکتی ہے کہ سرفراز کو مستقل مواقع دیے جائیں گے اور وہ ایک مرتبہ پھر محض چند مقابلوں کے بعد صرف بوقت ضرورت طلب نہیں کیے جائیں گے۔

زیوائرڈوہرتی